

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
7	فہرست جلد پنجم
7	ابواب و مسائل
27	فہرست ضمنی مسائل
43	کتاب الصَّلٰوة
75	جَمَانِ التَّاجِ فِي بَيَانِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَعْرَاجِ ^{۱۳۱۲ھ} (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)
122	باب الاوقات نماز کے وقتوں کا بیان
160	رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ^{۱۳۱۳ھ} دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا
167	فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری:
204	فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم:
228	فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر:
270	فصل چہارم "نصوص نفی جمع و بدایت التزام اوقات میں"
344	فصل فی اماکن الصَّلٰوة
362	باب الاذان والاقامة
392	دیوبندی خیانتوں کے نمونے
430	رسالہ
430	منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین ^{۱۳۰۱ھ}
430	(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا) ^{۱۳۰۱ھ}
633	نہج السلامة فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة ^{۱۳۳۳ھ}
633	(اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں مُدَّہ تفصیل۔ت)
657	ایذان الاجرفی اذانہ القبر ^{۱۳۰۷ھ}
657	(دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)



فتاویٰ رضویہ

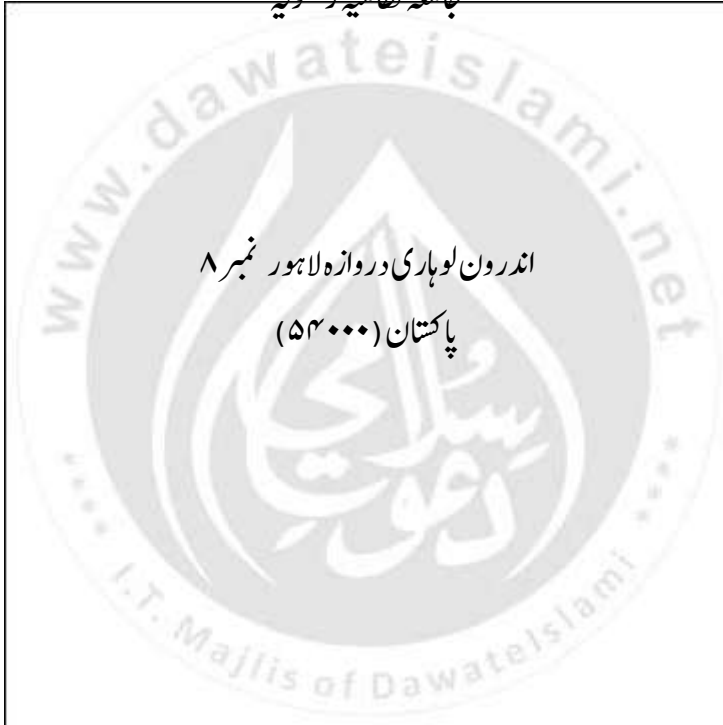
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّة فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّة
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد پنجم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلیوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	(۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دایم، ہری پور ہزارہ
	(۲) حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح	۱۔ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲۔ مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	مولانا سردار احمد حسن سعیدی
پیسٹنگ	مولانا محمد یسین قادری شطاری
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز B12 اندرون بھائی گیٹ لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	--- روپے

ملنے کے پتا

*مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

*مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

اجمالی فہرست

- پیش لفظ ۵
- کتاب الصلوٰۃ ۴۳
- باب الاوقات ۱۲۱
- اماکن الصلوٰۃ ۳۴۳
- باب الاذان والاقامة ۳۶۱
- آخذ و مراجع ۶۹۷

فہرست رسائل

- جہان التاج ۷۵
- حجاز البحرین ۱۵۹
- منیر العین ۴۲۹
- ضمنی رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف ۵۳۷ تا ۴۷۷
- نہج السّلامۃ ۶۲۹
- ایذان الاجر ۶۵۳

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله! اے حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خزانہ علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصفہ شہود پر لانے کے لئے مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف قلمکار، ادیب شہیر، پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم مدیر ماہنامہ جام عرفان و مہتمم دارالعلوم رہبانہ صدریہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۴۰ سوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو بحث بنایا گیا ہے:

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

علاوہ ازیں پیش نظر جلد میں اباحتِ نفیسہ و نکاتِ لطیفہ پر مشتمل پانچ گرانقدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جو بن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ^{۱۳۱۶ھ}

معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کا طریقہ

(۲) حجاز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین ^{۱۳۱۳ھ}

دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم۔ الہاد الکاف اور نوٹ متعلق معیار الحق

(۳) منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین ^{۱۳۰۱ھ}

اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کو انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان

(۴) نہج السلامة فی حکم تقبیل الالبہامین فی الاقامة ^{۱۳۳۳ھ}

اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کرا انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد

(۵) ایذان الاجر فی اذان القبر ^{۱۳۰۷ھ}

دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

۶ ستمبر ۱۹۹۳ء ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

نوٹ: اس جلد میں شامل رسالہ حجاز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کی تلاش کیلئے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ ندیریہ کانسٹنٹنپول میں رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے ص ۲۲۶ پر عبارت "صلی الظهر والعصر ثم رکب" میں والعصر کا لفظ کاٹ لیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا صفحہ ۷۹ ص ۳ ملاحظہ ہو۔

فہرست جلد پنجم

ابواب و مسائل

۶۸	ایک حکایت جو لطیف کلام پر مشتمل ہے۔	۴۳	کتاب الصلوٰۃ
۷۰	قول چہارم کی ترجیح رضوی۔	۴۳	نماز پنجگانہ میں سے کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور اُن کی اُمتوں پر بھی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔
۷۲	حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔	۴۶	نماز پنجگانہ کے اُمت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات۔
۷۲	اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔	۵۲	تورات شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
۷۵	رسالہ جہان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج کہ قبل معراج سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔	۵۸	حدیث بخاری اعتمد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة بالعشاء الخ کے تین محمل۔
۸۲	نماز پنجگانہ سے پیشتر مسلمان چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے۔	۶۲	امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے اُن کا سن وفات۔
۸۳	ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔	۶۴	پانچوں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعتبار علماء کرام مانا جائے گا۔
۸۵	قبل معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز دو شنبہ کے اول حصہ میں پڑھی، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔	۶۷	کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔
		۶۷	کوئی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں۔

۸۵	نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔	۸۵	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷
۸۵	استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام۔	۸۵	ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔	۱۰۹
۸۶	قرات، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔	۸۶	جس نے قصد نماز ترک کی اس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں شتر بارزنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔	۱۱۰
۸۷	اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔	۸۷	ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بارزنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۱۱۰
۹۲	حدیث کنذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۲	ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔	۱۱۰
۹۳	سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔	۹۳	مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔	۱۱۱
۹۷	مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا۔ الخ	۹۷	ترک نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔	۱۱۱
۹۹	اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔	۹۹	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو اُن کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۱۱۲
۱۰۱	ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔	۱۰۱	جہاز، ریل، کشتی، جہرے پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۱۳
۱۰۱	خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعیت سے ثابت ہے۔	۱۰۱	اشیائے مسکریہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۱۴
۱۰۱	تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔	۱۰۱	دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔	۱۱۵
۱۰۲	تارک نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔	۱۰۲	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۱۵
۱۰۶	محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔	۱۰۶	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی سزائیں جائز نہیں۔	۱۱۶
۱۰۶	تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔	۱۰۶	اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔	۱۱۷
			امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھائی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔	۱۱۷

۱۳۸	طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۱۲۰	بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔
۱۳۸	جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔	۱۲۱	باب الاوقات
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔	۱۲۱	وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہو ناجائز ہے کیا ہے۔
۱۳۹	فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔	۱۲۲	نہار شرعی اور نہار غری کا فرق۔
۱۴۰	غروب شمس کی تحقیق رضوی۔	۱۲۲	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ
۱۴۸	در بارہ نماز عصر ایک وہابی خبیاط کا اعتراض اور اس کا جواب۔	۱۲۳	نہار نجومی
۱۵۰	مجمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔	۱۲۶	وقت زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔
۱۵۱	رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔	۱۳۰	یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۳۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔
۱۵۳	وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک رہتا ہے۔	۱۳۲	یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در بارہ وقت عصر قول مثیلین سے رجوع فرمایا بلکہ قول یک مثیل ہی مرجوع عنہ ہے اور قول مثیلین احوط، اصح اور از روئے دلیل رائج ہے۔
۱۵۳	جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب کسے بجے سے شروع ہوتا ہے۔	۱۳۳	اس قول پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے۔
۱۵۳	تاخیر مستحب کے معنی	۱۳۴	جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔
۱۵۳	فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔	۱۳۵	قول یک مثیل پر قول مثیلین کی وجوہ ترجیح۔
۱۵۵	اوقات بعض تجویلات کا نقشہ۔	۱۳۶	نماز عصر کا وقت مستحب اور مکروہ کیا ہے
۱۵۶	بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد میں در بارہ اذان و اقامت افضل کیا ہے۔	۱۳۶	بابت نماز عصر مولائے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔
		۱۳۷	کہ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل اور قول ادانکل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔

۱۵۶	مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔	۱۵۶	افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔	۱۵۷
۱۵۹	سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں رسالہ حاکم البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین۔	۱۵۹	لطیفہ اول	۱۵۸
۱۶۰	جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد، اور یہ بغیر سفر و مرض جائز ہے۔	۱۶۰	محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشبیح اور رخص کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔	۱۵۹
۱۶۱	کتاب الحج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	۱۶۱	بخاری و مسلم کے تیس ۳۰ سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدماء پر بلفظ تشبیح ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔	۱۶۰
۱۶۲	جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔	۱۶۲	لطیفہ دوم و سوم۔	۱۶۱
۱۶۳	دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد۔	۱۶۳	بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔	۱۶۲
۱۶۴	جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔	۱۶۴	فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔	۱۶۳
۱۶۵	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔	۱۶۵	لطیفہ چہارم	۱۶۴
۱۶۶	حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔	۱۶۶	پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بن الیاء اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔	۱۶۵
۱۶۷	نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۱۶۷	صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا۔	۱۶۶
۱۶۸	صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۱۶۸	لطیفہ پنجم، عطف ثقہ ہیں۔	۱۶۷
۱۶۹	حدیث دوم اور سوم۔	۱۶۹	وہی اور صدوق یکم میں فرق ہے۔	۱۶۸
۱۷۰	حدیث چہارم و پنجم۔	۱۷۰		۱۶۹

۲۰۶	ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ نہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔	۱۸۰	صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یئم کہا گیا۔
۲۰۶	اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا۔	۱۸۱	لطیفہ ششم و ہفتم و ہشتم
۲۱۰	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔	۱۸۲	مقام بلل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔
۲۱۱	(فا) کے لئے ترتیب ذکر کافی ہے۔	۱۸۳	چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
۲۱۱	اور عدم مہلت ہر جگہ اس کیلئے لائق ہوتی ہے۔	۱۸۴	امام سفین ابن غیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔
۲۱۱	حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں	۱۸۴	لطیفہ نہم
۲۱۳	افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔	۱۸۶	افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں
۲۱۵	لطیفہ دل ربا	۱۸۸	افادہ ثالثہ
۲۱۵	افاضہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبدالرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔	۱۹۶	افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
۲۱۶	اس کے راوی حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں۔	۱۹۶	پہلی حدیث
۲۱۸	اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم بن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جمعی متروک واقع ہے اور اس کے ضعیف پر اجماع ہے۔	۱۹۷	دوسری، تیسری، چوتھی حدیث
۲۲۰	افاضہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔	۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث۔
۲۲۱	افاضہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔
۲۲۲	امام اسحق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔	۲۰۴	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین
۲۲۴	شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔	۲۰۶	خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا اجماع ہے۔
		۲۰۶	حدیث معلول کیلئے ضعف راوی ضروری نہیں۔

۲۴۶	لطفہ	۲۴۶	حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوٰتین۔	۲۴۶
۲۴۸	لفظ (جیباً) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔	۲۴۶	اس کا جواب۔	۲۴۸
۲۵۲	فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر	۲۴۷	حدیث سائل روایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔	۲۵۲
۲۵۲	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔	۲۴۸	جواب ثانی	۲۵۲
۲۵۳	اس کا جواب اول	۲۴۲	نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ مذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔	۲۵۳
۲۵۳	قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔	۲۴۳	حدیث اول تا سوم	۲۵۳
۲۵۵	قرب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔	۲۴۴	حدیث چہارم تا ہفتم	۲۵۵
۲۵۶	قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ ۱۲ حدیثیں۔	۲۴۴	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔	۲۵۶
۲۵۷	قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔	۲۴۰	حدیث ہشتم و نہم	۲۵۷
۲۵۸	جواب دوم	۲۴۳	لطفہ اول	۲۵۸
۲۵۸	فحرمہ عشاء سر شام کے دھندلکے کو کہتے ہیں۔	۲۴۳	ٹیبلوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔	۲۵۸
۲۵۹	عبداللہ بن ابی کحیح یسار مکی مدلس ہیں۔	۲۴۵	لطفہ دوم	۲۵۹
۲۶۰	جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔	۲۴۵	لطفہ سوم و چہارم	۲۶۰
۲۶۰	جواب سوم	۲۴۵	لطفہ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم	۲۶۰
	عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفق احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفق ابیض تک، یہی روایت صحیح اور درایۃً رائج۔ اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔	۲۴۵		

۲۷۳	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث، محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔	۲۷۳	لطیفہ نهم و دهم
۲۷۸	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔	۲۷۳	فائدہ عائذہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔
۲۷۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام	۲۷۵	اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔
۲۷۹	نوع آخر حدیث سائل	۲۷۵	طریق دوم میں موصل بن اہاب صدوق لہ اوہام۔
۲۸۰	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۷۶	نعیم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقررہ ہے نہ بطور حجت
۲۸۱	نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا جا رہا۔	۲۷۶	ابوالزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں لیکن ان سے اگر لیش بن سعد روایت کریں تو مقبول۔ ذکر و جفی المیزان۔
۲۸۳	تنبیہ	۲۷۷	مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
۲۸۴	لطیفہ	۲۷۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
۲۸۷	لطیفہ	۲۷۸	مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
۲۸۹	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔	۲۷۸	مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۲۹۱	صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	۲۷۸	حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
۲۹۲	مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔	۲۷۹	فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں۔
۲۹۳	لطیفہ	۲۷۹	قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بتیس حدیثوں پر مشتمل۔
۲۹۳	مفہوم مخالف خفیہ کے نزدیک عبارات شارح غیر متعلقہ بقوات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔	۲۷۹	آیات

۲۹۴	لطیفہ	جب سوید کہیں حدثا عبد اللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبہ تو غندر مراد ہوں گے۔	۳۰۶
۲۹۷	فائدہ	حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔	۳۰۷
۳۰۰	حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہوتا	خلاصۃ الکلام	۳۰۹
۳۰۱	احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔	عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۳۱۱
۳۰۱	اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض فضائل	۳۱۱
۳۰۳	لطیفہ	بعد خلفائے اربعہ امام اعظم کے نزدیک ان کی روایت و قول کو سب صحابہ کے قول پر ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افقہ ہیں۔	۳۱۱
۳۰۳	خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔	ضحوہ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟	۳۱۴
۳۰۳	ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً موجب ضعف نہیں۔	ایک شخص نماز فجر میں تھا کسی نے کہا آفتاب نکل آیا تو وہ کیا کرے۔	۳۱۹
۳۰۳	ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔	فجر و ظہر کا آخر وقت مکروہ نہیں باقی تین کامکروہ ہے۔	۳۲۰
۳۰۴ (حاشیہ)	بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔	میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔	۳۲۱
۳۰۶	امام اعش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔	نصف النہار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے	۳۲۳
۳۰۶	جب بصری عن عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔	۳۲۳

۳۳۲	مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔	۳۳۳	جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور زیادہ سے مقدار بریلی میں۔
۳۳۲	طلوع آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔	۳۳۲	بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت
۳۳۲	ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔	۳۳۲	بحالت سفر بھی جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں گناہ کبیرہ ہے۔
۳۳۵	نماز مغرب اور اذان عشاء میں کس قدر فاصلہ درکار ہے۔	۳۳۴	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔
۳۳۶	فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔	۳۳۴	مدرسہ کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلہ کا بارہ درجے انسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔
۳۳۷	نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔	۳۳۴	وقت فجر کی ابتداء و انتہاء اور سوائے یوم النحر نماز فجر خوب روشنی میں پڑھنا سنت ہے۔
۳۳۷	نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے	۳۳۵	اور اذان بھی صبح خوب روشن ہونے پر دی جائے۔
۳۳۸	زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔	۳۳۶	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے استئذان معاف تھا۔
۳۳۹	ان بلاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ انیس منٹ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔	۳۳۶	نماز فجر کے بعد اشراق تک ذکر الہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے۔
۳۳۹	اوقات جماعت مقرر کرنا چاہئے یا نہیں۔	۳۳۶	حد اسفار کیا ہے۔
۳۳۹	پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہئے۔	۳۳۸	عورت کیلئے مطلقاً تغلیس افضل ہے۔
۳۳۰	آفتاب نکلے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔	۳۳۹	گرمیوں میں نماز ظہر کا وقت مستحب کب ہوتا ہے۔
۳۳۰	بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔	۳۳۰	حدیث کان قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثۃ اقسام الیٰ خمسۃ اقدام کا مطلب۔
۳۳۰	سجدہ شکر بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔	۳۳۳	فصل فی اماکن الصلوٰۃ
۳۳۱	فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔	۳۳۳	اگر زمین تر اور ناپاک ہے اور کوئی چیز ایسی نکلیں جس کو بچھا کر نماز ادا کرے اور وقت جا رہا ہو تو کیسے نماز پڑھے۔

۳۶۱	باب الاذان والاقامة	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۳۶۱	تشویب کے معنی اور اس کا حکم۔	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۳۶۳	مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔	۳۴۵	جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جانماز بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔
۳۶۴	صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔	۳۴۶	دوسرے کے کھیت یا بنجر اور ٹائڈ پر نماز پڑھنے کا حکم۔
۳۶۴	امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔	۳۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مخ ہو گئے غلط ہے۔
۳۶۵	اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۳۴۷	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی متخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔
۳۶۶	مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں۔	۳۴۹	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۶۸	خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہئے یا نہیں اور جب دو خطبوں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دعا کرنا چاہئے یا نہیں، جواب یاد عادل سے کر سکتا ہے یا نہیں۔	۳۴۹	موضع سجود کی حد۔
۳۶۹	خطیب جواب اذان اور دعا کر سکتا ہے۔	۳۵۱	مزارات بزرگان دین کے دائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔
۳۷۰	بارش کیلئے، دفع و باکیلئے، بعد دفن میت اذان دینا درست ہے یا نہیں۔	۳۵۱	استیعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔
۳۷۰	اذان مسجد کے دائیں طرف کہی جائے یا بائیں طرف۔	۳۵۳	حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان شترانبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۷۱	اقامت کس طرف کہی جائے	۳۵۶	تعلیق بخاری میں "عند قبر" بمعنی "الی قبر" ہے۔
۳۷۲	بارش طلب کرنے کیلئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یسین پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہی جائے کیسا ہے۔	۳۵۸	مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔
۳۷۳	بے وضو اذان دینا کیسا ہے۔	۳۵۸	علامہ طحاوی کے کلام حاشیہ مراقی الفلاح کا محمل

۳۸۴	۳۷۳	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔	سنت ہے کہ سلطان اسلام اور عالم دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کیلئے حاضر ہو۔
۳۸۴	۳۷۵	نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	صلوۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
۳۸۶	۳۷۵	حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین رضی اللہ عنہم	اقامت سے پیشتر متیم کا آواز بلند رو و شریف پڑھنا کیسا ہے۔
۳۸۶	۳۷۶	نمازہ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	ختم سحری کی اطلاع کیلئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔
۳۸۷	۳۷۶	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازہ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔	الصلوۃ سنة قبل الجمعة الصلوۃ رحمہ اللہ پکارنے کا حکم
۳۸۷	۳۷۶	حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی، صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	یوم جمعہ اذان اول کے بعد صلوۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔
۳۹۱	۳۷۶	فاسق کی اذان کا حکم۔	مسئلہ تنزیہ میں دیوبندی خیانتیں۔
۳۹۲	۳۷۸	خطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔	پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
۳۹۳	۳۷۸	نماز کیلئے جگانے کا حکم۔	چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
۳۹۴	۳۷۹	اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔	آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔
۳۹۵	۳۸۰	بروقت اقامت امام و مقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تفصیل۔	گیارہویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، ان کے مطبع گھڑ لے، صفحے دل سے بنائے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔
۳۹۶	۳۸۳	اذان و اقامت میں دونوں حج علی الصلوۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں حج علی الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔	اذان ہو چکی کسی شخص نے لاعلمی سے دوبارہ شروع کر دی، درمیان میں معلوم ہوا تو کیا کرے۔

۳۱۵	اگلوٹھے چوم کر کیا پڑھے۔	۳۹۷	اقامت کہاں کبھی جائے۔
۳۱۵	قبل نماز عید الصلوٰۃ تیر حمم اللہ الصلوٰۃ پکارنے کا کیا حکم ہے۔	۳۹۷	جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق چند سوالات۔
۳۱۷	تنبیہ علی ما وقع فی اشعۃ المعات من الزیادۃ فی الروایۃ۔	۳۹۷	مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۳۱۸	بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے تکبیر سنے۔	۴۰۵	زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔
۳۱۹	مسجد میں بلا اذان جماعت کرنا کیا ہے۔	۴۰۶	اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔
۴۲۰	اذان سنت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت۔	۴۰۸	محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین الساربتین کس کو۔
۴۲۰	امام مصلیٰ پر نہ ہو تو تکبیر کہنا جائز ہے یا ناجائز۔	۴۰۹	کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔
۴۲۱	حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے۔	۴۰۹	ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندرون مسجد۔
۴۲۱	وہابی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں	۴۱۰	اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی دلوائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔
۴۲۱	اور اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں	۴۱۲	صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔
۴۲۳	فاسق مؤذن کی اذان کا حکم۔	۴۱۳	لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔
۴۲۶	مسافر کو ترک اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔	۴۱۳	حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔
۴۲۹	رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الایمان۔	۴۱۳	بروقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔
۴۳۲	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگشت شہادت کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ یہ پہلا طریقہ ہوا۔	۴۱۴	عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قع) اور (شح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔
		۴۱۴	اذان و اقامت میں اگلوٹھے نہ چومنے والے کا حکم کیا ہے۔

۴۴۰	حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔	۴۳۳	حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ ہے۔
۴۴۱	صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۳	امام مجد مصری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی یہ تیسرا طریقہ ہے۔
۴۴۱	ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۵	خواجہ شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اس میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ بشارت کہ اندھانہ ہوگا۔
۴۴۲	لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔	۴۳۶	افادہ اول کہ حدیث صحیح ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
۴۴۲	حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔	۴۳۷	حدیث حسن احکام حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے۔
۴۴۳	تنبیہ	۴۳۹	کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔
۴۴۳	افادہ دوم کہ جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔	۴۴۰	حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔
۴۴۳	مجهول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجهول العین اور قسم سوم مجهول الحال۔	۴۴۰	صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب محتج بہا ہیں۔
۴۴۸	افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔	۴۴۰	پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعت و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
۴۴۸	حدیث منقطع کا حکم۔	۴۴۰	ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔
۴۵۰	افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔	۴۴۰	ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
۴۵۱	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔	۴۴۰	ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔

۴۶۱	فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔	۴۵۱	افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
۴۶۲	علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔	۴۵۲	تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔
۴۶۲	ابو عقیل ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔	۴۵۲	حدیث مبہم دوسری حدیث کیلئے مقوی ہو سکتی ہے۔
۴۶۵	ابن تیمیہ کی بکواس	۴۵۲	افادہ ششم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔
۴۶۸	افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔	۴۵۳	افادہ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۰ (حاشیہ)	ان امرتی لاندفع ید لاس کے معنی رائج حاشیہ نمبر امیں،	۴۵۳	اسباب طعن دس ہیں۔ بایں ترتیب۔
۴۷۲	نتیجۃ الافادات	۴۵۵	افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۲	افادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔	۴۵۶	افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۴	افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہجر ہونے کے صالح ہیں۔	۴۵۹	حدیث چلہ صوفیاء کرام۔
۴۷۴	حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔	۴۵۹ (حاشیہ)	حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھوڑے گا۔
۴۷۵	افادہ چہار دہم کہ حصول قوت کو صرف دوسندوں سے آنا کافی ہے۔	۴۵۹	افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
۴۷۵	"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔		تمذیل
۴۷۵	عرو بن واقد متروک ہیں۔	۴۶۰	حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنوں و جذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے۔ الخ
۴۷۵	ضحاک بن حمزہ ضعیف ہیں۔		

۴۷۵	افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔	۴۸۹	افادہ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔
۴۷۶	میت کو کلمہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب دور ہو جانے کا واقعہ۔	۴۹۱	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔
۴۷۷	افادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں۔ اول اعتقادات۔	۴۹۱	حدیث اصحابی کالنجوم بالیہم اقتدیتم اہتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔
۴۷۷	عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔	۴۹۳	امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔
۴۷۸	دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔	۴۹۴	افادہ ہستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔
۴۷۸	تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔	۴۹۸	فائدہ نغیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔
۴۷۸	بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔	۴۹۹	فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔
۴۷۹	نبوی ارشاد "اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقعہ میں وہ میری حدیث نہ ہو۔"	۴۹۹	بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں حدیث۔
۴۸۱	کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔	۵۰۱	افادہ ہستم ویکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔
۴۸۱	افادہ ہندہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے۔	۵۰۴	تحقیق مقام وازاحتہ اوہام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔
۴۸۶	افادہ ہجدهم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔	۵۰۵	المحاکمة بین الفاضل العلامة الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔
۴۸۸	حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔	۵۰۷	معروضۃ علی کلام الدوانی۔
۴۸۹	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔		

۵۲۹	مرغ سفید کار کھنا اچھا ہے۔	۵۱۰	ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔
۵۲۹	حدیث شدید الضعف کی تعریف۔	۵۱۱	مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔
۵۳۰	علامہ لکھنوی قدس سرہ، سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔	۵۱۲	بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں
۵۳۱	بحث قبول شدید الضعف۔	۵۱۳	عامہ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔
۵۳۳	فائدہ جلیلیہ فی احکام انواع الضعیف وانجبار ضعفا۔		امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
۵۳۸	افادہ بست و چہارم کہ حدیث کا کتب طبقہ راہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں ہے چنانچہ ضعیف شدید۔	۵۱۶	سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔
۵۳۸	قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، بابت احادیث کتب راہ کے معنی۔	۵۱۶	مسند امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔
۵۳۸	طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسما۔	۵۱۸	دار قطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معللہ سے بڑ ہے۔
۵۴۰	رموز کتب احادیث۔	۵۲۱	افادہ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔
۵۴۲	درآمد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔	۵۲۲	دماء، فروج، مضار، خباثت کے سوا تمام اشیاء میں اباحت اصل ہے۔
۵۴۳ (حاشیہ)	تفسیر ابن جریر کتب طبقہ راہ سے ہے۔	۵۲۳	افادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔
۵۴۴	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔	۵۲۵	کلبی شدید الضعف ہے۔
۵۴۶	امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔	۵۲۶	امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔
		۵۲۸	چاند گہوارہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو ہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔

۵۶۲	خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن بصری امام علیہ الرحمۃ	۵۳۸	رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد نفیسہ عظیمہ
	المنعم	(حاشیہ)	اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔
۵۶۳	تنبیہ	۵۳۸	افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر
			مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔
۵۶۵	خوشبو سوگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت	۵۳۸	ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو
	درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔		موضوع کہا۔
۵۶۸	وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں رضوی تحقیق	۵۳۸	کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۷۱	عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔	۵۳۹	شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔
۵۷۱	افادہ بست و پنجم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں	۵۵۰	تنبیہ
	تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔		
۵۷۲	چند کرامات کسی ولی سے منقذ نہیں ہوئیں لا ما شاء اللہ۔	۵۵۰	لطیفہ
	افادہ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں،	۵۵۰	مقاصد حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی
			کم فہمی ہے۔
۵۷۴	طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل اہل ایمان خاص سنت	۵۵۱	نتیجہ الافادات
	ہے۔		
۵۷۴	قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ خطائیں۔	۵۵۱	افادہ بست و ہفتم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف
			تجربہ سند کافی
۵۷۷	گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدمی وہابیت ذبح کر ڈالی۔	۵۵۵	افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتانہ ہوتا
			تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی
			ہے۔
۵۷۸	گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام	۵۶۰	فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے
	شرعیہ بالکل مٹا دیئے۔		اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
۵۷۸	کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔	۵۶۱	افادہ بست و ہفتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی
(حاشیہ)			ممانعت لازم نہیں۔
۵۷۸	مولوی گنگوہی اور مولوی اسماعیل کی خانہ جنگی۔		

۵۹۵	فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کیلئے ورود صحیح کی حاجت نہیں	۵۷۹	حکم اخیر و خلاصہ تحریر
۵۹۵	حدیث اشیاء البوین کریمین کو باوصف ضعف علماء نے احادیث صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائل نسخ نہیں۔	۵۷۹	خاتمہ فوائد منثورہ میں
۵۹۶	تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔	۵۸۰	فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے۔
۵۹۷	فائدہ ہشتم کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول۔	۵۸۰	در بارہ تفصیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔
۶۰۰	تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں نہ صرف ثواب اعمال۔	۵۸۱	مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔
۶۰۰	فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔	۵۸۲	فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔
۶۰۱	فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔	۵۸۲	کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔
۶۰۳	لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جان و ہدایت پر لاکھ من کا پہلا	۵۸۵	جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن الله من تخلف عنه" افترا ہے۔
۶۰۶	فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔	۵۸۶	فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔
۶۱۲	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔	۵۹۲ (حاشیہ)	ہمارے نزدیک ابن اسحاق صاحب مغازی کی تحقیق رائج ہے
۶۱۲	تنبیہ اخذ میں قلت مبالغہات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔	۵۹۳	تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں
۶۱۵	فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق	۵۹۳	کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔
۶۱۷	فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں	۵۹۵	فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔
		۵۹۵	تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔

۶۵۶	دلیل دوم	۶۱۷	خاتمہ۔ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفس کلام۔
۶۵۷، ۶۵۸	دلیل سوم و چہارم	۶۱۸ (حاشیہ)	حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلمہ حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۶۵۹	دلیل پنجم	۶۱۹	حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے
۶۶۰	دلیل ششم	۶۲۰	حدیث یكون فی آخر الزمان خليفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر مؤول ہے
۶۶۲	دلیل ہفتم	۶۲۱	فائدہ دوازدهم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احتق اور اوہام قاصرین نہ ماننا کابل و انہماق۔
۶۶۳	دلیل ہشتم	۶۲۱	محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل، منقطع، معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔
۶۶۳	دلیل نہم	۶۲۲	قول امام سفیان ثوری "الاسناد سلاح المؤمن الخ" در بارہ عقائد و احکام ہے۔
۶۶۴	آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے	۶۲۳	اسی طرح دیگر اقوال بابت سند۔
۶۶۵	دلیل دہم	۶۲۹	رسالہ نہج السلامة فی حکم تقبیل الالبہامین فی الإقامة۔
۶۶۶	دلیل یازدہم	۶۳۰	تھانوی صاحب کا جواب۔
۶۶۷	دلیل دوازدہم	۶۳۲	تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار
۶۶۸	دلیل سیزدہم	۶۳۳	مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔
۶۶۸	فروض کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔	۶۳۵	نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔
۶۶۹	دلیل چہار دہم	۶۴۱	"لا اصل لہا" مقتضی کراہت نہیں۔
۶۷۰	دلیل پانزدہم	۶۵۰	مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقسید قائم ہو۔
۶۷۲	تنبیہات جلیلہ	۶۵۳	رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر۔
		۶۵۴	دلیل اول

۶۷۶	تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔	۶۷۳	تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیت ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔
		۶۷۶	تنبیہ سوم



فہرست ضمنی مسائل

وضو	حظروا بابت	
نماز قبل معراج میں طہارتِ ثوب، وضو۔	۸۵	ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔
جنائز		۱۱۱
خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔
بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔	۱۲۰	اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔
نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	۳۷۵	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔
حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۳۷۵	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کونسی سزائیں جائز نہیں۔
نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	۳۷۵	احادیثِ محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔
حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	۳۷۶	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔

۶۶۸	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔	فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔
	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔	طب
۵۴۲	۳۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔	درد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔
	۳۴۹	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔	توقیت
۳۳۴	۳۴۸	نماز کیلئے جگانے کا حکم۔	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔
۳۳۴	۳۸۴	صلوٰۃ پکارنا کیا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔	مدرسہ کا عرض میرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے انسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔
	۳۸۷	الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة الصلوٰۃ وحکمہ اللہ پکارنے کا حکم	فوائد فقہیہ
۱۱۱	۴۴۲	حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔	مالی جرمانہ ناز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔
۱۲۲	۴۵۱	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔	نہار شرعی اور نہار عربی کا فرق۔
۱۲۲	۴۹۸	فائدہ نفیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔
۱۲۳	۴۹۹	فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں	نہار نجومی
۱۳۸	۴۹۹	بدھ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث	طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔
۱۳۸	۵۲۹	مرغ سفید کار کھنا اچھا ہے۔	جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔
۱۳۸	۵۶۲	خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن بصری رحمہ اللہ	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔
۱۵۱	۶۶۳	آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے۔	رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔

۳۲۸	زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔	۱۵۶	مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کیلئے اعادہ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔
۳۶۴	صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔	۱۵۹	سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں۔
۳۶۴	امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔	۱۶۰	جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔
۳۶۵	اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۱۶۲	جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔
۴۱۴	عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قح) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔	۱۶۲	دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد
۶۰۰	تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔	۱۶۲	جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔
	رسم المفتی	۲۳۴	قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔
۵۲۲	دماء فروج، مضار، خباثت کے سوا تمام اشیاء میں اباحت ہے۔	۲۳۴	قرآن وحدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں
۵۷۸ (حاشیہ)	کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔	۲۴۰	قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی
۶۴۱	"لا اصل لها" مقتضی کراہت نہیں۔	۲۴۳	فجر عشاء سرشام کے دُھند لکے کو کہتے ہیں۔
۶۷۳	تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نيات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔	۳۲۳	نصف النہار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے
	عقائد و کلام	۳۲۳	مسجد کی شرقی دیوار سے دو پہر اور دو پہر کا ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔
۶۷	کتاب اللہ کا حفظ ائم سابقہ میں خاصہ انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔	۳۲۶	فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔
۸۳	ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔	۳۲۷	نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
۹۷	مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا انا	۳۲۷	نہار عرفی و شرعی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے۔

۵۸۱	مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔	۹۹	اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔
۵۸۲	کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔	۱۰۱	ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
۵۹۶	تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔	۱۰۱	خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعیت سے ثابت ہے۔
۶۰۳	لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جان وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔	۱۰۱	مکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
	تاریخ مخد کرہ	۱۰۲	تارک نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
۷۲	حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔	۱۰۶	تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل
۷۲	اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔	۱۰۹	ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔
۱۱۵	دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔	۱۱۰	ایک وقت کی نماز قضا بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
۱۶۱	کتاب الحج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	۱۱۷	اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
۱۸۲	مقام ملل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔	۱۱۷	امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔
۲۶۷	مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے	۲۵۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔
۲۶۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔	۲۰۶	اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔
۲۶۸	مدینہ منورہ سے ذات الحجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر	۵۷۲	چند کرامات کسی ولی سے منتفک نہیں ہوتیں الا ماشاء اللہ۔

۳۹۱	مسئلہ متوثیب میں دیوبندی خیانتیں۔	۲۶۸	مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۳۹۲	پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔	۲۶۸	حوالی مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
۳۹۳	چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔	۳۵۱	اسماعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔
۳۹۴	آٹھویں، نویں، دسویں خیانت	۳۵۳	حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۹۵	گیارہویں خیانت جو سب سے اہم ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، ان کے مطبع گھڑائے، صفحے دل بنائے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔	۴۰۵	زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال میں۔
۵۷۴	افادہ سیم کہ ہم تو استحب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہائین خاص سنت ہے۔	۴۰۹	ہشام ابن عبدالملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندرون مسجد۔
۵۷۴	قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں۔	۴۱۰	اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کو سولی دلوائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔
۵۷۷	گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدمی وہابیت ذبح کر ڈالی۔	۵۳۳	تفسیر ابن جریر طبقہ رابع سے ہے (در حاشیہ)
۵۷۸	گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دیئے۔	۵۶۰	فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
۶۳۴	تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔	۵۸۲	فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں توازن و پیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔
	حدیث و اصول حدیث		ردِ بد مذہبیاں
۵۸	حدیث بخاری اعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعثمانی کے تین محمل۔	۱۳۸	در بارہ نماز عصر ایک وہابی خطا کا اعتراض اور اس کا جواب۔

۱۹۶	پہلی حدیث۔	۱۱۰	جس نے قصد نماز ترک کی اس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔
۱۹۷	دوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔	۱۵۰	مجهول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔
۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث۔	۱۶۳	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔	۱۶۷	حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
۲۰۴	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین	۱۷۲	حدیث دوم اور سوم۔
۲۰۶	حدیث معلول کیلئے ضعف راوی ضروری نہیں۔	۱۷۳	احادیث چہارم و پنجم۔
۲۱۰	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔	۱۷۵	محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشبیح اور رفض کے درمیان فرق ہے، متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔
۲۱۴	افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔	۱۷۷ (حاشیہ)	فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔
۲۱۵	افاضہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔	۱۸۴	چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
۲۱۶	اس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔	۱۸۴	امام سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔
۲۲۰	افاضہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔	۱۸۶	افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں
۲۲۱	فاضلہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۱۹۶	افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
۲۲۸	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام		

۲۷۰	قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بتیس حدیثوں پر مشتمل -	۲۳۲	اس کا جواب اول
	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول	۲۳۳	قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
۲۷۴	احادیث محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے تربیت میں۔	۲۳۵	جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔
۲۷۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام	۲۳۵	عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ انبض تک، یہی روایت صحیح اور درایت رائج، اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
۲۷۹	نوع آخر حدیث سائل	۲۳۶	حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوٰتین
۲۸۰	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۳۸	اس کا جواب۔
۲۸۱	نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا تو دوسری کا جاتا رہا۔	۲۵۲	حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
۲۸۹	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔	۲۵۲	جواب ثانی
۲۹۲	مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔	۲۵۳	نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ حذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔
۳۰۱	احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔	۲۵۳	حدیث اول تا سوم
۳۰۱	اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے	۲۵۵	حدیث چہارم تا ہفتم
۳۰۳	ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے، متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً موجب ضعف نہیں۔	۲۵۷	حدیث ہشتم و نہم
۳۰۳	ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔	۲۶۳	فائدہ عائدہ بابت حدیث سفن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا نہ استناداً نہ جواباً۔

۴۳۱	ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۰	حدیث کان قدر صلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثة اقسام الی خمسة اقسام کا مطلب۔
۴۳۲	لفظ "لایثبت" سے یہ ثابت کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔	۴۳۶	افادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
۴۳۳	افادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔	۴۳۷	حدیث حسن احکام حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے۔
۴۳۳	مجهول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجهول العین۔ اور قسم سوم مجهول الحال۔	۴۳۹	کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصریح تغلیباً ہے۔
۴۳۸	افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔	۴۴۰	حدیث کے آٹھ مراتب اور اس کے احکام۔
۴۳۸	حدیث منقطع کا حکم۔	۴۴۰	صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب محتج بہا ہیں۔
۴۵۰	افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔	۴۴۰	پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعت و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
۴۵۱	افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔	۴۴۰	ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے
۴۵۲	تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔	۴۴۰	ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
۴۵۲	حدیث مبہم دوسری حدیث کیلئے مقوی ہو سکتی ہے۔	۴۴۰	ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔
۴۵۳	افادہ ششم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جراف ہے۔	۴۴۰	حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کافرق ہے
۴۵۴	افادہ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔	۴۴۱	صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
۴۵۴	اسباب طعن دس ہیں بایں ترتیب۔		

۴۵۵	افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔	۴۵۵	افادہ چہارم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔
۴۵۶	افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔	۴۵۶	"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے
۴۵۹	حدیث چلہ صوفیاء کرام۔	۴۵۹	افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے یہ حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔
۴۵۹	حدیث کہ جوشام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھونہ کاٹے گا۔	۴۵۹	افادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں، اول اعتقادات۔
۴۵۹	افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔	۴۵۹	عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔
۴۶۰	حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنون و جذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے الخ	۴۶۰	دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔
۴۶۱	فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔	۴۶۱	تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔
۴۶۸	افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔	۴۶۸	بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔
۴۷۰	ان امرتی لاتدفع ید لاس کے معنی رائج حاشیہ نمبر امیں۔	۴۷۰	نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو۔
۴۷۲	نتیجۃ الافادات	۴۷۲	کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔
۴۷۲	افادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔	۴۷۲	
۴۷۳	افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔	۴۷۳	افادہ ہجدهم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے۔
۴۷۴	حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔	۴۷۴	افادہ ہیجدهم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔

۴۸۸	حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔	۵۱۶	مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔
۴۸۹	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔	۵۱۸	دارقطنی احادیث ضعیفہ، شاذہ، معللہ سے پر ہے۔
۴۸۹	افادہ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔	۵۲۱	افادہ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔
۴۹۱	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔	۵۲۳	افادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔
۴۹۱	حدیث اصحابی کالجورہ باہم اقتدیتہم اہتدیتہم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔	۵۲۹	حدیث شدید الضعف کی تعریف۔
۴۹۳	افادہ بستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔	۵۳۰	علامہ لکھنوی قدس سرہ، سے نظر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔
۵۰۱	افادہ بست و یکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کیلئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔	۵۳۱	بحث قبول شدید الضعف۔
۵۰۲	تحقیق مقام وازاحتہ ادھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔	۵۳۳	فائدہ جلیلیہ فی احکام انواع الضعیف وانجبارضعفہا۔
۵۱۱	مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔	۵۳۸	افادہ بست و چہارم کہ حدیث کا کتب رابعہ سے ہونا خواہی نحوای مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔
۵۱۲	بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں۔	۵۳۸	قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔
۵۱۳	عامہ مسانید، معاجیم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔	۵۳۸	طبقہ ثانیہ وثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسمائی۔
۵۱۴	امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔	۵۴۰	رموز کتب احادیث۔
	سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔	۵۴۶	امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔

۵۷۱	افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔	۵۳۸ (حاشیہ)	رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائدِ نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔
۵۸۰	در بارہ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔	۵۳۸	افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعیف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔
۵۸۵	جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" افتراء ہے۔	۵۳۸	ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔
۵۸۶	فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۳۸	کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۹۲ (حاشیہ)	ہمارے نزدیک ابن اسحاق صاحبِ معاری کی توثیق رائج ہے۔	۵۳۹	شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔
۵۹۳	تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۵۰	مقاصدِ حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
۵۹۴	کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔	۵۵۱	تنبیہ الافادات۔
۵۹۵	فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہبِ محققین ہے۔	۵۵۱	افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی
۵۹۵	تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔	۵۵۵	افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتانہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلماتِ علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔
۵۹۵	فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کیلئے ورود صحیح کی حاجت نہیں	۵۶۱	افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔
۵۹۵	حدیث احیاء ابویں کریمین کو باوصف ضعیف علماء نے احادیث صحاح کا ناخن قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائل نفع نہیں۔	۵۶۸	وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔
۵۹۷	فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول۔	۵۷۱	عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔

۶۲۰	حدیث یکون فی آخر الزمان خلیفۃ لایفضل علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے۔	۶۰۰	فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
۶۲۱	افادہ دوازہم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال و ازہاق۔	۶۰۱	فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔
۶۲۱	محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔	۶۰۲	فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔
	اسماء الرجال	۶۱۲	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔
۶۲	امام ابن عاصم عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن وفات۔	۶۱۲	تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔
۹۳	سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔	۶۱۵	فائدہ دہم احادیث طبقی رابعہ کے متعلق۔
۱۶۷	نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۱۷	فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں
۱۶۸ (حاشیہ)	صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۱۷	خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
۱۷۳	افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔	۶۱۸ (حاشیہ)	حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۱۷۶	بخاری و مسلم کے تیس ۳۰ سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدماء پر بلفظ تشبیح ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسما۔	۶۱۹	حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے۔

۲۶۵	طریق دوم میں مومل بن اباب صدوق لہ اوہام۔	۱۷۷	بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
۲۶۶	نعیم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرر نہ ہے نہ بطور حجیت۔	۱۷۸	پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنالیہ اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔
۲۶۶	ابوالزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں لیکن ان سے اگر لیش بن سعد روایت کریں تو مقبول، ذکر وجہ فی المیزان۔	۱۷۹ (حاشیہ)	صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا
۳۰۳	خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔	۱۸۰	لطیفہ پنجم، عطا ثقہ ہیں۔
۳۰۴ (حاشیہ)	بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔	۱۸۰	وہی اور صدوق یحکم میں فرق ہے۔
۳۰۶	امام اعظم کا اسم مبارک سلیمان ہے۔	۱۸۰	صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یحکم کہا گیا۔
۳۰۶	جب بصری عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۲۰۶	خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع ہے۔
۳۰۶	جب سدید کہیں حدیث عبد اللہ بن ابی مبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بنار کہیں عن محمد بن شعبہ تو غندر مراد ہوں گے۔	۲۰۶	ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابوالطفیل صحابی کو مقدوح و مجروح بتایا۔
۳۰۷	حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد بن ابی خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔	۲۰۶	اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا۔
۳۶۲	علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔	۲۱۸	امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم بن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
۳۶۲	ابوعقار ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔	۲۲۲	امام اسحاق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
۳۶۵	ابن تیمیہ کی بکواس۔		شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔
۳۷۵	"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔	۲۳۵	عبد اللہ بن ابی کحیح یسار مکی مدلس ہیں۔
		۲۶۵	یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔

۴۷۵	فوائد اصولیہ	عمر و بن و اقد متروک ہیں۔
۴۷۵	محمّل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔	ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔
۱۰۶	جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوح عنہ ہے۔	ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔
۱۳۴	قول یک مثل پر قول مثلیں کی وجوہ ترجیح۔	کلبی شدید الضعف ہے۔
۱۳۵	(فا) کیلئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔	امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔
۲۱۱	اور عدم مہلت ہر جگہ اس کیلئے لائق ہوتی ہے۔	فضائل و مناقب
۲۱۱	حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔	توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
۲۲۶	لفظ (جسبیا) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔	حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہوتا۔
۲۹۱	صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۲۹۳	مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارح غیر متعلقہ بقوالب میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا
۳۲۴	مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔	مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۳۱۲	صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔	امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔
۴۱۳	لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے جی علی الصلوٰۃ اور جی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔	چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو ہلانا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔
۵۰۵	المحاکمة بین الفاضل العلامة الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔
۵۰۷	معروضہ علی کلام الدوانی۔	خوشبو سوگندہ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

۱۵۵	اوقات بعض تہذیبات کا نقشہ۔	۶۳۴	مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔
	متفرقات	۶۳۵	نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔
۳۱۴	ضحوہ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟	۶۵۰	مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تفسید قائم ہو۔
۳۲۱	میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔	۶۷۶	تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔
۳۳۲	بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت۔		طبیعیات
۵۷۹	خاتمہ فوائد منشورہ میں۔	۱۳۷	کرہ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل اور قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔
۵۸۰	فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے۔		ہندسہ و ریاضی
		۱۵۴	فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتاب الصَّلٰوة

مسئلہ (۲۴۹): از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خان ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔
بیّنوا توجروا۔

الجواب:

الحمد لله وحده* والصلوة والسلام على من لا نبي بعده* وعلى آله وصحبه المكرمين عنده۔	اللہ ہی کیلئے تعریف ہے جو اکیلا ہے اور صلوٰۃ و سلام اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)

نماز پنجگانہ اللہ عز و جل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

نہ ملی، بنی اسرائیل پر دو ۲۰ ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار ۴ رکعتیں دو ۲ صبح دو ۲ شام، وہ بھی ان سے نہ بھی سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں ثم ردت الی خمس صلوات. قال: فأرجع الی ربك فأسأله التخفيف فانه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فمأقماوا بهما¹ یعنی پھر پچاس ۵۰ نمازوں کی پانچ ۵ رہیں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو ۲ نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انہیں بھی بجا نہ لائے۔ علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ورد ان بنی اسرائیل کلّفوا برکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی۔ و رکعتین عند الزوال، فمأقماوا بما کلّفوا به ² ۔	روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو ۲ رکعتیں صبح اور دو ۲ رکعتیں رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ دو ۲ رکعتیں زوال کی بھی تھیں مگر وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے۔ (ت)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں اُن میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی، مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا:

ومنها مجموع الصلوات الخمس، ولم تجمع لاحد غیرهم ³ ۔	اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کیلئے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

شرح زر قانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا:

هذا هو الصواب، وموقع في البيضاوي انه فرض عليهم خمسون صلاة في اليوم والليلة. فقال السيوطي: هذا غلط، ولم يفرض على بنی اسرائیل خمسون صلاة قط بل ولا خمس صلاة، ولم تجمع الخمس	یہی درست ہے اور جو بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، تو سیوطی نے کہا کہ یہ غلط ہے، ان پر پچاس نمازیں کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کیلئے

¹ سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۸/۷۸

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲/۶

³ المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع خصائص تعلق بالصلوٰۃ، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۱/۲

الالهذه الامة، وانما فرض على بنى اسرائيل صلاتان فقط، كما في الحديث ¹ ۔	جمع کی گئی ہیں۔ بنی اسرائیل پر تو صرف دو نمازیں فرض تھیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (ت)

لمعات شیخ محقق دہلوی و شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے: مجموع هذه الخمس من خصوصياتنا² (ان پر پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔ ت) اشعة المعات میں ہے: مجموع خمس اوقات مخصوص ایں امت ست³ (پانچ اوقات کا مجموعہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ ت) تیسیر و سراج المنیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث و صلوا خمسکم (اور پڑھو اپنی پانچ نمازیں۔ ت) لکھا: اضافها اليهم لانها لم تجتمع لغیرهم⁴ (اپنی کہہ کر) پانچ نمازوں کو امت کی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ کسی اور امت کیلئے یوں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) بلکہ یہ معنی عہ خود ارشاد حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد و بیہقی سنن میں بسند حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

عہ: فان قلت الم تذكر بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اتقوا الله و صلوا خمسكم ⁵ فانه حديث صحيح رواه الترمذی وحسنه وصححه وابن حبان والحاكم عن ابی امامة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولقد احتجوا به على الاختصاص قال العلامة الزرقانی حجة ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اتقوا الله و صلوا خمسكم فاضافتها اليهم يعطى ذلك ⁶ اه وقد نقلت كلام العزیزی والمناوی فما معنی هذا الترقی۔	فان قلت (اگر یہ اعتراض ہو کہ) کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی یاد نہیں رہا اتقوا اللہ و صلوا خمسکم (اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو) کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے اسے روایت کر کے حسن و صحیح قرار دیا۔ ابن حبان اور حاکم نے ابوالمامہ باہلی سے روایت کیا اور علماء نے اس سے اختصاص پر استدلال کیا ہے علامہ زرقانی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ سے ڈرو اور اپنی نمازیں ادا کرو۔ نماز کی اضافت اس امت کی طرف کرنا، اس خصوصیت کا فائدہ دیتی ہے۔ میں نے عزیز و مناوی کا کلام نقل کر دیا ہے تو اس ترقی کا کیا معنی۔

1 شرح الزرقانی علی المواب فی المقصد الخامس تخصیصہ علیہ السلام بخصاص المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر، ۱۴۱/۶

2 لمعات التبیح الفصل الثانی کتاب الصلوٰۃ باب المواقیف مکتبۃ المعارف العلویہ لاہور ۲۳۱/۲

3 اشعة المعات الفصل الثانی کتاب الصلوٰۃ باب المواقیف مکتبۃ نور یہ رضویہ سکھر ۲۸۷/۱

4 السراج المنیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ۱۱ اتقوا اللہ و صلوا خمسکم ۱۱ مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر ۳۷۱/۳

5 شرح الزرقانی، مقصد رابع مطبوعہ عامرہ مصر ۴۲۴/۵ و ۴۲۵

6 شرح الزرقانی، مقصد رابع مطبوعہ عامرہ مصر ۴۲۴/۵ و ۴۲۵

نے نمازِ عشا کی نسبت فرمایا:

اعتبوا بهذه الصلوة فانكم فضلتم بها على سائر الامم ولم تصلها امة قبلكم ¹ ۔	اس نماز کو دیر کر کے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پر ظاہر کہ جب نمازِ عشا ہمارے لئے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا۔ رہا ہمارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد ² ۔	یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کیلئے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول: ببلی ولكن لی فی كونه حجة فی المقام مقال فان امر الاضافات اوسع من هذا تقول ربكم ونبیکم بل فی آخر نفس الحديث تدخلوا الجنة ربكم وزاد فی رواية وعند الخلی وحجوا بیت ربکم وایضاً يجوز التخصیص باعتبار اهل الزمان وایضاً قد ثبت خصوصنا فیها بوجوه کما یأتی فلا یدل علی خصوص نفس الخمس ولولبالجمع واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منه (م)

اقول: (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں، لیکن اس حدیث کو اختصاص پر دلیل بنانے میں مجھے اعتراض ہے کیونکہ اضافتوں کا معاملہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ تم کہتے ہو رَبُّکُمْ وَنَبِیُّکُمْ (تمہارا رب اور تمہارا نبی) بلکہ اس حدیث کے آخر میں ہے تدخلوا الجنة ربکم (اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے) اور خلی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے وحجوا بیت ربکم (اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ ان مثالوں میں اضافت موجود ہے مگر اختصاص نہیں کیونکہ رب صرف مخاطبین کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہل زمانہ کے بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بناء پر ثابت ہے جیسا کہ آرہا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

¹ سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ مجتہبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۶

² الخصائص الکبریٰ باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

امام محمد محمد بن امیر الحاج حلبی علیہ میں بعض علماء سے ناقل هذه الصلوات تفرقت في الانبياء وجمعت في هذه الامة¹ (یہ نمازیں باقی انبیاء کو متفرق طور پر عطا کی گئیں اس امت کے لئے جمع کر دی گئیں۔ ت) علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں: لم تجمع لاحد غیرهم من الانبياء والامم² (اس امت کے علاوہ باقی انبیاء اور امتوں میں سے کسی کیلئے یہ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) اُسی میں ہے:

ولایعارضہ قول جبریل فی حدیث المواقیت حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك، لان المراد، كما قال الرافي، انه وقتهم اجمالا، وان اختص كل منهم بوقت ³ ۔	اور اس کے معارض نہیں ہے جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کا بھی۔ حدیث مواقیت کے مطابق جبریل نے یہ بات اُس وقت کہی تھی جب انہوں نے رسول اللہ کو پانچ نمازیں پڑھائی تھیں عدم تعارض کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات دیگر انبیاء کو اجمالی طور پر ملے تھے، انفرادی طور پر تو ہر نبی کو ان میں سے کچھ وقت دیے گئے تھے۔ (ت)

لمعات وشرح ابن حجر مکی میں ہے:

واللفظ للاول، قوله هذا وقت الانبياء من قبلك، يدل بظاهرة على ان الصلوات الخمس كانت واجبة على الانبياء عليهم الصلاة والسلام، والمراد التوزيع بالنسبة الى غير العشاء، اذ مجموع هذه الخمس من خصوصياتنا، واما بالنسبة اليهم فكان	اور لفظ لمعات کے ہیں۔۔ جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور پہلے انبیاء کا بھی، بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پانچ نمازیں پہلے انبیاء پر واجب تھیں لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ عشاء کے علاوہ باقی نمازیں دیگر انبیاء پر تقسیم کی گئی تھیں کیونکہ پانچ نمازوں کا مجموع ہماری خصوصیات میں سے ہے۔ باقی انبیاء کو تو عشاء

عہ: رواہ ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وستأتی تخریجاً جاتہ ۱۲ منہ (م)
اسے ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس کی تخریجات آگے آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ حلبی المحلی شرح منیہ المصلی

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۳/۵

³ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۵/۵

ماعداء العشاء متفرقا فيهم، كما جاء في الاخبار	کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔ (ت)

1

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الصلوات الخمس لم تجتمع لغيره ولغير امته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. ولا لنبی قبلہ. فانما الانبياء قبلہ كانت لهم صلاة موافقة لبعض هذه. دون مجموعها ² ۔	پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے علاوہ کسی امت کیلئے جمع نہیں کی گئیں، نہ آپ سے پہلے کسی نبی کیلئے۔ پہلے انبیاء کو جو نمازیں ملی تھیں تو ان میں سے ہر نبی کی نماز ان اوقات میں سے کسی ایک وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجموع طور پر پانچ نمازیں ان میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (ت)

اقول: مگر فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وكل ما ذكره فلا يفيد المدعى. او معارض بما هو اصح واقوى. كما فصلنا ذلك في تحرير مستقل لنا في هذا المقال. كتبناه بتوفيق الله تعالى بعد ورود هذا السؤال. ملخصه انهم احتجوا على ذلك بأحاديث وأثار. منها حديث صحيح مسلم عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه في خبر الاسراء فاعطى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلاثا. اعطى الصلوات الخمس. واعطى خواتيم سورة البقرة. وغفر لمن لم يشرك بالله من امته شيئا المقدمات فانه ظاهر في اختصاصها به صلى الله تعالى عليه وسلم ³ ۔	یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثبات مدعی کیلئے مفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل تحریر میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے میں عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورہ بقرہ کی آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر شخص کی مغفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہیں۔ (ت)

1 لمعات التفتیح مواقف الصلوة الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ معارف علمیہ لاہور ۲۳/۱۲

2 نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرمۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۷/۲

3 الصحیح المسلم باب فی قول اللہ تعالیٰ ولقد راہ نزولہ اخری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور ۹۷/۱

میں کہتا ہوں: ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موقعہ اکرام خاص کا تھا اس لئے پانچ نمازیں بھی آپ کیلئے خاص ہونی چاہئیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کیلئے خاص ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ کو تین ۳ چیزیں) یعنی اُن فضائل میں سے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اہ (ت) میں کہتا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے۔ تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دین الہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالیٰ سیدنا اسماعیل ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ کے بارے میں فرماتا ہے "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکوٰۃ، اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ، جب تک میں زندہ رہوں" اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو، ورنہ پہلے انبیاء کے اوقات نماز وہی تھے جو ہمارے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

قلت: وذلك لانه كان محل الاكرام الخاص فينبغي اختصاص الخمس ايضاً به صلى الله تعالى عليه وسلم كالباقين۔ قال في نسيم الرياض (فاعطى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلاثاً) من الفضائل المخصوصة به صلى الله تعالى عليه وسلم¹ اھ۔ اقول: لك ان تقول بعد تسليم لزوم الخصوص في كل عطاء يعطى في مقام الاختصاص، لا يلزم الخصوص من كل وجه، فقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات الله تعالى وسلامه عليهم وفي كل دين الهی، كما قال تعالى في سيدنا اسمعيل على ابنه الكريم وعليه الصلاة والتسليم، وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ² وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِمْ مَرْضِيًّا³۔ وقال عزوجل عن عبده عيسى عليه الصلاة والسلام، وَأَوْصِنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا⁴۔ وفي الحديث عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لاخير في دين لا صلوٰۃ فيه⁴ وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه الاوقات، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك⁵۔

1 نسیم الریاض شرح الفقہاء فصل فی تعظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۶/۲

2 القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۵۵

3 القرآن، سورہ مریم ۱۹، آیت ۳۱

4 سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خبر الطائف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷ نوٹ: جو حدیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لا صلوٰۃ فیہ کی جگہ

"لا رکوع فیہ" ہے واللہ تعالیٰ اعلم نذر احمد سعیدی

5 مشکوٰۃ المصابیح باب المواقیت مطبوعہ مجتبیٰ دہلی، ص ۵۹

آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔ اور عبد اللہ ابن مسعود کے قول اعطی الصلوة الخمس کا یہ مطلب نکالنا کہ آپ کو اجتماعی طور پر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو عبد اللہ ابن مسعود یوں کہتے اعطی الصلوة خمساً یا یہ کہتے اعطی خمس صلوات² (جبکہ انہوں نے اعطی الصلوات الخمس کہا ہے) بایں ہمہ اگر فرضیت کو کسی وصف کے ساتھ مقید کرنا ہی ہے	وصرف الفرض الى اجتماع الخمس قد يأباه ظاهر اللفظ. اذ لو اريد هذا لقال اعطى الصلوات خمساً. او اعطى خمس صلوات. ومع ذلك اذا صرف الى وصف فحينئذ نقول بموجبه. فالخمس على هذه الصفة لم تكن لاحد قبلنا. فان الله تعالى خصنا بالاذان والاقامة والبسملة والتأمين¹ الذي ما حسدتنا عه اليهود على شئ من ما حسدتنا عليه وعلى السلام. وجعلنا نصف كما تصف الملائكة عند ربها. وجعل لنا الارض مسجد او طهوراً۔
تو اس کے مطابق ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح کی پانچ نمازیں ہم پر فرض کی گئی ہیں اس طرح ہم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اذان، اقامت، بسم اللہ اور آمین کہنے کے ساتھ مختص کیا ہے۔ جبکہ آمین اور سلام میں جتنا یہودی ہمارے ساتھ حسد کرتے تھے اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح ہم صفیں بناتے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے رب کے رُوبرو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے	ونقول: خصصنا بأن امضى فريضته وخفف عن عبادة، فهي خمس. وهي خمسون. تفضلاً من ربنا تبارك وتعالى ببركة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم۔ ومنها² حدیث ابن جریر والبخاری وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ والبیہقی عنہ وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ فیہ قولہ

عہ رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجہ
بسند صحیح عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اسے امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام المومنین کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

¹ الادب المفرد باب فضل السلام حدیث ۹۸۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۶

² اعطی الصلوات خمساً، اعطی خمس صلوات، اعطی الصلوات الخمس، ان جملوں کے مفہوم میں جو فرق ہے اس کو اردو ترجمے میں واضح کرنا ممکن نہیں ہے، مختصر آپ یہ سمجھ لیں کہ پہلی دو عبارتیں پانچ کی تخصیص کا تقاضا کرتی ہیں یعنی پانچ نمازیں آپ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تیسری عبارت، جو کہ حدیث میں بھی وارد ہے، تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی۔ (دائم)

تمام روئے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے، یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف کے ساتھ مختص کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے اور بندوں سے تخفیف بھی کردی، اب پڑھی پانچ جاتی ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس^{۵۰} ہو جاتی ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر، بزار اور ابویعلیٰ نے ابوہریرہ سے اور بیہقی نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حصے عطا کئے ہیں: (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف (۸) نبی عن المنکر۔ زرقانی نے (اس کی شرح کرتے ہوئے) کہا (اور نماز) یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (اور صدقہ) یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے دو میں سے ایک قول کے لئے یعنی اس قول کے لئے رمضان امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت) میں نے کہا (دلیل اس بنا پر ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت ذکر کی تھی جو اس کے ساتھ مختص تھی۔ تو موقعہ کا تقاضا یہی تھا کہ جو ایسے عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کیلئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہیں	عزوجل لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم حين ذكر ما اعطى الانبياء السابقين عليهم الصلاة والتسليم من الفضائل: اعطيتك ثمانية اسهم، الاسلام (۱) والهجرة (۲) والجهاد (۳) والصلاة (۴) والصدقة (۵) وصوم رمضان (۶) والامر (۷) بالمعروف والنهي عن (۸) المنكر۔ قال الزرقاني (والصلاة) اي مجموع الصلوات الخمس (والصدقة الزكاة (وصوم رمضان) وفيه حجة لاحد القولين في اختصاصه بالامة المحمدية^۱ الخ۔ قلت: اي وقد ذكر صلى الله تعالى عليه وسلم لكل نبى ما خص به من الكرامات، فالمحل قاض بان يجاب بما خص به من جلائل الفضائل۔ اقول: نعم، لا بد للخصوص من وجه، اما مطلقاً فلا، فقد كان الجهاد في الامم السابقة قال تعالى وَكَانَ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رَاسِيُونَ كَثِيرٌ^۲۔ الاترى

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۲۰۶/۱۲۱

^۲ القرآن ۱۳۶/۳

الی قوله. والامر بالمعروف والنهي عن المنكر، ويستحيل نفيهما عن الانبياء السابقين، عليهم الصلاة والسلام. فما كانوا يبعثون الالهذا. وقد انجى الله تعالى قوما كانوا ينهون اصحاب السبت معذرة الى ربهم ولعلمهم يرجعون. ولم تزل الصدقة في الامم، وتقدم قوله تعالى

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ¹ فَانْبَأَ الْمَرَادُ لَمْ يَعْطُوا عَلَى صِفَةِ اعْطَى نَبِينًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. احلت له الغنائم ولم تحل لاحد قبله. والصدقة تؤخذ من اغنيائنا وترد على فقرائنا. وامرنا بالمعروف ونهينا عن المنكر بأعلى وجوهه وهو الجهاد، وامر الجهاد في شرعنا اقوى منه في سائر الشرائع. قاله الرازي عن القفال. فكذاك خصصنا في الصلاة بأشياء لم يعطهن احد قبلنا. والله الحمد.

ومنها² ما نقل الامام الفقيه ابواليث السمرقندي رحمه الله تعالى في تنبيه الغافلين عن كعب الاحبار رضي الله تعالى

کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کتے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی۔" کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں مذکور اس قول کی طرف "اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کیلئے جاتے تھے اور (اسی نبی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحابِ سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے رُوبرو اپنا عذر پیش

کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح شائد اصحابِ سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ صدقہ و زکوٰۃ کا حکم امتوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کیلئے حلال کر دی گئی، حالانکہ اس سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کی گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے (حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلادیا کرتی تھی یونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے۔ کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے، یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے۔ یعنی اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں یعنی اذان اقامت وغیرہ (وللہ الحمد ت) امام فقیہ ابوالیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا

اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمے میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری کر دوں گا اور تیسری کیلئے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور پونہ تھیں کے بدلے اُن کیلئے آسمان کے دروازے کشادہ کر دوں گا۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہر گز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کیلئے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا و مافیہا سے اُن کیلئے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اس کی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

عنه قال: قرأت فی بعض ما انزل الله تعالى علی موسیٰ علیه الصلوة والسلام یا موسیٰ! رکعتان یصلیهما احمد وامته، وهی صلاة الغداة، من یصلیهما غفرت له ما اصاب من الذنوب من لیلہ ویومہ ذلک ویكون فی ذمتی۔ یا موسیٰ! اربع رکعات یصلیهما احمد وامته، وهی صلاة الظهر، اعطیهم بأول رکعة منها المغفرة، وبالثانیة اقل میزانهم، وبالثالثة اوکل علیهم الملائكة یسبحون ویستغفرون لهم، و بالرابعة افتح لهم ابواب السماء ویشرفن علیهم الحور العین۔ یا موسیٰ! اربع رکعات یصلیهما احمد وامته، وهی صلاة العصر، فلا یبقی ملک فی السموات والارض الا استغفر لهم، ومن استغفر له الملائكة لم اعذبه۔ یا موسیٰ! ثلاث رکعات یصلیهما احمد وامته حین تغرب الشمس، افتح لهم ابواب السماء۔ لا یسألون من حاجة الا قضیتها لهم۔ یا موسیٰ! اربع رکعات یصلیهما احمد وامته حین یغیب الشفق، هی خیر لهم من الدنیا وما فیها یشرجون من ذنوبهم کیوم ولدتهم امهم۔ یا موسیٰ! یتوضؤ احمد وامته کما امرتهم، اعطیتهم بكل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها کعرض السماء والارض۔ یا موسیٰ! یصوم احمد وامته شهرا فی کل سنة، وهو شهر رمضان،

زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے عطا فرمائیں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلة القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیں گا۔ اے موسیٰ! امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور، اور ان میں سے کسی پر باپ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ) اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات سے محبت کی بنا پر ہم نے اس کو تمامہ بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات سے کامل حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! (ت) میں کہتا ہوں: اگر اس روایت سے اختصاص پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے، نہ کہ پانچ کا مجموعہ، کیونکہ اس روایت میں

اعطیہم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنة، و اعطیہم بكل خیر یعملون فیہ من التطوع اجر فریضة، واجعل فیہ لیلة القدر، من استغفر منهم فیہا مرة واحدة نادماً صادقاً من قلبہ، ان مات من لیلہ او شہرہ اعطیتہ اجر ثلاثین شہیداً۔ یا موسیٰ! ان فی امة محمد رجلاً یقومون علی کل شرف یشہدون بشہادة ان لا الہ الا اللہ، فجزاؤہم بذلك جزاء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ورحمتی علیہم واجبة، وغضبی بعید منهم، ولا احجب باب التوبة عن واحد منهم ماداموا یشہدون ان لا الہ الا اللہ^۱۔

سردنہات تماماً، حبالباً فیہا من النفائس رزقنا اللہ تعالیٰ الحظ الاوفیٰ منها بمنہ وکرمہ* وجاہ حبیبہ قاسم نعبہ* صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آمین۔

اقول: ان تم الاحتجاج به علی الاختصاص، دل علی خصوص کل من الخمس، لاکل الخمس، فانه قال فی کل، یصلیہا احمد وامته صلی اللہ تعالیٰ

^۱ تنبیہ الغافلین باب فضل امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۰۴

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی¹، فلیکن المقصود بالذکر عطاءہم ما رتب علیہا من الفضائل۔

ومنہا اثر الامام العیشی، مروی الامام الطحاوی، و سیأتی الکلام علیہ۔ ونحوہ ما ذکر فی الحلیۃ عن بعضهم، قال: هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلاة والسلام وجعت فی هذه الامة، ف ذکر الفجر لآدم والظهر لابراہیم والعصر لسليمن والمغرب لعيسى علیہم الصلاة والسلام، ثم قال: واما العشاء فخصصت بها هذه الامة²۔

اقول: توجیہ الاستدلال انہ وان ذکر اختصاص هذه الامة: لكن لم يقل من بين سائر الامم، ولم يذكر ان نبيا صلاها، كما ذكر في سائرہا۔

ہر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ادا کرے گی، نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو عطا کئے جائیں گے۔ (ت) اور ان میں سے امام عیشی کا وہ اثر ہے جسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عنقریب آ رہا ہے، اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو حلیہ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ نمازیں باقی انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کیلئے جمع کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید ذکر کیا ہے کہ فجر آدم علیہ السلام کیلئے تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لئے، عصر سلیمان علیہ السلام کیلئے، اور مغرب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ امت مخصوص کی گئی ہے اھ (ت) میں کہتا ہوں: (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نمازِ عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ "باقی امتوں میں سے"

1 مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء فصل ثالث، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص ۷۷

2 شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطیٰ ای الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۱ھ، شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع فی فضل اللہ بہ

مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۳۳۳ھ

فالظاهر التخصيص بهذه الامة مطلقاً. اعني بالنظر الى الامم والانبياء جميعاً. وقد بدا الكلام ايضاً بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وهذه الامة فهو المتبادر ههنا ايضاً لاقصر المقابلة على الامم دون الانبياء عليهم الصلاة والسلام۔

اقول: ويغني عن الكلام عليه ما يأتي في كلام ابن عائشة رحمه الله تعالى۔

ومنهاً حديث سيدنا معاذ. الصحيح الباري العشاء. انكم فضلتم بھا على سائر الامم¹. احتج به الامام الجليل الجلال السيوطي رحمه الله تعالى في الخصائص الكبرى على كون العشاء لم يصلها احد قبله² صلى الله تعالى عليه وسلم۔

اقول: سبخن من لا يزل المقابلة ههنا بيننا وبين سائر الامم. فكيف دل على انتفائها عن سائر الانبياء سوى نبينا صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم. واعجب منه ان ذكر العلامة الزرقاني

نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ یہ نماز کسی اور نبی نے بھی پڑھی تھی، جیسا کہ باقی نمازوں میں یہ بیان کیا ہے تو اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ یہ امت مطلقاً اس نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نسبت باقی امتوں کے بھی اور انبیاء کے بھی (یعنی یہ نماز اس سے پہلے نہ کسی امت نے پڑھی نہ کسی نبی نے) نیز اس عبارت کی ابتداء میں اس امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشاء کے ساتھ اختصاص نسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف امتوں کی نسبت ہو اور انبیاء کی نسبت نہ ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس پر جرح کیلئے وہ بحث کافی ہے جو عنقریب ابن عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آ رہی ہے۔ اور ان میں سے حضرت معاذ کی صحیح حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس میں عشاء کے بارے میں ہے کہ تمہیں اس کے ذریعے تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس حدیث سے امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

میں کہتا ہوں: پاک ہے وہ ذات جس سے لغزش نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں تقابل، ہمارے اور باقی امتوں کے درمیان ہے۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی نے بھی نہیں پڑھی۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے

¹ الخصائص الكبرى باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعه نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۴۱/۲

² الخصائص الكبرى باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعه نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۴۱/۲

کہ عنقریب علامہ عیشی کا جو قول آرہا ہے کہ کچھلی عشاء سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے، اس کے ذیل میں علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ اس قول کا معارضہ کیا گیا ہے اس روایت سے جو مسند کی شرح میں ہے (یہ شرح امام رافعی شافعی کی ہے) کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لئے تھی اھ۔ پھر علامہ زرقانی نے اس پر استدراک کرتے ہوئے کہا ہے: "لیکن طحاوی کی خبر (یعنی عیشی کے اثر) کی تائید کرتی ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث۔ (ت)	تحت قول العیشی الاثی، اول من صلی العشاء الاخرة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مانصبہ: وعورض بہا فی شرح المسند (ای للامام الرافعی الشافعی) ان العشاء لیونس علیہ الصلاة والسلام اھ۔ ثم استدرك بقوله، لكن یؤید خبر الطحاوی (ای اثر العیشی) حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ¹ اھ۔
میں کہتا ہوں کاش میری سمجھ میں آسکے کہ تائید کس طرح کرتی ہے جبکہ حدیث معاذ میں انبیاء کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ زرقانی نے مزید کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کے ذریعے سے تم کو فضیلت دی گئی ہے، معارض ہے اس روایت سے کہ عشاء یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تھی۔ (ت) میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے تم کو باقی امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اگر باقی امتوں کیلئے یہ نماز ثابت نہ ہو (جیسا کہ حدیث معاذ کا تقاضا ہے) اور بعض انبیاء کیلئے ثابت ہو (جیسا کہ شرح مسند میں ہے) تو اس میں کیا تعارض ہے؟ (ت) اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی نے	اقول: لیت شعری، من این جاء التأيید، و لاتعرض فیہ بذكر الانبياء علیہم الصلاة والسلام؟ قال: فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فضلتم بہا، یعارض رواية ان العشاء لیونس علیہ الصلاة والسلام²۔ اقول: انما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضلتم بہا علی سائر الامم، وای تعارض بین النفی عنہم والثبوت لبعض الانبياء علیہم الصلاة والسلام۔ ومنہا قال الامام السيوطی فی

¹ شرح الزرقانی علی المواہب خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۲۲۵

² شرح الزرقانی علی المواہب خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۲۲۶

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کیلئے اتنا اندھیرا کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہو گئی پھر آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو۔" یا آپ نے یوں فرمایا: "تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو۔" اہ میں نے کہا: یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت) اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احمد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "سُنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو" اہ (ت) میں کہتا ہوں: تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں میں ایسی کوئی بات نہیں جو امام سیوطی کے اس مدعی کیلئے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

الباب المزبور اخرج البخاری عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة بالعشاء حتی ابھار اللیل. ثم خرج فصلی. فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ. ابشروا من نعمة اللہ علیکم انه لیس احد من الناس یصلی هذه الساعة غیرکم۔ او قال ماصلی هذه الساعة احد غیرکم¹۔ اھ قلت: واخرجه مسلم ایضاً²۔

ومنها قال رحمہ اللہ تعالیٰ. واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة العشاء. ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاة. فقال: اما انه لیس من اهل هذه الادیان احد یذكر اللہ تعالیٰ هذه الساعة غیرکم³۔ اھ

اقول: وانت تعلم ان لیس فی شیء منها ما یدل علی مدعاه. من ان العشاء لم یصلها نبی قبل نبینا صلی اللہ

¹ الخصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس، مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲

² صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخیرہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

³ الخصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲

تعالیٰ علیہ وعلی الانبیاء وبارک وسلم، بل لاتصريح فيه بنفي ان صلاها احد ممن قبلنا من سائر الامم؛ بل ولانفي ان صلاها الليلة احد سوانا؛ انما فيه نفي صلاة غيرنا تلك الساعة. فيجوز ان يكون الناس صلوا عاجلين، فانما نفي الانتظار لانفس الصلاة ومثله ما للبخاري ومسلم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما. ليس احد من اهل الارض، زاد مسلم، الليلة. ينتظر الصلاة غيركم¹۔ ولهما عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها، وفيه، ما ينتظرها احد من اهل الارض غيركم²۔ بل اخرجه احمد والبخاري ومسلم والنسائي وابن ماجة عن انس رضي الله تعالى عنه، وفيه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم، قد صلى الناس وناموا، وانكم في صلاة ما تنتظرونها³۔ ونحوه لاحمد وابي داود والنسائي وابن ماجة من حديث ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه۔ فهذا وجه والثاني: ان يكون المراد نفي ان يصلوها غيرنا من اهل الزمان مطلقاً، ويؤيده ما للبخاري

عليه وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں تو یہ بھی نہیں کہ ہمارے علاوہ سابقہ اُمتوں میں سے کسی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں کہ آج رات ہمارے سوا کسی نے نہیں پڑھی، اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ ہمارے سوا کسی نے اس وقت نہیں پڑھی۔ ہو سکتا ہے باقی لوگوں نے اس سے پہلے پڑھ لی ہو۔ اسی کے مطابق بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو مسلم نے "آج رات" کا اضافہ کیا ہے نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری و مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری و مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو، بلکہ احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجة نے جو روایت بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچکے ہیں اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے ہو نماز میں ہی ہوتے ہو۔ اسی طرح کی روایت احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجة نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کی ہے۔ یہ تو ایک توجیہ ہوئی (کہ تخصیص "اس وقت" کے اعتبار سے ہے)۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص اس زمانے کے تمام لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی

1 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخيرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

2 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخيرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

3 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخيرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

والنسائی عن المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ولا تصلى يومئذ الا بالمدينة¹، فان اليهود كانوا بخيبر والشام وغيرهما اكثر مما كانوا بالمدينة الكريمة، فلو كانت عندهم لصليت بخيرها ايضاً۔

اقول: ولا تخالف بين الوجهين، فان الكافر لا صلاة له، فانما اثبت صلى الله تعالى عليه وسلم لهم الصورة اذ قال، صلى الناس وناموا، وام المؤمنین نفت المعنى۔

والثالث: ان المراد لم تفرض على غيرنا فلا ينتظرها ولا يصليها احد غيرنا، لا من اهل الزمان ولا من امم مضت، وهو الذي صرح به في حديث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فهذا قصوى ما يستفاد منه، وليس له ملحظ اصلا الى نفيها عن سائر الانبياء عليهم الصلاة والسلام۔

مراد یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے لوگ کہیں نہیں پائے جاتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں۔ اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری و نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی نسبت خیبر اور شام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو چاہئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

میں کہتا ہوں: دونوں توجیہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورتاً نماز پڑھے بھی تو حقیقتاً اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچکے ہیں، صوری نماز کے لحاظ سے ہے جبکہ ام المؤمنین حقیقی نماز کی نفی کر رہی ہیں۔ (ت) تیسری توجیہ یہ ہے کہ (تخصیص باعتبار فرضیت کے ہے) چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر، نہ سابقہ امتوں پر، اس لئے ہمارے سوا اس کا کوئی انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ اُس سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اس نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم نے منیٰ میں پانچوں نمازیں پڑھیں،

1 سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۳

فقد اخرج ابن سعدان ابراهيم واسماعيل اتيا منى فصليا بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والصبح ¹ ۔	ابن سعد نے تحریر کی ہے کہ ابراہیم واسمعیل علیہما السلام منیٰ کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (ت)

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور،

فان الخصائص لاتثبت الا بنص صحيح كما نصوصا عليه قاطبة، منهم خاتم الحفاظ في فتح الباري، والقسطلاني في المواهب، والزرقاني في شرحه، وغيرهم في غيره.	کیونکہ خصوصیات، نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم الحفاظ نے فتح الباری میں، قسطلانی نے مواہب میں، زرقانی نے اس کی شرح میں اور دیگر علماء نے دوسری کتابوں میں۔ (ت)

ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعہ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائیگا بعض علما نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا:

وبانه صلى الله تعالى عليه وسلم اول من صلى العشاء ولم يصلها نبى قبله ²	اور اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثناء کر لیا قول: مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اس اثر مقطوع کے کہ امام اجل ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اول من صلى العشاء الاخرة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ³ ۔ وكل ماتمسكوا به سوى ذلك، اعنى الاحاديث الثلاثة الاخيرة فلامساس له بها هنالك	سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علماء نے جن روایتوں سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے

¹ شرح الزرقانی المواہب بحوالہ ابن سعد المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة المصر ۱۲۶۱ھ

² الخصائص الکبریٰ باب اختصاصه صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۰۳

³ شرح معانی الآثار باب الصلوة الوسطی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۱ھ

کما علبت۔	کچھ تعلق نہیں ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشرہ میں اتباع تبع تابعین سے ہیں ۱۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب^۱ وغیرہما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے۔ ت) اور خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ سے عرض کی:

هذا وقت الانبياء من قبلك ^۲ ۔ رواہ ابو داؤد وسکت علیہ، والترمذی وحسنہ، واحمد وابن خزيمة والدارقطنی والحاکم، وصححه ابن عبد البر وابوبکر بن العربی۔	یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے بیان کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن عبد البر اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی اُس میں بُو بھی نہیں، نہ ایسا استثناء بے دلیل مساوی قابل احتمال۔

اقول: والعجب من ابن حجر، کیف يقول بالتوزيع ثم يستثنى العشاء، فإني يصح التوزيع للجميع۔	اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)

ظاہراً اسی لئے شیخ محقق قدس سرہ نے اشعۃ المعات میں اُس سے رجوع فرما کر ترک کیا حیث قال (چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ ت):

ایں وقت نماز پیغمبران ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہر کدام از ایشان بعضے اوقات داشتند اگرچہ مجموع اوقات مخصوص این امت است ^۳ فافهم انتھی۔	یہ وقت ان پیغمبروں کی نماز کے ہیں جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے، اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اسکو سمجھو۔ (ت)

^۱ تقریب التذیب مطبوعہ دار نشر کتب اسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲

^۲ سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۵۶/۱

^۳ اشعۃ المعات کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۸۷/۱

بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس و حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہا الصلاۃ والسلام کا نمازِ عشاء پڑھنا صراحۃً منقول کما سیأتی ذکرہ (جیسا کہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام ابواللیث سرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، ناقل کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واما صلاة العتمة فانها الصلاة التي صلاها عہ المرسلون قبلی ^۱ ۔ صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیباتہ علیہ وعلیہم اجمعین۔	نمازِ عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی۔ (ت)

لاجرم امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:

ان العشاء كانت تصليها الرسل ثافلة لهم ولم تكتب على امهم كالتهجود وجب على نبينا دوننا ^۲ ۔	پہلے رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان کی امتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ زر قانی امام ہروی وغیرہ سے ناقل:

اذقال بعد ما قدمنا عنه، من معارضة اثر العيشي بخبر الرافي، ثم الاستدراك بحديث معاذ رضي الله تعالى عنه، مانصه "وجمع الهروي وغيره بان المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم اول من صلاها مؤخرها	زر قانی سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے عیشی کے اثر کو رافعی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے۔ پھر اس پر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے استدراک کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ ہروی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو

عہ: هكذا هو مثبت في نسختي التنبيه فالله تعالى اعلم ولتراجع النسخ ۱۲ منه (م)	میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخہ میں عبارت اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے دوسرے نسخوں کو دیکھ لینا چاہئے ۱۲منہ (ت)

^۱ تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۳

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امۃ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱۳۶/۵

تہائی رات یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر کے پڑھا ہے۔ جبکہ پہلے گزر جانے والے رسول شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی عشاء پڑھ لیا کرتے تھے اور اس نقل سے ہماری غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہر وی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لئے بھی عشاء تسلیم کر لی ہے، وہی ان کی تطبیق، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر ان روایتوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فضیلت دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام کیلئے تھی، جیسا کہ سبق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تطبیق زرقانی نے مذکورہ دو روایتوں کے بعد بیان کی ہے تو (یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ) تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور عیشی کے اثر کے درمیان ہے جیسا کہ طحاوی کے عنقریب آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ "نفسہ" کا لفظ بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے تو یہ فہم سے بہت بعید تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی نفی ہے نہ کہ (تہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی، کیونکہ اثر کے سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے پڑھی تھیں، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں یا مؤخر کر کے، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو تم لوگ چاہتے ہو (کہ مراد تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا ہے)۔ (ت)

الی ثلث الليل أونحوه، أما الرسل فكانوا يصلونها عند اول مغيب الشفق¹ اه" وغرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغير نبینا من الانبیاء علیہ وسلم الصلوة والثناء اما ما حاول من الجمع، فاقول اولاً: ان كان المراد الجمع بین حدیث فضلتہم بها وروایة ان العشاء لیونس علیہ الصلوة والسلام، كما یدل علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قوله صلى الله تعالى علیہ وسلم فضلتہم بها یعارض روایة ان العشاء لیونس، فقد علمت ان لاتعارض بینہما حتی یحتاج الی الجمع۔ اوبین الروایة واثر العیشی، كما یدل علیہ زیادة لفظ "نفسہ" بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یأتی، فما بعده جمعاً، فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقيّد بالتأخیر فانه فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر معترض لاقسام الاوقات، فذكر لكل من الاربع من صلاها، وقال فی العشاء: اول من صلاها نبینا صلی الله تعالى علیہ وسلم، فاین هذا مما تریدون!

¹ شرح المواہب اللدنیہ و منها مجموع الصلوة الخمس المطبعة العامرة مصر ۱۲۶/۵

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو، بہر حال حامل وحی جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں، پہلے دن ہر وقت کے بالکل ابتدائی حصے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی حصے میں، پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت ہے (پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے سے مختص تھے) زرقانی نے کہا کہ اس پر یعنی اس تطبیق پر کہ تہائی رات تک مؤخر کرنا مراد ہے دلالت کرتی ہے، بلکہ صراحت کرتی ہے، یہ چیز کہ طحاوی نے خود اپنے اثر میں العشاء الآخرة (آخری عشاء) ترکیب استعمال کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے مختص ہے)۔ (ت)

میں کہتا ہوں: اے سبحان اللہ! صراحت تو کیا، یہ ترکیب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ "عشاء آخرہ" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو۔ اس کو آخرہ اس بناء پر کہتے ہیں کہ عشاء اولیٰ مغرب کو کہتے ہیں۔ اس پر حدیث کے بہت سے محاورات شاہد ہیں۔ اور احمد، مسلم، نسائی کی یہ روایت تو اس میں قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ جابر بن سمہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ آخری عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے"۔ اس سے بھی زیادہ اصح وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

وثانیا: کیفما کان، هذا حامل للوحی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس یومین، فعجل مرة وَاخر اخرى، ثم قال: هذا وقت الانبیاء من قبلك¹، فمن این ان اول من اخرها نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: ویدل لذلك (ای لما ادعی من الجمع) بل یصرح به قوله اثر الطحاوی نفسه العشاء الآخرة²۔

اقول: یاسبخن اللہ! بل لادلالة فیہ اصلا، فضلا عن التصریح، فان العشاء الآخرة هی العشاء مطلقا دون التی اخرت۔ تسبی الآخرة نظرا الی العشاء الاولى وهی المغرب، علیہ تظافر محاورات الحدیث۔ وفصل القول ملاحد ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤخر العشاء الآخرة³۔ واعظم منه ما للترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ

1 سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۵۶/۱

2 شرح الزرقانی علی المواہب ومنہا مجموع الصلوٰۃ الخمس مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۵/۲۲۶

3 سنن نسائی کتاب المواقیات ما یستحب من تأخیر العشاء مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۳

نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔" بہر حال اس کلام میں "عشاء آخرہ" کا تاخیر عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے الفاظ یہ ہوتے "سب سے پہلے جس نے عشاء مؤخر کی" اور یہ بہت ہی ظاہر ہے۔ (ت)	عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ان اول وقت العشاء الاخرة حين يغيب الافق¹ فآللقطوع به ان لا اثر لهذه الدلالة في الكلام، ولواراده لقال "اول من اخر العشاء" و هذا ظاهر جدا۔

بالجملہ اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہر اراجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشاء عن سائر الانبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تھا تاہم التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مانے جیسا کہ قول دوم و سوم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مندرجہ نہیں ممکن کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقت تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبياء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں انہیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی بنا لیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں اُس کی تفصیل فائق ولله الحمد۔ غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملایہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں خود ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اُس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطباق و اتفاق بے چیز ہے نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

اقول: شاید نظر علماء اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمتِ جلیلہ و فضیلتِ جلیلہ سے اس اُمت مرحومہ کو تمام اُمم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوصِ نعمت سے سب اُمتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے

¹ جامع الترمذی ابواب الصلوات باب ماجاء فی موافقت الصلوات مطبوعہ مکتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲/۱

مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص واختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل اس دعوے کی بھی مثبت ہوگی۔

رہی دوسرا دروں یعنی ابراہیم واسمعیل ان کے کریم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو والی حدیث، تو شاید وہ پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس کے خلاف نہ ہوتے علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ خصوصیت، فرضیت کے اعتبار سے ہے (یعنی پانچ نمازیں فرض صرف رسول اللہ پر ہوئیں) ابراہیم واسمعیل علیہما السلام پر ان میں سے جو فرض ہوں گی وہ انہوں نے بطور فرض منیٰ میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل ادا کیے ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقع انہی پانچ اوقات میں ہوئے تھے، اس لئے ان کی تعبیر نمازوں کے ناموں سے کردی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے اس مقصد کی زیادہ سے زیادہ توجیہ میرے خیال میں یہی ہو سکتی ہے۔ (ت)	اما حدیث السیدین ابراہیم واسمعیل، علی ابنہما الکریم ثم علیہم الصلوٰۃ و التسلیم، فلعلہ لم یثبت لہما رأینا تظافر کلماتہم علی خلافہ، علی انی اقول: الاختصاص بجهة الافتراض، اماہما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما ثم علیہما وبارک وسلم، فصلیا بنی ما کتب اللہ تعالیٰ علیہما وتنغلا فی بقیۃ الاوقات، فمن قبل وقوعہا فی هذه الاوقات، عبر عنہا باسماء هذه الصلوات، واللہ تعالیٰ اعلم بالخفیات۔ هذا غایۃ ما عندی فی توجیہ المرام۔

اقول: مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اگلی اُمتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کیلئے انہیں عام فرمادے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء تھا اس اُمت کے لئے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کیلئے آسان فرمادیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ اُن کی اُمت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جُز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار اقوال ہیں:

اول: قول امام عبید اللہ بن عائشہ مدوح کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ندیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال: حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحکم الکیسانی قال سمعت ابا عبد الرحمن بن محمد ابن عائشہ سے سنا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔ (ت)	جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابو عبد الرحمن بن محمد ابن عائشہ سے سنا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔ (ت)

دوم قول امام ابو الفضل کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم، ظہر کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر حضرت یونس، مغرب حضرت عیسیٰ، عشاء حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ الامام الزندوستی فی روضۃ قال سالت ابا الفضل فذکرہ (اس کو امام زندوستی نے اپنی روضہ میں ابو الفضل کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابو الفضل سے پوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔) یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہذا اس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابو الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ عہ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت

عہ لفظ الكتاب فامرنا بذلك لانه تعالى وفقنا على ابليس كما وفقه لذيح الولد وانجانا من الغم كما انجاه وفدانا من النار كما فاده ورضى عنا

کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: "تو ہمیں ظہر کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی بر صفحہ آئندہ)

1 شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۰۱ھ

دے جیسی انہیں ذبح و لد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نماز عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انہیں چار مظلومتوں سے نجات دی: ظلمت لغرش، ظلمت غم، ظلمت دریا، ظلمت شکم ماہی۔ یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمت گناہ و ظلمت قبر و ظلمت قیامت و ظلمت دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی عہ ۲ پہلی اپنے سے نفی الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت، تیسری اللہ عزوجل کے لئے اثبات الوہیت کیلئے۔ یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئے کہ روز قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو۔ **اقول:** اور مقام سے مناسب تر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابراہیم علیہ السلام کو پیٹا ذبح کرنے کی توفیق بخشی اور ہمیں بھی غم سے نجات دی جیسے ان کو دی تھی اور (یہود و نصاریٰ کو جہنم میں) ہمارا فدیہ

کبارضی عنہ ^۱ **اقول:** وماذکرت احسن من

بنایا جس طرح ان کیلئے (جنتی دُبنے کو اسماعیل علیہ السلام کا) فدیہ بنایا اور ہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوا جیسے کہ ان سے ہوا **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان الفاظ کی نسبت میری ذکر کردہ عبارت چھ وجوہ سے زیادہ عمدہ ہے اور یہ وجوہ سوچنے والے پر مخفی نہیں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت) کتاب میں (ظلمت غم کی بجائے) "ظلمت لیل" مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ظلمت لیل مراد ہو تو نہار کی وجہ سے ظلمت لیل ختم ہو جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ رات کا اندھیرا وقت عصر سے پہلے ہی ختم ہو چکا ورنہ لازم آئے گا کہ نہار کا کوئی اثر ہی نہ ہو اسی لئے میں نے اس کو ظلمت غم سے بدلا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) کتاب میں یوں ہے کہ سب سے پہلے مغرب کی نماز بطور شکرانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب ان کو اللہ تعالیٰ نے یوں مخاطب کیا تھا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ اور یہ خطاب غروب شمس کے بعد ہوا تھا، میں کہتا ہوں مشہور تو یہ ہے کہ یہ خطاب بروز حساب ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ جب تُو نے مجھے بُورے طور پر اٹھالیا تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

سنتہ وجوہ لا تخفی علی المتأمل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ ۱ الذی فی الكتاب وظلمة الليل ^۲ **اقول:** ان كانت تذهب بالنهار فقد ذهبت قبل العصر والافلا اثر لها ولذا ابدلتها منہ غفرلہ (م)

عہ ۲: الذی فی الكتاب اول من صلی المغرب تطوعاً شکراً عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین خاطبه اللہ تعالیٰ بقوله اأنت قلت للناس اتخذوني وامی الہین من دُون اللہ وكان ذلك بعد غروب الشمس ^۳ الخ **اقول** المعروف ان هذا الخطاب یوم الحساب الاتری الی قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

^۱ روضۃ العلماء للزندوستی

^۲ روضۃ العلماء للزندوستی

^۳ روضۃ العلماء للزندوستی

یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخر آبا سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لئے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشاءِ مؤسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین!

سوم قول بعض علماء کہ فجر آدم، ظہر ابراہیم، عصر سلیمان، مغرب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور عشاء خاص اس اُمت کو ملی کما تقدم عن الحلبي (جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت)

چہارم وہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم، ظہر داؤد، عصر سلیمان، مغرب یعقوب، عشاء یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواہب والحلبی تماماً فی الحلیۃ قال واورد فی ذلک خبراً¹ (اس کو زرقانی نے شرح مواہب میں رافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافعی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت) غرض نماز صبح میں چاروں متفق ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول: فقیر کی نظر میں ظاہراً قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اول تو وہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

بل اقول: عسی ان یکون ما ذکر الامام ابو الفضل بمعزل عما نحن فیہ، فانه انما ذکر التطوعات، والكلام فی المكتوبات، لا یقع نفل فی هذه الاوقات، فانه ثابت فی جمیع الساعات فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابتاً یقول: کان داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنهار علی اہلہ، فلم تکن تأتی ساعة من ساعات اللیل والنهار	لیکن میں کہتا ہوں: ایسے لگتا ہے کہ امام ابو الفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحث فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جاسکتے ہیں۔ معالم میں جعفر ابن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہل خانہ پر نماز کے لئے تقسیم کر رکھا تھا

¹ حلیۃ الحلبي شرح نية الصلي

تورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں ہوتی تھی جس میں آل داؤد کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ (ت)	الا و انسان من آل داؤد قائم یصلی ^۱ اھ۔

معذرا ان سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ عشاء انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور امتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قد منا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعر وغیرہ کی عبارتوں میں تھانہ بلحاظ ام۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے۔ اول و دوم نے عصر کو عزیز یونس علیہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ:

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے اکیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا۔ (ت)	وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۖ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ^۲ ادْعُ رَضَ عَلَيْهِ بِالنَّعِشِ الصُّفْنَتُ الْجَبَادُ ^۳ فَقَالَ اِنِّي اَحَبُّتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَاسَّرْتُ بِالْحَجَابِ ^۴

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، جلالین میں ہے:

(اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔ ت)	عن ذکر ربی ای صلاة العصر ^۵ ۔

مدارک میں ہے:

عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزدہ ہو گئے۔ (ت)	غفل عن العصر وكانت فرضاً فآغتم ^۶ ۔

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیز علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاة عصر ان دونوں صاحبوں کیلئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متى

^۱ معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت ۱۱، وقلیل من عبادی الککور ۱۱، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۵/۵

^۲ القرآن ۳۸/۳۰

^۳ القرآن ۳۸/۳۱

^۴ القرآن ۳۸/۳۲

^۵ تفسیر جلالین زیر ایت مذکور مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۰

^۶ تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الکتاب العربی البیروت ۴/۴

کسی کیلئے یہ کہنا روا نہیں کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں۔ (ت) ہے:

یونس، بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اھ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں، جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مرآة الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاة والسلام کے بعد تھے۔ (ت)	هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة و السلام، وكان بعد سليمان عليه الصلاة والسلام ¹ وفيه في فصل حكم عقد قلب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. يونس صلى الله تعالى عليه وسلم، كما في مرآة الزمان. كان بعد سليمان نبي الله. عليه الصلاة والسلام ² ۔

یہ تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاة والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعہ موت و حیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بناء داؤد علیہ الصلاة والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلاة نے ختم فرمائی تو سلیمان و عزیر علیہما الصلاة والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا، معالم التنزیل میں ہے:

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے۔ الخ (ت)	قال الذي قال ان الماركان عزير: ان بختنصر لما خرب بيت المقدس واقدم سبي بنى اسرائيل ببابل. كان فيهم عزير ودانيال وسبعة الاف من اهل بيت داود عليهم الصلاة والسلام. فلما نجا عزير من بابل ارتحل على حمار له ³ ۔ الخ

¹ نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴

² نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴

³ تفسیر معالم التنزیل زیر آیت اوکا لندی مر علی قریہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۷۷

(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں موتیوں، اور یاقوتوں سے بنوایا، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرا دی اھ ملتقطاً (ت)	یعملون له ما يشاء من محاريب كان ماعملوا له بيت المقدس، ابتداء داؤد عليه الصلوة والسلام، فلما توفاه الله تعالى استخلف سليمان عليه الصلوة والسلام، فبنى المسجد بالرخام والجواهر واللالئ واليواقيت، فلم يزل بيت المقدس على ما بناه سليمان عليه الصلوة والسلام، حتى غزاه بخت نصر، فخرّب المدينة ونقض المسجد¹ اھ ملتقطاً۔

بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہراً وہی مرجح و قرین قیاس اور حقیقت حال کا علم مولیٰ سبحانہ کے پاس واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم۔

¹ معالم التنزیل مع الخازن آیت یعملون له ما يشاء الخ کے تحت مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۸۳-۲۸۵



جہان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج^{۱۳۱۶ھ} (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۵۰: از ریاست رام پور، بزرگ ملا ظریف گھیر عبدالرحمن خان مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
بگرمی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زاد کرمہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نبوت قبل
شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى* وسلام على عباده الذين اصطفى*	اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل و اصحاب

المصطفیٰ وآلہ وصحبہ المقیمین الصلاة والعدل والوفاء*	پر جنہوں نے نماز کو اور عدل و وفا کو قائم کیا۔ (ت)

الجواب:

پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوة الصلاة فرضت فی الاسراء، وكانت قبله صلاتین، قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔ شمی ^۱ اھ۔	در مختار کی کتاب الصلوة کے آغاز میں ہے کہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے۔ شمی ^۱ اھ (ت) اور مواہب کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔ (ت) اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ
و قال النّووی: اول ما وجب الانذار والدعاء الى التوحید، ثم فرض الله تعالى	

^۱ در مختار کتاب الصلوة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۸

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱/۷۷۷

نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ اھ مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت) اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے۔ (ت) اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے۔ مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورة المزمل ثم نسخه بمافی آخرها ثم نسخه بإیجاب الخ بإیجاب الصلوٰۃ والخمس لیلۃ الاسراء ببکہ¹۔ اھ مافی المواہب وفی شرحها للعلامة الزرقانی من المقصد التاسع. ذهب جماعة الى انه لم تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع الامر به من صلاة اللیل بلا تحديد۔ وذهب الحربی الى ان الصلاة كانت مفروضة. ركعتین بالغداة و ركعتین بالعشی۔ و رده جماعة من اهل العلم²۔ اھ

وفيهما من المقصد الخامس في الاسراء. عند ذكر صلاته صلى الله تعالى عليه وسلم بالانبياء بيت المقدس. (قد اختلف في هذه الصلاة) هل هي الشرعية المعروفة او اللغوية؟ وصوب الاول لان النص يحمل على حقيقة الشرعية. ما لم يتعذر۔ وعلى هذا اختلف (هل هي فرض) ويدل عليه كما قال النعماني حديث انس عند ابی حاتم المتقدم قريبا للمصنف۔ (اونفل؟ واذا قلنا انها فرض. فاي صلاة هي؟ قال بعضهم الاقرب انها الصبح.

¹ المواہب اللدنیہ مقصد اول اول امر الصلوٰۃ المكتب الاسلامی بیروت ۱۱/۲۱۲

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعة عامرہ مصر ۳۲۳/۷

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے؟ اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں: اللہ عزّاسمہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے۔ کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

ویحتمل ان تكون العشاء) والاحتمالان، کہا قال الشامی، لیساً بشیخ؛ سواء قلنا صلی بہم قبل العروج اوبعدہ لان اول صلاة صلاھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الخمس مطلقاً، الظہر بسکة باتفاق۔ ومن حمل الاولیة علی مکة فعلیہ الدلیل۔ قال: والذي یظہر انها کانت من النفل المطلق، او کانت من الصلاة المفروضة علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل لیلة الاسراء۔ وفي فتاویٰ النووی ما یرید الثانی اہ¹ باختصار۔

اقول: وفي الاستدلال بقوله عز اسبه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها² نظر۔ فان تنمة الآية

وَمِنْ اَنَّا اَيُّ الْبَيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْحَمُنِي ۝

³ فان حمل التسبیح علی الصلاة لقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کل تسبیح فی القرآن صلاة⁴ اخرجه الفریابی عن

¹ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۶/۲۳

² القرآن سورة طہ آیت ۱۳۰

³ القرآن سورة طہ آیت ۱۳۰

سعید بن جبیر وان کان رباً یفید الاستثناء
من کلیتہ علی ما اقول: قوله جل ذکرہ:

كُلُّ قَدْعٍ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ^۱، وقوله تعالیٰ

فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ السَّاجِدِينَ^۲

لَكَيْتَ فِي بَطْنِهِ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ^۳

فان الظاهر ان المراد به ما ذكر عنه ربه عز وجل
بقوله فنادى في الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك اني كنت

من الظالمين^۴ به فسرہ سعید بن جبیر. ارشد تلامذہ

ابن عباس، الراوی عنه تلك الكلية وقد قال الحسن

البصري، كمافی المعالم: ما كانت له صلاة في بطن الحوت؛

ولكنه قدم عملاً صالحاً^۵۔ اھبیدان ابن عباس ہنہا

ایضاً مشی علی اصلہ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، من

المسبحین، من المصلین^۶۔ ویكون المعنى حينئذ ما قال

الضحاک، انه شكر الله تعالى له طاعته القديمة^۷، كمافی

المعالم ایضاً۔ فعلى هذا الحمل واخذ الامر

للاجوب، تدل الآية بأخرها على فرضية اكثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی
نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ ابن عباس کے
اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا
ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح
کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح
کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعثت تک مچھلی کے پیٹ میں
رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے
جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی
ہے: "پس پکار اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں
ہے تیرے سوا، تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنیوالوں میں
تھا"۔ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں
میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلیہ کے راوی ہیں انہوں
نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں
نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے
ایک صالح عمل تھا البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر
رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب
بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں
جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ
نے یونس علیہ السلام کو اسی اطاعت

^۱ القرآن سورہ النور ۲۴ آیت ۴۱

^۲ القرآن سورہ الضحٰی ۳۷ آیت ۱۴۳

^۳ القرآن سورہ الانبیاء ۲۱ آیت ۸۷

^۴ معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفیٰ البابی مصر ۱۶/۳

^۵ معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفیٰ البابی مصر ۱۶/۳

^۶ معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین الخ مطبوعہ المطبعة العامرہ مصر ۱۶/۳

صلاتین؟ الا ان يقال: لم يقصد الحصر، بدليل ان قيام الليل كان فريضة من قبل قطعاً؛ ولكن يبقى قوله تعالى واطراف النهار؛ وحمله على المذکورتين يستلزم التكرار۔

امّا استدلال مقاتل بقوله تعالى

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝۱۰، فاقول: اضعف،

واضعف؛ بل ليس بشيئ اصلًا، فان الآية من

سورة حم المؤمن، وقد تأخر نزولها عن سورة بني

اسرائيل النازلة بخبر الاسراء، بزمان طويل،

فقد روى ابن الضريس في فضائل القرآن عن

ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، في حديث

ترتيب نزول السور، قال: كان اول منازل من

القرآن اقرأ باسم ربك، ثم ن، فذكر الحديث

الى ان قال: ثم بني اسرائيل، ثم يونس، ثم

هود، ثم يوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم

الصف، ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم

المؤمن²۔ الحديث فكيف يستدل بها على

ايجاب صلاة قبل الاسراء؟ لا جرم ان

(اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معاملہ میں بھی اسی طرح ہے۔ بہر حال اگر فسّخ بھدرک "میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو^۱

سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے کہ دو^۲ میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ

جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے)۔ (ت) رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے"۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے، کیونکہ یہ آیت سورہ حم مؤمن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے، طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے "پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر طفت، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مؤمن آخر تک۔ تو پھر حم مؤمن کی آیت سے۔

¹ القرآن سورہ مؤمن ۴۰ آیت ۵۵

² فضائل القرآن لابن الضریس

فسرہا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 بالصلوات الخمس^۱، کما فی المعالم۔ وقد يستدل
 بہاروی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس "لم البث الا
 یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر، ثم اذن مؤذن
 واقیت الصلاة" قال: فقینا صفوا ننتظر من
 یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلاة والسلام بیدی
 فقد منی فصلیت بهم، فلما انصرفت، قال لی
 جبریل: اتدری من صلی خلفک؟ قلت: لا، قال:
 صلی خلفک کل نبی بعثہ اللہ^۲۔ وهو الحدیث
 المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام
 النعمانی۔

اقول: ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان
 والاقامة فانهما من خصائص الفرائض او لا
 فلان الاذان والاقامة المعروفین مآشرعا
 الابالمدینة، والاسراء قبل الهجرة ولذا قال
 الزرقانی فی تفسیر الحدیث، اذن مؤذن، ای اعلم
 بطلب الصلاة، فاقيمت الصلوة، ای تهيئوها

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض
 تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لئے
 ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں
 سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے
 اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ
 معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں
 آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ
 نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع
 ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کیلئے اقامت کہی
 گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب صفیں
 باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو
 جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں
 نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پکھیرا تو جبریل نے مجھ
 سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے
 نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا آپ کے پیچھے ہر اس
 نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ
 حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے
 سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ
 اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص
 ہیں، لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔ اولاً اس لئے کہ معروف اذان
 و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے
 پہلے ہوا تھا۔ اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے
 ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

^۱ معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا ان کان من المسبحین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۹۸/۶

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۶۲/۶

وَشَرَعُوا فِيهَا، فَلَا يَرْدَانِ الْإِذَاانَ وَالْإِقَامَةَ انْمَاءً شَرَعًا بِالْمَدِينَةِ وَالْإِسْرَاءِ كَانِ بِبَكَّةَ¹ اه مَا ثَانِيًا فَلَانِ تَخْصِيصَهُمَا بِالْفَرَائِضِ انْمَاءً عَرَفَ بَعْدَ مَا شَرَعًا لِلْأَمَةِ، اِمَّا قَبْلَ ذَلِكَ فَأَيُّ دَلِيلٍ عَلَيْهِ؟ وَاِمَّا ثَالِثًا، وَهُوَ الْقَاطِعُ، فَلَانِ الْإِسْرَاءِ انْمَاءً كَانِ بِاللَّيْلِ، وَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ صَلَاةَ اللَّيْلِ كَانَتْ فَرِيضَةً قَبْلَ فَرْضِ الْخَمْسِ، فَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّهَا هِيَ، وَبِهِ يَظْهَرُ الْجَوَابُ عَمَّا عَسَى اَنْ يَتَعَلَّقَ بِهِ مُتَعَلِّقٌ، مِمَّا رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ "وَحَانَتْ الصَّلَاةُ فَاَمْتَهُمْ"² -	بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا، "اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کیلئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا۔ تاہم، اس لئے کہ اذان و اقامت کافرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اُمت کیلئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟ ثالثاً، اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا بتا، ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ مزمل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام
 ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے:

كَانَ الْمُسْلِمُونَ قَبْلَ اَنْ تَفْرُضَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ يَصَلُّونَ الضُّحَى وَالْعَصْرَ، فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْحَابُهُ اِذَا صَلُّوا اَخِرَ النَّهَارِ، تَفَرَّقُوا فِي الشَّعَابِ فَصَلُّوْهَا فَرَادًى³ -	فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔

¹ شرح الزرقانی علی المواہب المقصود الخاس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۶/۵

² الصحیح لمسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶

³ الاصابہ فی تمییز الصحابة حدیث ۷۲۳ ترجمہ عزیزہ بنت ابی تجرة مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۱۴/۳۶۳

اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابعہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزة بنت ابی تجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتها من الاصابہ۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقرر و مشروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مُسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زر قانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجهول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں، لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت

فقد اخرج احمد وابن ماجة والحارث في مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضي الله تعالى عنهما ان جبريل اتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في اول ما اوحى اليه، فاراه الوضوء والصلاة، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه¹۔ وفي سيرة ابن اسحق، وسيرة ابن هشام، و المواهب اللدنية من المقصد الاول، وكتاب الخبيس، وافضل القرى لقراء ام القرى، للامام ابن حجر المكي، ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الازهری، ثم حاشية الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوی، وهذا لفظ القسطلانی، مزیدا من الزرقانی، (قد روى) مَرَّضه لان له طرقاً لا تخلو من مقال؛ لكنها متعددة يحصل باجتماعها

1 مُسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱/۳

حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحاق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کیلئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ"۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اُسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

القوة (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو بأعلى مكة، كما عند ابن اسحاق. اى بجبل الحراء، كما فى الخبيس (فى احسن صورة و اطيب رائحة فقال: يا محمد! ان الله يقرئك السلام ويقول لك: انت رسول الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله. ثم ضرب برجله الارض فنبتت عين ماء فتوضأ منها جبريل)، زاد ابن اسحاق، ورسول الله ينظر اليه. ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتوضأ، وقام جبريل يصلى، وامره ان يصلى معه) زاد فى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالى عنها، فصلى ركعتين نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لا يبر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة، فأخبرها فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية، وكانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها) اى تقديرها (ركعتين) ¹ اه وله تمام سيأتى۔ وخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه، قال: صلى النبى صلى الله تعالى عليه

¹ شرح الزرقانى المقصد الاول فى تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۳

وسلم، اول یوم الاثنين، وصلت خديجة أخره، وصلى على يوم الثلاثاء¹۔

آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دور کعتیں) اہ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔ (ت)

باجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، اقوال ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورۃ المدثر: وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ² (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔) (ت) وضو بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔) (ت) استقبالِ قبلہ بھی تھا،

کما مر من حدیث امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، و روی ابن اسحق فی سیرتہ قال: حدثنی عبد اللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء ومجاهد وعمر بن ذک، فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفیه، فجعلت امشی رویدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم یصلی یقرء القرآن، حتی قمت فی قبلتہ مستقبلہ، ما بینی وبينہ الاثیاب الکعبۃ۔ قال: فلما سمعت القرآن رق له قلبی³۔ الحدیث۔

جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔ اور ابن اسحق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبد اللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطاء اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد ابن اسحق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لئے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

¹ المعجم الکبیر للطبرانی عن عبد اللہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۳۲۰

² القرآن سورہ المدثر ۴ آیت ۴

³ سیرت ابن اسحق

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالیٰ: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ^۱ اور اپنے رب کی تکبیر کہہ۔ ت) وقال عزاسمہ فی سورة الاعلیٰ النازلة قدما، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلِّ^۲ (اور اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے، کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔" ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

یَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الْمَلِئُ الْإِلَاقِلِيلَا ^۳ الایات الی قولہ جل ذکرہ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنُصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآئِفَهُ ^۴ -	اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرات بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورة المزمل فَأَقْرَءْ أَمَّا تَبَسُّمًا مِنْ الْقُرْآنِ ^۵ وقال الزرقانی تحت ماتقدم من قول مقاتل ركعتين بالغداة وركعتين بالعشي، يَحْتَمِلُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بَمَا أَتَاهُ مِنْ سُورَةٍ أَوْ قُرْءٍ، حَتَّى نَزَلَتْ الْفَاتِحَةُ ^۶ ۔	اللہ تعالیٰ نے سورہ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے۔" اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممكن ہے کہ نزول فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرآ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا:

على خلف فيه، كما سيأتي، وقد تظاهرت الاحاديث الحاكمية عما قبل الاسراء بصلاة	لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔ اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

^۱ القرآن سورہ مدثر ۷۴ آیت ۳

^۲ القرآن سورۃ الاعلیٰ ۸۷ آیت ۱۵

^۳ القرآن، سورہ مزمل ۷۳

^۴ القرآن ۲۰/۷۳

^۵ القرآن ۲۰/۷۳

^۶ شرح الزرقانی علی المواہب المتصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المطبوعۃ العامۃ مصر ۱۱/۷۷۳

رکعات او رکعتین، منها ما تقدم أنفاً من حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین، ومن حدیث غیرہ فکان ذلک اول فرضها رکعتین، وانما سیبت رکعة للركوع۔	بیان ہے، ان میں بکثرت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابی نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں۔ اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتدا میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ (ت)

سجود بھی تھا:

كما في حديث ايذاء ابى جهل وغيره من الكفرة، لعنهم الله تعالى، حين صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة، فرمقوا سجوده، فالقوا عليه ما ألقوا به في قليب بدر ملعونين۔ والحمد لله رب العالمين۔ والحدیث معروف في الصحيحين وغيرهما عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، وفيه من قول الكفار "يجيئ به ثم يبهله حتى اذا سجد وضع بين كتفيه؛ قال: فأنبعث اشقاهم فلما سجد صلى الله تعالى عليه وسلم وضعه بين كتفيه، وثبت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ساجدا¹۔ الحدیث۔ وقد قال تعالى في سورة اقرأ، واسجد واقترب^②	جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے اُن کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی او جھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنوئیں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جا کر او جھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان او جھڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کیلئے تیار ہو گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے او جھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے: "اور سجدہ کرو اور قُرب حاصل کرو"۔ (ت)

¹ صحیح البخاری باب المرأة تطرح علی المصلی شیئاً من الاذى مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴/۷

جیسا کہ بعث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ اھ اور اللہ تعالیٰ نے	کہا تقدم من حديث المبعث، ولفظه عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئيل فصلى به، وصلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بصلاته، (الی ان قال فی خدیجہ) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاصلی بہ جبرئیل، فصلت بصلاته¹۔ اھ وقد قال تعالیٰ وَطَافَهُ مِنَ الَّذِينَ مَعَهُ² واخرج الشيخان
فرمایا: "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ۔ (ت)	عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في حديث مجيئ الجن اليه صلى الله تعالى عليه وسلم اول البعث، انهم اتوه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلي باصحابه صلاة الفجر³، قال الزرقاني المراد بالفجر الركعتان اللتان كان يصليهما قبل طلوع الشمس⁴ الخ۔

جسر بھی تھا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف	قال تعالیٰ قُلْ اَوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهِ⁵، وقد كانوا سبعة صلى الله تعالى

¹ سیرت ابن اسحق

² القرآن ۲۰/۷۳

³ صحیح البخاری زیر آیت قل اوحی الی الخ مطبوعہ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۳۲/۲

⁴ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۳۲۹/۱

⁵ القرآن ۲۰/۷۲

رہنمائی کرتا ہے "اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سُنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ابن اسحق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور ابن اسحق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو آپ اُس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔ چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں) پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

علیہ وسلم فی صلاة الفجر، كما تقدم، ومروء حدیث ابن اسحق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وروی ابن سنجر فی مسنده عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت اتعرض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ان اسلم، فوجدته قد سبقني الى المسجد، فقميت خلفه، فاستفتح سورة الحاقه، فجعلت اتعجب من تأليف القرآن، فقلت:

هو شاعر كما قالت قريش، فقرأ

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُوْمَنُونَ ۖ فَقُلْتُ: كاھن، علم ما فی نفسی،

فقرأ وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ ۖ قَلِيلًا مَّا تَكْذِبُونَ ۖ الى آخر السورة، فوقع الاسلام فی قلبی كل موقع¹۔

اقول: لكن ذكر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذكور نزول الحاقہ بعد بنی اسرائیل بسیع وعشرين سورة، وجعلها من اواخر ما نزل ببكة، ولا يظهر الجمع بان بعضها نزل قديماً فسمعه عمر قبل ان يسلم وتأخر نزول الباقي، واعتبر ابن عباس بالاكثير، فان امیر المؤمنین يقول فی هذا الحديث، ان صح: فاستفتح سورة الحاقه، ويذكر الايات من اواخرها، ثم يقول الى آخر السورة، فالله

¹ شرح الزرقانی علی الموابہب مقصد اول اسلام عمر فاروق مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۲

تعالیٰ اعلم؛ بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ فاصدع بما تؤمر هو الجهر بالقرآن¹۔ حکاہ فی المواہب من المقصد الاول، قال: قالوا وكان ذلك بعد ثلث سنين من النبوة. قال الزرقانی: تبرأ منه لجزم الحافظ فی سيرته بان نزول الآية كان فی السنة الثالثة²۔	کس طرح سُن لی تھیں، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سُن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو۔ غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو: "اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے۔ صاحب مواہب نے کہا: "کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی"۔ اس کی شرح میں زر قانی نے کہا ہے کہ ("کہتے ہیں" کہہ کر) طعنف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔ (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلك اول فرضها رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا:

ثم ان الله تعالى اقرها في السفر كذلك واتمها في الحضر³۔	پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل کر دیں۔ (ت)

شرح زر قانی میں ہے:

اقرها اى شرعها على هيئة ماكان	"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

¹ المواہب اللدنیۃ البحر بالدعوة المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۱ و ۲۲۳

² شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوجی از مقصد اول مطبعہ العامرہ مصر ۱/۲۸۷

³ المواہب اللدنیۃ اول امر الصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۱

یصلیہا^۱ قبل۔

اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلانہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب، اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس اُمت کے ساتھ خاص ہے، اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں۔ اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔" استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے، کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے، تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا (ت)	باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرکوع فی الصلاة۔ ذکر جماعة من المفسرین فی قوله تعالیٰ وارکعوا مع الراكعین، ان مشروعیة الرکوع فی الصلاة خاص بهذه الملة، وانه لارکوع فی صلاة بنی اسرائیل، ولذا امرهم بالرکوع مع امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قلت: وقد يستدل له بما اخرجه البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: اول صلاة رکعنا فیہا صلوة العصر، فقلت یا رسول اللہ ما هذا؟ قال: بهذا امرت۔ ووجه الاستدلال انه صلی قبل ذلك صلاة الظهر، و صلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلك، فکون الصلاة السابقة بلا رکوع قرینة لخلو صلاة الامم السابقة منه^۲۔

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوجی مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۴۱۱ھ - ۱۴۱۳ھ

^۲ الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۰۵/۲

شرح زر قانی مقصد خامس میں ہے:

رکوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔ (ت)	الرکوع من خصائص الامة، وماصلاہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ؛ وکذا ظہر عقب الاسراء، واول صلاة برکوع، العصر بعدها¹۔

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عقیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُک و کعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہ یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عقیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے	اخرج ابن عدی فی الكامل وابن عساکر فی التاريخ عن عقیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: جئت فی الجاهلیة الی مکة، وانا ارید ان ابتاع لاهلی من ثیابها وعطرها، فأتیت العباس، وكان رجلا تاجرا، فأنی عنده جالس انظر الی الکعبة، وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبلا الکعبة، فلم البث الا یسیرا حتی

¹ شرح الزر قانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۷۶ھ

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے، جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: "اے عباس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے۔" عباس نے کہا: "ہاں، بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، جوان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے، اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن خثیم ہلالی ہے۔ ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے بخاری نے کہا:	جاء غلام فقام عن يمينه، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاء ت امرأة فقامت خلفهما، فرقع الشاب فرقع الغلام والمرأة، فرقع الشاب فرقع الغلام والمرأة، فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة، فقلت: يا عباس! امر عظيم، فقال: امر عظيم، تدرى من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد الله، ابن اخي، تدرى من هذا الغلام؟ هذا علي ابن اخي، تدرى من هذه المرأة؟ هذه خديجة بنت خويلد، زوجته۔ ان ابن اخي هذا حدثني ان ربه، رب السموات والارض، امره بهذا الدين۔ ولم يسلم معه غيره هؤلاء الثلاثة¹۔ فيه سعيد بن خثيم الهلالي، قال الازدي منكر الحديث عن اسد بن عبد الله العسري^ع۔ قال البخاري:
اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہوا اسی طرح ہے، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبری ہو اقوال: (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں۔ انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)	عہ ہکذا فی الاصل بخط الناسخ وکتب علیہ بعض المصححين لعله العنبری اقوال الصحيح القسری والعسری لیس بشیخ عثرنا علیہ قط فی الانساب وهو اسد بن عبد الله بن یزید بن ابجلی اخو خالد القسری بفتح القاف وسكون المهملۃ فی حدیثہ لین

¹ اکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ایاس بن عقیف الکندی مطبوعہ المكتبة الاثرية شیخوپورہ ۱۴۱۰ھ

لا یتابع علی حدیثہ۔	اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اور دعویٰ اختصاص امت پر آیہ کریمہ وَكَلَّمَ دَاوُدَ اٰتَمًا فَتَشَبَّهَ فَاَسْتَغْفِرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ ۝¹ (اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ماکان راکعاً ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجد مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ ت) تو آیہ کریمہ لِيَسْرِمَ اَقْتَتِيْ لِيَوْبِكَ وَاَسْجُدِيْ² وَ اَمَّا كَيْفَ مَعَ الرَّكْعَيْنِ ۝ (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورد ہے۔ معالم میں ہے:

انما قدم السجود على الركوع لانه كذلك كان في شريعتهم، وقيل: بل كان الركوع قبل السجود في الشرائع كلها. وليس الواو للترتيب	کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا

(البقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من الخامسة مات سنة مائة وعشرين روى عن ابيه وعن يحيى بن عفيف وروى عنه سعيد بن خيثم وسلم بن قتيبة وسليمان بن صالح سلمويه وكان امير اعلیٰ خراسان جوادا ممدوحا قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب وتہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ۱۲۰ ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحییٰ بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خثیم وسلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے۔ بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب والتہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

¹ القرآن ۳۸/۲۴

² القرآن سورۃ آل عمران ۳/آیت ۴۳

بل للجمع¹۔

اور واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کیلئے ہے۔ (ت)

اقول یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شب معراج:

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ثم دخلت المسجد فعرفت النبيين مابين قائم و راکع وساجد² رواه الحسن بن عرفة وابو نعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے "کچھ قیام میں" "کچھ رکوع میں" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے "یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے" اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے..... آخر تک، جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی، اور (یہاں شرعی حقیقت

فانه يفيد التقسيم، ولا يجوز ان يكون الخشوع قسيماً للقيام والسجود۔ فاندفع ما ذكر العلامة الزرقاني لهنّا حيث قال تحت قوله مابين قائم وراکع، ای خاشع كخشوع الراکع، فلا يرد ان الركوع من خصائص الامة³ الى آخر ما قدمنا نقله ورأيتني، كتبت على هامشه، ما حاصله ان فيه مثل ما قدمنا عن الزرقاني نفسه ان النص يحمل على حقيقته الشرعية مهما امكن، وقد امكن، و اختصاص هذه الامة من بين الامم، لا ينفي صدور الركوع من الانبياء عليهم الصلاة والسلام، لاسيما بعد الوفاة؛ لاسيما بعد ما ظهرت شريعة نبي الانبياء صلي الله

¹ تفسير معالم التنزيل تفسير سورة آل عمران مطبوعه مصطفى الباني مصر ۱۲/۷۳

² شرح الزرقاني على المواهب المقصود الخامس في المعراج والاسراء مطبوعه مطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۶

³ شرح الزرقاني على المواهب المقصود الخامس في المعراج والاسراء مطبوعه مطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۷

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم ونسخت شرائعہم عن آخرہا۔ وقرانہ بقیام وسجود ادلّ دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ وکیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع۔ مع انه قسم بینہم القیام والركوع والسجود۔ افتری قائمہم وساجدہم غیر خاشع؟ اہمّا کتبت علیہ۔

ثم اقول: الحديث ان دلّ علی خلوص لا بنی اسرائیل عن الركوع۔ کان ادلّ علی خلوص لا الامة الابرهیمیة عنه۔ فان ملتنا هذه هی الملة الابرهیمیة۔ مع ان الله تعالیٰ یقول وَعَهْدْنَا إِلَىٰ اٰبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ

طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلطَّٰیِفِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرُّکَّعَ السُّجُودِ¹

وقال تعالیٰ

وَادْبُؤْاْ اِلٰی اٰبْرٰهٖمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَا تُشْرَکَ بِیْ شَیْئًا وَطَهِّرْ

بَیْتِیَ لِلطَّٰیِفِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ وَالرُّکَّعَ السُّجُودِ²

۲۔ وادعاء ان المراد بالركع الامة المحمدیة خاصة واضح البعد۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الجیب وآلہ وامتہ و

مراد لینا) ممکن ہے۔ اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا، واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ انبیاء کیلئے تین ۳ قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ (حضرت علی والی) حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملت ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریق اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب اٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے،

¹ القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۲۵

² القرآن سورہ الحج ۲۲ آیت ۲۶

بارک وسلم۔	قیام کرنے والوں کیلئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبيب وآلہ وامتہ وبارک وسلم۔ (ت)

بالجملہ مدارکار صحت حدیث مذکور طبرانی و زرارہ پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق و لاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

هذا كله مآظهر لي، والعلم بالحق عند ربّي، واللّٰه سبّخنه وتعالى اعلم، وعلمه جل مجدّه اتم واحكم۔	یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کو ہے، اللہ سبحنہ و تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۵۱) اس بنارس محلّہ کوتواپورہ۔ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال:

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ نامی بماء ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کا غنڈ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب میں در باب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وهو العلیم:

کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغریٰ سب اہل زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلاشک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اخفاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

كذا ذكره الملا على قارى في المقدمة السالمة في خوف الخاتمة وفي الحرز الثمين والعارف بن ابى جبرة الاندلسى المالكى في بهجة النفوس شرح مختصر صحيح البخارى والشهاب احمد الخفافى الحنفى في نسيم الرياض وغيرهم في كتبهم۔	اسی طرح ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے "المقدمة السالمة في خوف الخاتمة" اور "الحرز الثمين" میں۔ اور عارف ابن ابی جبرہ اندلسی نے "بهجة النفوس" میں جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور شہاب احمد خفاجی حنفی نے "نسيم الرياض" میں، اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں۔ (ت)

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ¹۔ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) کلام الہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہو سکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے واللہ العليم الخبير (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاة پر نماز جنازہ نہ پڑھیں، غسل نہ دیں، قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں، خلاف اہل سنت کے ہیں، خوارج سے ملتے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے، منکر نصوص قطعیہ کا بلاشک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا، مقابر اہل اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاة کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاة کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو اولہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

كذا في شرح الفقه الاكبر² لملا على قارى	ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں،

¹ القرآن سورة المائدة آیت ۳

² شرح الفقه الاکبر لملا علی قاری المعاصی نضر مرتکبا الخ لمصطفى البابي مصر ۷۷



امام شعرانی کی میزان میں، رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ میں، شیخ عبدالحق کی شرح مشکوٰۃ میں اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)	ومیزان الشعرانی ورحمة الامة في اختلاف الائمة وشرح الشيخ عبدالحق للمشکوۃ وغيرها من الكتب المعتبرات۔

اور نماز جنازہ تارک الصلاۃ پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَ^۱ (اور نہ نماز پڑھئے ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی)۔ اس آیت میں منع صلاۃ اُپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلوٰۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شرح المشکوٰۃ لعبد الحق الدہلوی و تکمیل الایمان (عبدالحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاۃ نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہودی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلائیک جائز ہے کذا فی الحدیث وتحقیق هذه المسئلة فی المشکوٰۃ^۲ والصحاح الستة وشرحها (حدیث میں اسی طرح ہے، اور اس مسئلے کی تحقیق صحاح ستہ اور ان کی شروح میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اُس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا،

ربنا افتح بیننا وبين قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اهدنا الصراط المستقیم الی آخر السورة۔ ۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ	اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے، ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی۔ آخر سورۃ تک۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ تعالیٰ له ولاسلافه وبارک فیه	کہتا ہے فقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے

^۱ القرآن سورہ التوبہ آیت ۸۴

^۲ مشکوٰۃ المصابیح باب عیادۃ المریض الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۳۴

وفی اخلافہ۔ آمین!	اخلاف کو برکت عطا فرمائے۔ آمین!

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی۔ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَاَن الشَّيْطَانَ لَا يُمَثِّلُ بِي ¹ ۔ رواه احمد والبخاری والتومذی عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه۔	جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا۔ (م) اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

من رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَاَن الشَّيْطَانَ لَا يُمَثِّلُ بِي ² ۔ رواه احمد والشيخان عن ابى قتادة رضى الله تعالى عنه والاحاديث فى هذا المعنى متواترة۔	جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا۔ (م) اس کو احمد اور بخاری و مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (ت)

مگر از انجا کہ حالت خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح ضبط و تیقظ پر نہیں ہوتے، لہذا خواب میں جو ارشاد سُننے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سواء وجد مطابقة الصریح اولاً (خواہ صراحۃً مطابقت ہو یا نہ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثر خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں اُلٹی آئی، اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں، نہ متقی کا سماع واجب الصیحة

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۵۲/۲

² صحیح البخاری باب من رآی النبی فی المنام، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۳۶/۲

نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

قال الله عز وجل وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا¹ - وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وان زنى وان سرق على رغم انف ابى ذر² - وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شفاعتى لاهل الكبائر من امتى³ -	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں"۔ (ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے"۔ (ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں"۔ (ت)

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عندا تحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کماحقہ العلماء المحققون من الائمة المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلك سيدنا العلامة الوالد رضى الله تعالى عنه فى بعض فتاواه (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضى اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بالینمہ تارک الصلاۃ کا کفر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ اقوال: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض مجاہد بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

¹ القرآن سورة الحجرات ۴۹ آیت ۹

² مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مطبائی دہلی ص ۱۴

³ مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضى الله تعالى عنه مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۱۳/۳

اقوال کفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم و قتل النبی والزنا بحضرته و کشف العورة عند الاذان وقراءة القرآن علی جهة الاستخفاف وکل ما دل علی الاستهزاء بالشرع والالاز دراء به۔	جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بت کے لئے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زنا کرنا، اذان سُن کر شرمگاہ کو ننگ کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس اجماع کا مبنی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو بنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت) صدر اول میں ترک نماز بمعنی کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایرون شیئاً من الاعمال ترکہ کفرًا غیر الصلّٰۃ ^۱ ۔ رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطہما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق العضلی مثله۔	اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: من لم یصل فهو کافر^۲ (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ و البخاری فی التاریخ۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاة فقد کفر^۳ (جس نے نماز چھوڑی

^۱ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاة، الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹

^۲ الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعمد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸۵/۱

^۳ الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعمد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸۶/۱

وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبد البر۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلا دين له ¹ (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر ² (بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو عمر۔ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لا ايمان لمن لا صلاة له ³ (بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔ م) رواہ ابن عبد البر۔ ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں:

صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر وكذلك كان رأى اهل العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر ⁴ ۔	سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)

اسی طرح امام ابویوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه ⁵ (ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔ م) ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمرو عبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابي هريرة وغيرهم من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن عوف احد العشرة المبشرين و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین

¹ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۳۸۵

² الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۳۸۵

³ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۳۸۶

⁴ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۳۸۶

⁵ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۳۸۶

واحد متعمداً حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولا یعلم لهؤلاء مخالف ¹ ۔	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ (م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ والی بوداؤطیالیسی والی بکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنتہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الامام ابراہیم نخعی وغیرہم دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذكر كل ذلك الامام الحافظ زكي الدين عبد العظيم المنذري رحمه الله تعالى عليه۔	یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد في الرواية المكفرة انه يقتل كفرا، وهي المختارة عند جمهور اصحابه، على ما ذكره ابن هبيرة ² ۔	امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید،

كما فصل جملة منها خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد في الكتاب المستطاب. الكلام الاوضح في تفسيره لم نشرح. وفي سرور القلوب في ذكر المحبوب، وفي جواهر البيان في اسرار الاركان، وغيرها من تصانيفه النقية العلية الرفيعة الشأن، اعلی اللہ تعالیٰ درجۃً فی غرفۃ الجنان، آمین!	جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتب الکلام الاوضح فی تفسیرہ لم نشرح، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواهر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

¹ الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ بعد مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۳۱ھ

² حلیۃ الخلی

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل پُستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر ہم جمابہر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی زُوسے یہ مذہب مذہب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (ت)	ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية، الى انه لا يكفر. ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك؟ فقال الائمة الثلاثة، نعم. ثم هل يكون حدا او كفرا؟ فالمشهور من مذهب مالك، وبه قال الشافعي، انه حد. وكذا عند احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر¹۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر ہاتھ و ویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔

کیا قال سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام لَيَبْلُوَنِيَّ أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ¹ ۔	جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکر"

یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلك ماعرف في موضعه۔ ومن الجادة المعروفة ردالمحتمل الى المحكم، لاعكسه، كما لا يخفى، فيجب القول بالاسلام۔	اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔ (ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہ میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة² (جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک والبوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوين ثلثة، فديوان لا يغفر الله منه شيئاً، وديوان لا يعبؤ الله به شيئاً، وديوان لا يترك الله منه شيئاً، فاما الديوان الذي لا يغفر الله منه شيئاً فالاشرار بالله، واما الديوان الذي لا يعبؤ الله به	دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں

¹ القرآن، سورہ النمل ۲، آیت ۴۰

² سنن النسائي باب المحاسبة على الصلوات الخمس نور محمد خانہ تجارت کراچی ۸۰/۱

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) اسے امام احمد اور حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا (ت)	شیئاً فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه، من صوم يوم تركه او صلاة تركها، فان الله تعالى يغفر ذلك ان شاء متجاوز، واما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئاً فظالم العباد، بينهم القصاص لامحالة¹۔ رواه الامام احمد والحاكم عن أم المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها۔

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے احمد ثلاثہ مالک وشافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے۔

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خود کشی کرنے والا۔ ب لکہ بطریق اولیٰ، کیونکہ خود کشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور در مختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کر دے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی،	وهذا منه، كقتل نفسه، بل اولى فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غيره، وقتل المؤمن اكبر عند الله من ترك الصلاة۔ وقد قال في الدر: من قتل نفسه، ولو عمدا، يغسل ويصلى عليه، به يفتي، وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره²، قال في

¹ مند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۰/۶

² در مختار باب صلوة الجنازہ مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۱۲۲/۱

ردالمحتار: به یفتی: لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساد المسلمین۔ زیلعی ¹ ۔	اسی پر فتویٰ ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔ شامی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما و فضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون و فی قاتل فسد بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدار ہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنیٰ و لیس هذا منهم (مگر جو مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں

ھی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذاقتلوا فی الحرب، ومکابر فی مصر لیلا، و خناق خنق غیر مرة ² ۔	نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مر جائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنی والا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا امانتِ اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، انه رؤف رحیم، امین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسئلہ (۲۵۲): ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجریہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیک کے ملتئم ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

¹ در مختار باب صلوة الجنازة مطبوعہ مجتبیٰ مصر ۱۳۳۱ھ

² در مختار باب صلوة الجنازة مطبوعہ مصطفیٰ البانی دہلی ۱۳۲۱ھ

الجواب:

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳): از نجو ناگڑھ سر کل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسر مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصد اترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُرا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کیلئے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت و اختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصد اترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ و جرمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جازا و عیدیں قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عز و جل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اُس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے^۱ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارہ سور خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابو ہریرہ و حضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت براء بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر و بیہقی وابن مندہ و ابونعیم و طبرانی و حاکم و ابن عساکر و بغوی و عبد الرزاق کے یہاں مروی و قد ذکرناھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاونا (اس کو ہم نے تمام تحریجوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں، البتہ ایک حدیث صحیحہ میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظَنَّا زَمِينَ كَعْبَةَ هِيَ نَهْ يَقِينَا، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد و طبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بسنَد صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

درہم رباً یا کلمہ الرجل، وهو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ فی الحطیم ^۱ ۔	ایک درم سود کا کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس ^{۳۶} بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ (م)

اور در بارہ ترک نماز اگرچہ اس سے سخت ترمذی ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیث مرفوعہ حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت بریدہ اسلمی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبد اللہ بن عمرو و حضرت انس بن مالک و حضرت عبد اللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ و حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابو درداء و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہروی و زرار و ابویعلیٰ و ابوبکر بن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبد البر و غیر ہم کے یہاں ترک نماز پر صراحۃً حکم کفر و بے دینی مروی کہا فصلہ الامام المنذری فی التوغب (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے واعظ سے سند مانگی جائے اگر سند معتبر پیش نہ کر کے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳): از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۵): از پبلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکرنے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے زور و یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہئے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن حنظلہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲۵/۵

نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ لانہ شیعہ کان و نسخ کما بینہ الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہو گئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے فان المصادرة المالية تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خان یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں ان پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیمے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۱۲ جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک از روئے شرع جائز ہے اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرور اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب:

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ در مختار میں ہے:

لا باخذ مال فی المذہب ^۱ بحر۔	مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے۔ بحر (ت)

اسی میں ہے:

وفی المجتبٰی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ^۲	اور مجتبٰی میں ہے کہ ابتداء اسلام میں تھا، پھر منسوخ کر دیا گیا۔ (ت)

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

^۱ در مختار باب التعزیر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱

^۲ در مختار باب التعزیر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱

اور بزاریہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لئے روک لینا تاکہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے، نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کیلئے، جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لینا مسلمان کے لئے روا نہیں۔ (ت)	وافاد فی البزازیة، ان معنی التعزیر باخذ المال، علی القول به، امساك شیء من ماله عنده مدة لينزجر، ثم يعيده الحاکم اليه، لا ان يأخذه الحاکم لنفسه اولبيت المال، كما يتوهمه الظلمة، اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعی¹

ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کر لینا جائز ہے فأنه ليس اخذ شیء من ملکهم بل امتناع تمليك شیء منهم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں جانے سے روکنا ہے۔ ت) یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز ان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سبق نہ دیا جائیگا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو وذلك لان الاجارة تنعقد شيئاً فشيئاً (اور یہ اس لئے کہ اجارہ بتدریج منعقد ہوتا ہے۔ ت) یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضا جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے جدا ایک وعدہ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلاعذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سرمایہ پر یہ زر ثمن تمام وکمال تمہیں معاف کر دیں گے اس صورت میں بھی قضا جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کر لینا جائز ہوگا۔

اور شرط معہود سے، جو کہ ملفوظ کے قائم مقام ہو، بیع کا فاسد ہو نا لازم نہیں آتا، کیونکہ پہلے اس کی صراحت نفی ہو چکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل ہے	ولا يلزم فساد البيع بالشرط المعهود القائم مقام الملفوظ، لتقدم التصريح بنفيه، والصريح يفوق الدلالة²، كما افاده الامام

¹ رد المحتار باب التعزیر مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۵/۳

² در مختار باب المهر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

قاضی خان فی فتاواہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں افادہ کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۶:

از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے اور کنارے سے میلوں دور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکتا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل گاڑی میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷ تا ۲۵۹: از گوری ڈاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبد الجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پیکر اشیاء مسکرہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامہ و عدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکر کہاں تک مذہب امام ابو حنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نماز ظالم و ربلو خوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصی ربلو خوار و شراب خور میں کسی قدر فرق ہے و نماز جنازہ ربلو خوار، شراب خور و ظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرب مسکرا مکان لم تقبل له صلاة
اربعین یوماً^۱۔

جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔ (م)

مگر وعیدات سب مقید مشیت ہیں وَیَعْفُو مَا دُونِ ذَٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ^۲ (اس سے) (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت) صورت مذکورہ میں صحت نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں رہا قبول محل عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے اِنَّمَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنَ التَّائِبِینَ^۳ (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن البحر بمأشئت ولا حرج (سمندر کے جُود و سخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزّة نے حدیہ مقرر فرمائی ہے کَتَمْنِیْ تَعْلَمُوْا اَمَا تَقُوْلُوْنَ^۴ (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدم قبول پر جزم جہل و جرات علی اللہ ہے جیسے عمر و غیر شراب سے قبول پر اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ^۵ (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اجمالیوں کہہ سکتے ہیں کہ شراب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ^۶ (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:

نماز بلاشبہ ہو گئی استجماع شرائط و ارتقاء موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے، جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل و مکابرہ و ہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لئے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم: قبول نماز کا جواب جواب اول اور فرضیت عہ نماز جواب عہ سوم سے واضح رہا و شراب دونوں حرام و گناہ کبیرہ ہیں خمر اگر اجماع النجاست ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو رہا میں حق العبد بھی ہے

عہ ۱: یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م) عہ ۲: یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا ہے۔ (م) ط

۱ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۶۷۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۴/۷

۲ القرآن، سورہ النساء، آیت ۴۸

۳ القرآن، سورہ المائدہ، آیت ۵۷

۴ القرآن، سورہ النساء، آیت ۴۳

۵ القرآن، سورہ الاعراف، آیت ۲۸

۶ القرآن، سورہ ہود، آیت ۱۸

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ¹ (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۰: مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسؤلہ مولوی محمد افضل صاحب کا بجلی ۱۲ صفر ۱۳۳۳ھ

شخص یک نماز از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند وادانیز کند قضاے ہفتاد ہزار سال در دوزخ میماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔	کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے، اگرچہ بعد میں ادا کر لے تو اس کو دوزخ میں اتار ہنا پڑے گا کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جا سکے کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟۔ (ت)

الجواب:

تاخیر آنچناں کہ بلا عذر شرعی از وقت برآرد و قضا کند بلاشبہ حرام و فسخ و کبیرہ است عذاب و مغفرتش مفوض بمشیت است و هیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند، واللہ تعالیٰ اعلم۔	عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسخ اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۱: حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگادینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲: از فتح گدہ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسؤلہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنجابی قومیں بتعداد کثیر بلحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لا کر بصورت اجتماع اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہوتا و فتنہ بعد ادا لگی

¹ القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۸۸

تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لئے قابل قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا، پس جو پچاسیتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو کبکبت وادبار کا رُوح فرسادر ہے متاثر ہو کر (یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خداترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قدیمی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوٰۃ و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شرابخواری و جُواتاش اور داڑھی منڈوانا حسب تعلیم فرقان حمید و فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہیدی اس میں کیا ہے؟

الجواب:

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دُنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں، جو امور تادیبی اور پر مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہیدی صرف اتنا ہے کہ علما و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھو ادیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل، اور اُس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا منظور ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۳ و ۲۶۴) محمد رضا خان محلّہ رٹری ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرض تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضع میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے کہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کُل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لئے نماز پڑھے گاتم کیوں کوشش کر رہے ہو، وہ شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

الجواب:

پہلے لوگوں کیلئے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان يهدى الله بك رجلا خيرا لك مما طلعت عليه الشمس ^۱ وغربت۔	اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کیلئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

وَنُكْتِبُ مَا قَدَّمُوا وَأَخَّرَاهُمْ^۲ ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے (م) اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ حُرَم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانِ قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے، فرض سے روکنا شیطانِ کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کردئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لِمَ تَعْطُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهِلَّهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا^۳ (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔ م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور یہ کہنا کہ "اس میں رکھا ہی کیا ہے" سب سے سخت کلمہ ہے، اس کہنے والے کو تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) از بریلی محلہ ملوک پور مسوئلہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابلِ اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھنا پڑے گا۔ یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے؟
الجواب: اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں سو سو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یہ ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرة بالمال منسوخ

^۱ جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۲۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۵۹/۵

^۲ القرآن سورہ یس ۳۶ آیت ۱۲

^۳ القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۳

بالمسوخ حرام (کیونکہ مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶)

سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خدام الساجدین رٹری ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوہلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں جوہلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نماز عصر و نماز مغرب و نماز عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب دارین ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسؤلہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کی طرح طرح خوشامداندہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی اُن لوگوں کو جب اُس پر کاربند نہ پایا بلکہ اُن میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کیلئے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہو شیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب اُن صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہر گز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق رسالت نہ ہو، اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنہوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من ترک الصلاة متعبدا فقد کفر^۱ کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تماری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

الجامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۸۰۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۰۲/۶

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارک صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارک صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارک صلاۃ کافر نہیں تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجر آکھا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا؟ اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارک صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارک صلاۃ عداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنہوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریفاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بلاشبہ صدہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام وائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارک صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد: **وَأَقْبِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الشُّرَکِیْنَ** ¹ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م) زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترک نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنا باندھنا یا قشقہ لگانا علامتِ کفر ہے۔ جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہو نا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔ اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صدہا صحابہ وائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضراتِ امام پر لگتا ہے۔ عداً تارک صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔ معترضین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ وائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ انہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

¹ القرآن سورہ الروم ۳۰ آیت ۳۱

غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوایں صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجر آکھے حرج نہیں، محل زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقاد تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قول صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگو و ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴/ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعض علماء اس سے اجتناب اور اُس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب:

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اُس کی تکفیر کی، اور خود صحیح حدیث میں ارشاد: **من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر جهارا**^۱۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا۔ (م)
جو ائمہ اُس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں، بہ نظر رجز اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء و پیشوایان قوم اگر اوروں کی عبرت کیلئے اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھوادیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ الجامع الصغیر مع فیض التقدير حدیث ۸۵۸۷ مطبوعہ دار المعرفت، البیروت ۱۰۲/۶، مجمع اوسط، حدیث نمبر ۳۳۷۲ مکتبہ المعارف ریاض ۲۱۱/۴

باب الاوقات

نماز کے وقتوں کا بیان

۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

مسئلہ (۲۶۹) مرسلہ حاجی الہ یار خان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین^۳ مسئلے ہیں، دو^۲ کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اُس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں:

مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟

اقول: فی الواقع روزہ ماہ مبارک و نذر معین و روزہ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضحہ کبریٰ کہتے ہیں اُس کے بعد بلکہ خاص ضحہ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درمختار میں ہے:

یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین	رمضان کے روزے، نذر معین کے روزے اور

والنفل بنیته من اللیل الی الضحوة الکبریٰ، لا بعدھا ولا عندها، اعتبار الاکثر الیوم ¹ ۔	نفل روزے کی ادا صحیح ہے اگر رات سے ضحوة کبریٰ تک نیت کر لی جائے، ضحوة کبریٰ کے بعد یا اس کے دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے، ردالمحتار میں ہے:

الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب ² ۔	شرعی دن، طلوع فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)

یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوع مرئی کنارہ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوع فجر سے طلوع شمس بمعنی مذکور تک جتنی مدت ہوگی اُس دن کا نہار شرعی اس کے نہار عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا لہذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے:

اعلم، ان کل قطر نصف نہارہ قبل زوالہ بنصف حصۃ فجریہ ³ ۔	جان لو کہ ہر علاقے کا نصف النہار، بقدر نصف حصہ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تصنیف میں جتنے منٹ سکند آئے ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے ہی منٹ سکند لے لئے وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیت روزے کی ہو جانی چاہئے اور پُر ظاہر کہ نہ نہار عرفی دائرہ ایک حالت پر رہے نہ مقدار فجر دو لاکھ یا کم ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل عہ و تزايد و تناقض میل تفاوت طوابع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعث اختلاف طوابع یا مطالع ہے اور اس کا تزايد و تناقض باعث اختلاف طوابع فی المطالع کما لایخفی علی ذی درایۃ ۱۲ (جیسا کہ ذی فہم پر مخفی نہیں۔ (ت) (م)

¹ در مختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۶۱

² در مختار، کتاب الصوم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۸۰/۲

³ در مختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۵/۲

آفاق مائلہ نہ کہ ہمارے بلاد جن میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی درجے افزوں ہے کہ کمابیش عرض الخ رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض الخ ہے یہاں نہار نجومی کہ انق حقیقی پر جانب انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوادس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اوخر جوزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سواپہر کا مکمل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہوا کجا ساڑھے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً مامہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کا کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پہر کا مکمل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مغالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سوادوپہر یعنی پونے سات گھنٹے تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۰۶ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۰۶ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہوگی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوبا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سات پر تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۴۵ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اُس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سواگیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ انج کر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سواپانچ سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۰۶ گھنٹے باقی حالانکہ اُس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے انج کر ۱۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہوا کہ ۰۲ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعث تغلیط اور بنائے کار اُسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہا لفظ زوال کہ عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دوپہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ اوقایہ^۲ و شرح وقایہ^۳ و عتابیہ^۴ و

جو اہل^۵ الاخلاطی و شرح^۶ نقایہ بر جندی و شرح^۷ علامہ اسماعیل و متن^۸ نور الایضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح^۹ جامع صغیر للامام السرخسی و کافی^{۱۰} شرح وافی و شرح^{۱۱} کنز للزیلعی و متن^{۱۲} اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ^{۱۳} و کنز^{۱۴} و ملتقى^{۱۵} و تنویر^{۱۶} و در۴ و اشباہ^{۱۷} وغیرہا مرسلہ معتمدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ تو اسی پر عمل و فتویٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوء ادب ہے کہ قدوری^۱ و مجمع^۲ و فتاویٰ^۳ خانہ و فتاویٰ^۴ خلاصہ و شرح^۵ طحاوی و خزائنہ^۶ المفتین وغیرہا معتبرات میں کہ اجلہ متون و شروح و فتاویٰ مذہب سے ہیں اُسی پر جزم و اعتماد کیا۔

اما المجمع فنقل عنه في ردالمحتار واما شرح الطحاوی فرمزلہ في خزانة المفتين، واما الاربعة البواقی فرأيت فيها بعيني۔	مجمع سے ردالمحتار نے نقل کیا ہے، شرح طحاوی کی طرف خزائنہ المفتین میں اشارہ کیا گیا ہے اور باقی چاروں میں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ت)

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،

کمانص عليه الامام شمس الائمة السرخسی في شرح الجامع الصغير، ورأيت النقل عنه في الايضاح شرح الاصلاح للعلامة ابن کمال الوزير۔	جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح میں، میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ (ت)

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زیان اور زوال سے زوال نہار شرعی مراد لے کر قصد توفیق بھی خلاف تحقیق کی مرسلہ ائمہ یہاں بقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح و صحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے:

قال في المختصر (يعني القدوري) ما بينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الاصح ^۱ الخ۔	کہا مختصر میں (یعنی قدوری میں) "اس کے اور زوال کے درمیان"۔ اور جامع صغیر میں ہے "نصف النهار سے پہلے"۔ اور یہ اصح ہے الخ (ت)

شرح و قایہ میں ہے:

في الجامع الصغير بنية قبل نصف النهار أي قبل نصف النهار الشرعي، وفي مختصر	جامع الصغیر میں ہے "اگر نصف نہار سے پہلے نیت کرے" یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے، اور

^۱ الهدایہ کتاب الصوم مطبوعہ المکتبہ العربیہ کراچی ۱۹۲/۱

القُدوری الی الزوال، والاول اصح ¹ ۔	مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صحیح ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (ت)

کافی للامام النسفی میں ہے:

ذكر في المختصر، وبينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغير، قبل نصف النهار، وهو الصحيح ² ۔	مختصر میں مذکور ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور جامع صغیر میں ہے "نصف نہار سے پہلے" اور یہ صحیح ہے الخ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

قال في المختصر (يعني الكنز) الى ما قبل نصف النهار، وهو المذكور في الجامع الصغير، وذكر القُدوری ما بينه وبين الزوال، والصحيح الاول ³ ۔	کہا مختصر میں (یعنی کنز میں) "نصف نہار سے پہلے تک"۔ یہی جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ اور قدوری نے کہا ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور صحیح پہلا قول ہے۔ (ت)

برجندی میں ہے:

اشار القُدوری انه تجوز النية فيما بين الصبح والزوال، وفي الهداية الاول ⁴ ۔	قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ نیت صبح اور زوال کے درمیان صحیح ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ پہلا قول اصح ہے۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اجزائه النية ما بينه وبين الزوال او قبل انتصاف النهار، وهو الاصح ⁵ ۔	اس کے لئے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان کرے، یا نصف نہار سے پہلے، اور یہ اصح ہے (ت)

اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا:

يظهر ثمرۃ الاختلاف فيما اذا نوى عند	اختلاف کا نتیجہ تب ظاہر ہوگا جب زوال کے قریب

¹ شرح الوقایہ کتاب الصوم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۳۰۶/۱

² کافی شرح وافی

³ تبیین الحقائق کتاب الصوم المطبوعہ الکبریٰ الامیریہ مصر ۳۱۵۹/۱

⁴ شرح النقایہ للبرجندی کتاب الصوم نوکثور لکھنؤ ۲۱۱/۱

⁵ جواہر الاخلاطی، کتاب الصوم قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۴۸/۱

اقول: بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق عہ^۱ نہ ہوئی (انتصاف پر بھی مابینہ و بین الزوال و قبل الزوال و قرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحہ کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قد مناعن الدر وغیرہ) جس طرح ہم نے دروغیرہ سے پہلے نقل کیا ہے) (ص-۱۲۲) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق و افاضۃ التحقیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷۰: وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول: گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر^۲ عن الحلیۃ۔ (جیسا کہ بحر الرائق میں حلیہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علما کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی عہ^۲ مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرہ نصف النہار پر

عہ^۱ نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقاً وان لم^۱ ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ کردی جاتی تو ان یکن تحقیقاً^{۱۲} منہ (م) میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی تسامح ہے۔ (ت)

عہ^۲ احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چار^۳ دن یعنی ۱۵/اپریل، ۱۴/جون، ۱۳/اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ الفتاویٰ التاہار خانیۃ الفصل الثالث فی النیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵۷/۲

^۲ البحر الرائق کتاب الصوم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ۲۵۱/۱

پہنچتا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانبِ مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارہ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے۔

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ شرقی جانب جو دائرہ افق حسی ہے افق حسی کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے افق ترسی کا نام دیا ہے۔ اس دائرے سے پورے سورج کی حرکت کے ساتھ، سورج کا پہلا کنارہ گزر جائے۔ اور غروب سے مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری نکیہ، اسی دائرے سے، اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔ اس سے نہار عرفی اور نہار نجومی کا امتیاز بھی واضح ہو گیا، کیونکہ نہار نجومی شروع اس وقت ہوتی ہے جب شرقی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے۔ اب اگر دونوں افق (حقیقی	والمراد بالطلوع، المبتنی علیہ احکام الشرع، تجاوز اول حاجب الشمس فی جهة الشرق عن دائرة الافق الحسی بالمعنی الاعم، المسی فی کلام البعض بالافق الترسی، بحركة الكل، وبالغروب تجاوز کل قرصھا فی جهة الغرب عن الدائرة المذكورة بالحركة المزبورة، فوضوح امتیاز النهار العرفی عن النهار النجومی، فانه من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقه علیھا فی جهة المغرب، فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی، بقدر ما یطلع نصف کرة الشمس ویغرب النصف، وان انحط الترسی من التحقیق، وهو الاکثر،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصل تعدیل الايام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کو اختلاف طول سے یہ دن متبدل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سیکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۲۵ و ۲۴ مئی ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منہ۔ یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ناٹم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی جہاں طول ۸۲ درجے ہے جس کے ۵ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے بریلی میں صرف دو آہی دن مساوات کے رکھے ۱۸ اکتوبر اور ۲۸ نومبر، اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف النہار حقیقی کا پہلے ہونا صرف ۴ منٹ رہ گئی، اور زیادت یعنی جیبی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منہ (م)

لاسیما من جهة دقائق الانكسار الافقي، فزيادة العرفی ازید۔ نعم، ان وقع فوقه بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانكسار یستوی النهاران، اوازید من ذلك فیفضل النجومی، کمالایخفی وهذه فائدة سنحت للقلم حین التحریر فاحبنا ایرادها۔	اور ترسی) متحد ہوں تو نہار عرفی، نہار نجومی سے اتنی بڑی ہوگی جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے۔ اور اگر ترسی، حقیقی سے نیچے ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے خصوصاً جب افقی انکسار کے دقیقوں کو ملحوظ رکھا جائے تو نہار عرفی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ ہاں، اگر ترسی، حقیقی سے، سورج کے نصف قطر جتنا اوپر ہو اور انکسار کے دقیقے بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی۔ اور اگر سورج کے نصف قطر کی مقدار سے زیادہ اوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی، جیسا کہ مخفی نہیں ہے یہ فائدہ لکھتے وقت قلم کیلئے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے ہوگا، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جب گھڑی کے ۶ بج کر ۷ منٹ پر چکا اور ۶ بج کر ۱۲ منٹ پر ڈوبا ۶ بج کر ۲۸ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۲۳ منٹ ہوا اسے ۴ گھنٹے ۲۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائی حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا الا سبع و عشرین کما یتوہم فافہم واعرف ان کنت تقہم (نہ کہ انیس منٹ، جیسا کہ وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس کو سمجھو اور جانو، اگر سمجھ رکھتے ہو۔ ت) اسی کو ضحہ کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت کے آنے تک کچھ کھایا پیانا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائی حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور پُر ظاہر کہ یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ خواریزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا، ردالمحتار میں ہے:

عزافی القہستانی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی ای ائمة ماوراء النہر وبان المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الکبریٰ الی الزوال الی ائمة خواریزم^۱۔	قسمتانی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد عرفی نہار کا نصف ہونا ہے، اور اس قول کو ائمہ خواریزم کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد شرعی نہار کا نصف ہونا ہے یعنی ضحہ کبریٰ زوال تک۔ (ت)

^۱ ردالمحتار مطلب بشرط العلم بدخول الوقت مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۳ھ

وفي القنية، واختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقليل من نصف النهار الى الزوال، لرواية ابي سعيد رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس، قال ركن الدين الصباحي، وما احسن هذا، لان النهى عن الصلاة فيه يعتمد تصورهما فيه¹ اه ما في الشامي، وهذا كماترى من الفاظ الافتاء۔	اور قنیه میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے زوال تک ہے، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رکن الدین صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی پڑ سکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس میں نماز پڑھی جاسکے، شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ افتاء کے الفاظ ہیں۔ (ت)
اقول: ویؤیدہ ما فی الشامی عن الطحاوی عن ابی السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط، فی باب الکسوف، انها اذا انکسفت بعد العصر او نصف النهار دعوا ولم یصلوا²، ای لکراهة النفل فی الوقتین، ووجه التأيید ظاهر لیس بخاف۔	اقول: (میں کہتا ہوں): اسی کا مؤید ہے وہ جو شامی میں ہے۔ شامی نے طحاوی سے، اس نے ابوسعود سے، اس نے حموی سے، اس نے برجندی سے، اس نے ملتقط سے باب الکسوف میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا نصف النہار کے وقت لگے تو لوگ دعا کریں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، تائید کی وجہ ظاہر ہے، مخفی نہیں۔ (ت)

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے۔

¹ رد المختار مطلب بشرط العلم بدخول الوقت مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۷۳

² رد المختار باب الکسوف مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۲۲

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے قول (میں کہتا ہوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق و تحریر کا محتاج ہے اور عبد ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں عنقریب ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم، جو کچھ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ سبحنہ اعلم بالصواب۔ (ت)

حتی یتبین خلافہ اقول والمسئلة بعد تحتاج الى زيادة تحقيق وتحرير. وللعبد الضعیف ههنا ابحاث سنوردها ان شاء الله تعالى في غير هذا التحرير، والله تعالى اعلم۔ انتھی ما کتبت فی الجواب۔ واللہ سبحنہ اعلم بالصواب ¹۔

مسئلہ (۲۷۱) ۱۱: بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟

اقول: گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہا درجہ یہ وقت ۲۸ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ بیشتر نصف النہار شرعی ہو جاتا ہے اور تحویل حمل و میزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۲ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے باقی ایام میں انہیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے و تفصیل ذلك يطول جدا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عربی کا گویا عہ نصف حقیقی ہے اسی کو استوائ حقیقی کہئے اس وقت آفتاب بیچ آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ و علیٰ ہذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اُس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہا پچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اُس وقت آفتاب مرئی العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا و لہذا تحویل حوت کا شمس کہ بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار افقی ہمارے شہر میں ہنچ کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ہنچ کر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے

۳۱ منٹ

عہ اس گویا اور کہیے اور سمجھی کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائ حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ (م)

بعد طلوع کرتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائے حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجتے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوع شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینہ جواب اور تفصیل و تحقیق مفضی تطویل و اطنا۔

ورفیمآ ذکرنآ کفایة لاوی الباب وصلی اللہ تعالیٰ علی المولی الاواب سیدنا محمد والال واصحاب واللہ تعالی اعلم بالصواب۔	اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ عقلمندوں کے لئے کافی ہے، اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا محمد پر اور ان کی آل واصحاب پر۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (ت)

مسئلہ (۲۷۲): از حیدر آباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسہ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڑھی ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

حضرت مولانا العلام والحر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں کہ علماء مکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان صاحب مراد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڑھی وغیرہم نے مثلیں سوی الزوال کا فتویٰ دیا بعدہ، مولوی عبد الوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مثلیں سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطالبہ محمد عبدالحق

الجواب:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی مثلیں بعد فی الزوال ہے اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماع واطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اُسی پر افتائے اکثر کبرائے ائمہ مفتیین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خالہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح به فی البحر والخیرۃ ورد المحتار	کیونکہ بحر، خیرہ اور رد المحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع کیا جا چکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے جس کی جانب وہ منہ کرتا ہے تو نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق دے اور اپنے کرم سے انہیں قبول فرمائے۔ واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

وغيرها ان كل ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه¹۔ هذا ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات²۔ وفقنا الله تعالى لها وتقبلها منا بالكرم واللّه سببخنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدّه اتم واحكم۔

مسئلہ (۲۷۳) از کلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب 2/61 بجے طلوع ہوتا ہے اور پونے چھ بجے غروب اور نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہوں مجھے دلائل کی ضرورت نہیں، بینوا تو جدوا۔

الجواب:

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی و فیض کرکی و در مختار میں قول صاحبین کو مرجع بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح اور از روئے دلیل راجح ہے، عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کیے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اُسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتاب بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اُسی کی تصحیح کی، امام ملک العلماء ابو بکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا: هو الصحيح³ (یہی صحیح ہے)۔ امام اجل قاضی خان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایۃ اور اشہر من حیث الروایۃ ہو⁴۔ کہا

¹ رد المختار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۰/۱

² القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۳۸

³ البحر الرائق، بحوالہ بدائع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۲۳۵/۱

⁴ فتاویٰ قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ انڈیا ۲/۱۱

نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ (جیسا کہ خانیہ کے خطبہ میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے۔ ت) اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحاوی والشافی (جیسا کہ شامی اور طحاوی میں ہے۔ ت) یونہی^۱ امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل^۲ برہان الدین صاحب ہدایہ نے ہدایہ اور امام اجل^۳ ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زلیلی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرنج رکھی، امام اجل^۴ محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ امام صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین اعلیٰ مصنفین برہان و فیض و در مختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالت شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاویٰ انغیشیہ و جواہر الاخلاطی میں فرمایا: ہو المختار یہی مختار ہے (علامہ^۵ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی، امام^۶ سمعانی نے خزائن المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا، امام محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی، ملتقی^۷ الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبۃ جیسا کہ اس کے خطبے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار للفتویٰ ہوتا ہے کما فی شرحہ^۸ مجمع الانہر (جیسا کہ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے ت) مراقی^۹ الفلاح میں ہے ہو الصحيح و علیہ جل المشایخ و المتون^{۱۰} (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگ مشائخ و متون مذہب ہیں) طحاوی^{۱۱} اعلیٰ المراقی میں ہے صححہ جمہور اہل المذہب^{۱۲} (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) نقایہ^{۱۳} میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی شرح^{۱۴} الجمع للمصنف میں ہے انہ المذہب و اختارہ اصحاب المتون و ارتضاہ الشارحون^{۱۵} (مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینایج^{۱۶} و علمگیری^{۱۷} میں ہے ہو الصحيح^{۱۸} (یہی صحیح ہے) جامع^{۱۹} الرمز میں اسی کو مفتی بہ بتایا، السراج^{۲۰} المنیر میں ہے علی قوله الفتویٰ^{۲۱} (امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے) بحر^{۲۲} الرائق پھر رد المختار^{۲۳} میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر^{۲۴} میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ

۱ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر خطبہ کتاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۱

۲ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۹۳

۳ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۹۳

۴ البحر الرائق بحوالہ شرح الجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

۵ الفتاویٰ الہندیۃ الباب الاول فی المواقیط مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۱۱

۶ السراج المنیر

۷ صحیح البخاری باب الاذان للمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۷

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذانِ ظہر دینی چاہی، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر)، دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا) اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا: "گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو"۔ مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خودائتمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرین طیسین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی، امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہر گز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر حمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابرو کا اظہار فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے، حضور یہاں حکم عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و در مختار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت نہیں ہو سکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اسرا میں فرض ہوئی اور اسی کے دن میں وقتِ ظہر کو آکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لئے امامت کی توجہ حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی نسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہر گز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متونِ مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کیلئے موضوع ہیں، امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا۔ نہایت میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایۃ ہے، غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و مانوخذ ہے۔ محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ ینایع میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی البحر¹ (یہ سب بحر میں ہے۔ ت) تو بعض نقول خلد مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کمافی البحر والخیرۃ

¹ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۴۵

وغیر ہما (جیسا کہ بحر اور خیر یہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو یہ مذہب مہذب بوجہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔
اولاً یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔
ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر مسئلہ شروع ہیں اور شروع فتاویٰ پر مقدم۔

رابعاً اجلہ اکابر ائمہ تصحیح و فتویٰ مثل امام قاضی خان و ایام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے۔
خامساً جمہور مشائخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور عمل اسی پر چاہئے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔

سادساً اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب حلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔

سابعاً رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہر گز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعوٰی ہو پیش کرے اور بامداد روح بُر فوج حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کا معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کر ساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہو کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ بالجملة عند التحقيق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنازل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائیگا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہوگا اُدھر خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام وہاں قضاء ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر

نفسِ صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتبِ ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیلِ صحت متفق علیہا و رفع کراہت کیلئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

شعبان ۱۳۳۱ھ

مسئلہ (۲۷۴)

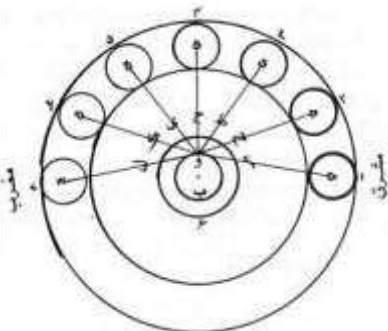
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیئے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانہا تعصر (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دار قطنی نے زیاد بن عبد اللہ نخعی سے روایت کی "ہم امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی: یا امیر المؤمنین نماز۔ امیر المؤمنین نے فرمایا بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کیلئے عرض کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ہذا الکلب یعلنا السنۃ (یہ سننا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فحشونا للربک لنزول الشمس للغروب نترھا^۱ (ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لئے نیچے اتر گیا تھا)۔ یعنی دیواریں اُس زمانے میں نیچی نیچی ہو تیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا، مگر ہر گز ہر گز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اُس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا برقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدر قی داکئی حیلات کہ ہی بخار کے سبب کہ افق کے قُرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حصہ ملے کر نا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قُرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کہی بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے اب کہی زمین ہے اوضاع

۱ سنن الدار قطنی باب ذکر بیان المواقیات الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۵۱

ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے۔ ج زمین کے سب طرف کروی بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کشیف تر



ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حاصل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی کہ مرکز شمس ہے اور ہر طرف وہ خطہ ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خطہ ۱۵ کا حصہ ۱۵ کربھی بخار میں گزرا اور دوسرے پر ۱۵ تیسرے پر ۱۵ چوتھے پر ۱۵ اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ۱۵ سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ۱۵ وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ۱۵ سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ۱۵ یعنی دوپہر کے وقت کا خط پانسواٹھانوے ^{۵۹۸} میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ۱۵ برابر ۱۵ کے پڑتا ہے اور ۱۵ برابر ۱۵ کے اور ۱۵ برابر ۱۵ کے ہے یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اُس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اُس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے، تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا اور

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہو اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلانا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں، جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بین طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابوالسعود علی الکفر اور طحاوی علی الدر میں ہے:

المراد ان یذهب الضوء فلا یحصل للبصر به حيرة ولا عبرة لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال ^۱	یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے (ت)

بالجملہ سخن تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو اُحصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیین وقت کے لئے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-۲۵ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹا ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے

^۱ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۸/۱

بھی کچھ زائد ایک گھنٹا ۳۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں، ہاں اتنی تعجیل کہ دو^۲ مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و خدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے یہ محض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو، مختار میں ہے:

لوشرع فیہ قبل التخییر فمدہ الیہ لایکرمہ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	سورج میں تغیر آنے سے پہلے نماز شروع کی پھر تغیر تک لمبی کردی تو مکروہ نہیں ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۶۲۷۵ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولیٰ وقت کیا ہے؟

(۲) امسال وقت صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) سنت قبلہ میں اولیٰ اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعد یہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہئے یہ فصل سنت قبلہ و بعد یہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انہیں طریقہ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما۔ تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کر کے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

علیہ فی البحرائق وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارفنج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اس دن بارفنج کر سائے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۷۷) از سندیلہ مرسلی بعض علما بتوسط مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔ دوم ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہو جاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر

آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: اقول: وبالله التوفیق (اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان و بیان و رہبان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس الخبر کالمعاينة^۱ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ ^۲ ۔	جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِیْجُ النَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُولِیْجُ النَّهَارَ فِی النَّیْلِ^۳ (تو، رات کو دن

^۱ الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۵۷۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۵۷/۵

^۲ جامع الترمذی ما جاء فی فضل القرآن مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۱۴/۲

^۳ القرآن الحکیم ۲۷/۳

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ ت کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہ، دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تنہی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور دلیل و نہار بمعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنی حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیلِ عربی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفقِ احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

فان ایلاج شیعی فی شیعی یقتضی وجودہما۔ لان یعدم احدهما فی عقبہ الآخر۔ واللیل والنہار بمعنی الملوین متضادان لایجتمعان۔ فلا بد من التجوز۔ ومن اقرب وجوہہ ما ذکر العبد۔ من حمل اللیل علی السواد۔ فی بقی النہار علی حقیقتہ ویظہر الایلاج من دون کلفة۔ ولایتجاوز التجوز قدر الحاجة۔ ویسکن العکس ایضاً۔ بان یحمل النہار علی الاشعة الشمسیة واللیل علی حقیقتہ۔ فیکون اشارة الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقي واللیل باق بعد۔ کما فی الصبح الاول۔ وان ارید اللیل العرفی فاظہرو اکمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ لایرضی ان یجعل تلك الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضاً۔ کما طال الکلام فیہ فی سورة الانعام۔ تحت قوله عزوجل قَالِقُ الْاَضْہَا¹ ولیس الامر کما ظن۔ واغتر بقوله العلامة الزرقانی فظن ان

¹ التفسیر الکبیر زیر آیت فالق الاصباح مطبوعہ مطبعة بہیة مصریة ۱۳/۹۵

سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیسا کہ سورہی انعام کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَالِقُ الْإِصْبَاحِ" کے تحت انہوں نے اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انہوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ زر قانی کو دھوکہ ہوا اور انہوں نے رازی کی رائے کو مذہب منقول سمجھ کر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ ان توسعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے، جو نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لئے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا: "شفق کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "شفق سورج سے ہے۔" یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَلَا قَسَمَ بِالْشَّفَقِ" کے تحت مذکور ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے، جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق۔ (ت)	هذا مذهب منقول، فنسبه لاهل السنة، مع انه ليس الامن توسعات الامام في البحث والكلام ولم يستدل له الابي بحث عقلي، لاتام ولا جلي۔ ومن البديهي عند كل احادان الشفق والصبح اختان، وما امرهما الا واحدا۔ وقد اخرج ابی شيبه عن العوام بن حوشب قال: قلت لمجاهد، ما الشفق؟ قال: ان الشفق من الشمس¹۔ ذكره في الدر المنثور، تحت قوله تعالى فلا قسم بالشفق، بل في التفسير الكبير تحت الكريمة، اتفق العلماء على انه اسم للآثر الباقي من الشمس في الافق بعد غروبها²۔ اما دليله العقلي فقد رده العبد الضعيف بكلام لطيف ذكرته على هامشه وبالله التوفيق۔

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن پیٹھ دکھائے

اذا قبل الليل من ههنا وادبر النهار من

¹ الدر المنثور زیر آیت فلا قسم بالشفق مطبوعہ مکتبۃ آیت اللہ العظمی قم، ایران ۳۳۰/۵

² التفسیر الکبیر، زیر آیت فلا قسم بالشفق مطبوعہ مطبعۃ ہبیہ مصریہ مصر، ۱۰۹/۳۱

اور سورج پُورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پُورا ہو چکا۔ (ت)	ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم ¹ ۔

لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مقصود ضوء فان الاقبال من ههنا والادبار من ههنا انما يكون لهما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر جاتی ہیں۔ ت) تیسیر میں ہے: اذا اقبل الليل، یعنی ظلمتہ، وادبر النهار، اسی ضوء²۔ جب کہ رات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن واپس جائے، یعنی اس کی روشنی۔ تعالم ماکان ومايكون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اُٹھتی ہے اُس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قُلل جبال واعالیٰ اعضان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثف، انحرہ افقیہ وکثرت بعد عن الابصار وطول مرور شعاع البصر فی شخن کرة البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے اس صاف و نفیس و بے تکلف معنی پر بحمد اللہ تعالیٰ انتظام کلام اُسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کوشایاں و بجا ہے کلماتِ علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے امام ابن حجرؒ کی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای وقد یقبل الليل ولا تكون غربت حقيقة، فلا بد من حقيقة الغروب ³ ۔	یعنی کبھی رات آ جاتی ہے اور ابھی حقیقتہً غروب نہیں ہوا ہوتا، اس لئے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)

حنفی علی الجامع الصغیر میں ہے:

قوله، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبله عن ذلك، اشارة الى انه قد یوجد اقبال الظلمة وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس ⁴ ۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "اور سورج ڈوب جائے" آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آ جاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا۔ (ت)

¹ جامع الترمذی باب ما جاء اذا قبل الليل مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۸۸/۱

² التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۶۱/۷

³ مرقاة المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم غنسل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۵۲

⁴ الحنفی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا قبل الليل الخ مطبوعہ المطبعة الازهریہ مصر ۱۷۱/۹

اور اگر حدیث میں لیل ونہار معنی حقیقی پر رکھے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا۔

لمأعلمت ان اسناد الاقبال والادبار من ههنا وههنا ليس اليهما على الحقيقة۔	کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ادھر سے ادھر آنے جانے کی نسبت لیل ونہار کی طرف حقیقۃً نہیں ہے۔ (ت)

مگر اب تین ۳ الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلاثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے۔ معنی،

وهذا ما قاله الامام النووي في المنهاج قال العلماء كل واحد من هذه الثلاثة يتضمن الآخرين ويلزمها ¹ ۔	یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو کو یا تو مستغنی ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ:

انما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنه لبیان کمال الغروب؛ کیلا یظن انه اذا غرب بعض الشمس جاز الافطار ² ۔	آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہو جاتا ہے۔ (ت)

علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی۔ تیسرے شرح جامع صغیر میں ہے:

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبله كاف اشارة الى اشتراط تحقق کمال الغروب ³ ۔	آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔ (ت)

اقول: یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل ونہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات ج بھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر سواد و ضیا پر اُن کا حمل بعید نہیں خصوصاً جبکہ اقبال من مھنا واد بار من مھنا اُس پر قرینہ ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد واد بار ضیا پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل در کنار ہنوز

¹ شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم زیر حدیث اذا قبل اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

² شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقة الفصل اول ادارة القرآن کراچی ۱۵۱/۴

³ التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی سعودیہ ۷۶/۷

بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہو جاتی ہے لہذا وغربت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔ ت) زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال واد بار اُسی وقت ہوتے جب پُورا قرض ڈوب لیتا تو اس احتمال و ظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حُسن قبول سے تلقی رمایا،

حيث قال بعد نقله، وقال بعض العلماء، انما ذكر هذين ليبين ان غروبها عن العيون لا يكفي لانها قد تغيب ولا تكون غربت حقيقة، فلا بد من اقبال الليل¹۔ اھ ثم رده بقوله، فيه ان القيد الثاني مستغن عنه حينئذ، وانما كان يتم كلامهم لو كان غربت مقدماً² اھ ای انما كان يحتاج اذذاك الى دفع ذلك الوهم بذكر اقبال الليل، اما اذا ذكر اولاً ما هو القاطع للوهم فأى حاجة بعده الى ذكر الغروب البوهم؟ ثم قال: فيرجع الحكم الى ما حققه الطيبي³۔ اھ فقد رجع الى ما يفيد تحقيق كلام الامام ابن حجر كما علمت، غير ان المولى الفاضل رحمه الله تعالى شديد الايلاع بالرد عليه في شرحه للمشكوة والشمائل، حتى في الواضحات الجلائل، مع انه من تلامذته، رحمة	چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے "بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اقبال لیل اور اد بار نہار کا اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کر دیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہو جانا کافی نہیں ہے، کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر حقیقتہً ڈوبا نہیں ہوتا"۔ پھر علی قاری نے اس کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دوسری قید (یعنی وغربت الشمس) کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ علماء کی یہ بات تو تب تام ہو سکتی تھی جب "غربت" (اقبال واد بار سے) پہلے مذکور ہوتا۔ علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لئے اس توہم کو دور کرنے کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب توہم کو قطع کرنے والی چیز (یعنی اقبال لیل) کا ذکر پہلے ہی ہو چکا تھا، تو پھر اس کے بعد توہم پیدا کر نیوالی

¹ مرقاة المفاتیح باب من کتاب الصوم الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۵۲/۴

² مرقاة المفاتیح باب من کتاب الصوم الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۵۲/۴

³ مرقاة المفاتیح باب من کتاب الصوم الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۵۲/۴

اللہ تعالیٰ علیہما وعلی سائر العلماء الکرام۔	چیز (یعنی غروب) کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر علی قاری نے کہا ہے کہ آخر کار بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طبیب نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کر دیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں افق نظروں سے دُور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے کلمات علماء مثل قول امام ابو زکریا،

قال بعد ما نقلنا سابقا، وانما جبيع بينهما لانه قد يكون في واد ونحوه بحيث لا يشاهد غروب الشمس فيعتمد اقبال الظلام وادبار الضياء¹۔	ابو زکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، کہا ہے کہ (اقبال لیل اور غروب کو) جمع اس لئے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم:

قد لا يتفق مشاهدة عين الغروب ويشاهد هجوم الظلمة حتى يتيقن الغروب بذلك، فيحل الافطار²۔	کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی چھا جانے کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جس سے غروب ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، تو اس وقت افطار جائز ہے۔ (ت)

وقول امام عینی فی عمدة:

ثم بين ما يعتد به من لم يتمكن من رؤية جرم الشمس، وهو اقبال الظلمة من المشرق، فانها لا تقبل منه	پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کیلئے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہی

¹ شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم حدیث اقبل اللیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۳۵۱/۱

² شرح صحیح مسلم للامام قاضی عیاض

الاقدر سقط القرص ¹ ۔	جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الرموز:

ای وقت غیبة جرم الشمس کله اذا ظهر الغروب، والا فالی وقت اقبال الظلمة من المشرق، کمافی التحفة ²	یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پوری ٹکیہ غائب ہو جائے، اگر غروب اس کیلئے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آجائے (تو افطار کر لے) جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلك کہ صراحۃً انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رویت مقدمہ ورنہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمول ورنہ جب باجماع اُمت اور خود انہیں علماء اور اُن کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سوا بَشَادَتِ مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث مؤطا:

مالك عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضي الله تعالى عنهما كانا يصليان المغرب حين ينظر الى الليل الاسود قبل ان يفطرا، ثم يفطران بعد الصلاة، وذلك في رمضان ³ ۔	مالک، ابن شہاب سے، وہ حمید ابن عبد الرحمن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما رمضان میں اس وقت مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے جب افطار سے پہلے سیاہ رات کو دیکھ لیتے تھے، پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ (ت)

تو اُن عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کو ہستان، پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حُسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر کہ حین ینظر ان الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سوا پر قناعت نہ کی بلکہ تاکیداً صفتِ اسود بڑھائی یعنی جب سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے، حدیث صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ههنا فقد افطر الصائم⁴ میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواہ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معبود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ههنا فقد افطر الصائم⁵

¹ عمدة القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والا فطار مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۱/۳۳

² جامع الرموز للقسطنطینی کتاب الصلوة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱۳/۱

³ موطا الامام مالک ما جاء فی تغیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸

⁴ الصحیح لمسلم باب بیان وقت انتضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

⁵ الصحیح لمسلم باب بیان وقت انتضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

(جب تم رات کو دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ههنا وجاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم¹ (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے کلتاھما فی صحیح مسلم وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادہ لیل حقیقی اصلاً مفید متوہم نہ رہتی اور علی التزیل یہ بھی نہ سہی تو انہیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی بالجلہ خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہتے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کر دیجئے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب و روایت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اُس سے زیادت تائید و تشہید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیہ کی کتاب "زیج الاوقات للصوم والصلوات" کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبیلہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۹ ربیع الآخر شریف

مسئلہ (۲۷۸) از شہر کُنہ مسئلہ خیاط وہابی

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ویل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمادے گا۔
الجواب:

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا ساھون کے لئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے ہزار والو بعلی وابن جریر وابن المنذر وابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بہیقی سنن ومحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے "خرا بی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔" فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ

الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ^۱

قال هم الذين يؤخرون الصلاة عن وقتها^۲۔

¹ الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

² السنن الکبری للبیہقی باب الترغیب فی حفظ الصلوۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۲۱۳

بغوی کی روایت یوں ہے:

عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے۔ (ت)	عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلوٰتہم ساہون، قال: اضاۃ الوقت¹۔

کھونا ہے۔ یعنی یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق وابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا ساہون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا: هو الذی یسہو عن میقاتہا حتی تغت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔ م) فقیر کے یہاں بحمد اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقتِ کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرصِ آفتاب پر بے تکلف نگاہ جننے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریبات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقتِ کراہت آدھی رات کے بعد ہے یہ حالتیں بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات وادہام کی وار قطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریعہ، زیاد بن عبد اللہ نخعی سے راوی:

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی: یا امیر المؤمنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلیے) امیر المؤمنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور	قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال: یا امیر المؤمنین! فقال: اجلس، فجلس ثم عاد فقال له ذلک، فقال رضی اللہ تعالیٰ

1 تفسیر البغوی مع تفسیر الخازن، زیر آیہ الذین ہم عن صلوٰتہم ساہون، مطبوعہ مکتبۃ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۹۷ھ

عنه، هذا الكلب يعلمنا السنة، فقام على فصلی بنا العصر، ثم انصرفنا، فرجعنا الى المكان الذي كنا فيه جلوسا، فجثونا للركب لنزول الشمس للغروب نترأها ¹ ۔	وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، نے فرمایا: یہ سُنّا ہمیں سُنّت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولا علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اُتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان زیاد الميرو عنه غير العباس ² ، قاله الدارقطني، فاقول: عباس ثقة، وغايته جهالة عين، فلا تضر عندنا، لاسيما في اكابر التابعين۔ قال في المسلم، لاجرح بان له راويا فقط وهو مجهول العين باصطلاح ³ ۔ قال في الفواتح، وقيل لا يقبل عند المحدثين، وهو تحكم ⁴ ۔	رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں "جہالت عین" پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلم میں ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر "مجهول العين" ہے، فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے، لیکن یہ بے دلیل بات ہے۔ (ت)

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھانہ کہ وہ اسے صراحۃً سُنّت بتا رہے اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں، اسی کی مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، سے نماز صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال كان على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه يصلى بنا الفجر ونحن	مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس

¹ سنن الدارقطني، باب ذكر بيان المواقيت الخ، مطبوعه نشر السنه ملتان ۲۵۱/۱

² سنن الدارقطني، باب ذكر بيان المواقيت الخ، مطبوعه نشر السنه ملتان ۲۵۱/۱

³ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت مسئله مجهول الحال الخ مطبوعه منشورات الشريف الرضي قم، ايران ۱۳۹/۲

⁴ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئله مجهول الحال الخ ۱۳۹/۲

نتر ای الشمس مخافة ان تكون قد طلعت¹ -

خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکروری میں ہے:

ذكر الامام الديلمي عن زهير ابن كيسان قال صليت مع الرصافي العصر ثم انطلقت مسجد الامام فآخر العصر حتى خفت فوات الوقت ثم انطلقت الى مسجد سفين فاذا هو لم يصل العصر فقلت رحم الله ابا حنيفة ما اخرها مثل آخر سفين²	یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصاصی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفین ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹا دن رہے سے پہلے
ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۷۹) از ریاست رام پور متصل تالاب کنڈا محلہ میاں نگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب مرسلی جناب مولانا
مولوی محمد یحییٰ صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سرخ و سپید کے باتفاق علمائے خفیہ بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹے
بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشاء کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

عشاء متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹے بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافاً لکھ دیا اور گنگوہ
ودیوبند کے جاہل و ناواقف لٹاؤں نے اُس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور، شاہجہان پور، مراد آباد، بجنور، بلند
شہر، پبلی، بھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہ بلاد شمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب
و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاری و عاقل ہے
ہمارے بلاد اور اُن کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹا انیس منٹ بعد سے ایک
گھنٹا

¹ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۳۱ھ

² مناقب امام اعظم ابو حنیفہ للکروری الفصل الثانی فی اصول بنی علیہ مذہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۵۲۱ھ

پننتیس^{۳۵} منٹ بعد تک ہوتا ہے پھر جس قدر شمال کو جائیے وقت بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹا اڑتالیس^{۳۸} منٹ تک پہنچتا ہے، دو^۲ منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفق احمر و ابیض میں اختلاف ائمہ بھی اُس کی جھونک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والے عشا کہ حوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کے ارد گرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں ہونے والی عشا کہ تحویل سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب ہندی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرع الہی پر جاہلانہ حکم لگادینے میں کس قدر جرات کی تحویل حمل غروب نجومی و ہات اکسار افقی تقریباً قہ تعدیل الایام زائد قہ ح فرق طول شرقی مدار ح قہ ح مجموع و ت یہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے العشاء (جیب غایۃ الانحطاط ساحہ لرمثل تمام العرض لعدم الميل = نت حہ مرح نخ) = (جیب انخفاض الوقت حہ = لح حہ لب الرم) = لد حہ مد موت حہ - (جیب اوسط = جیب تام العرض لعدم الميل = نت قہ مر مد منخط) = لح حہ نہ لب سہم قوسہ سطح الوح فضل الدائرہ x حہ = ت لرمہ تمامہ الی رت نہ لب نہ + (تعدیل الایام و فرق طول زائدین = ماقہ) رت حہ بہ یعنی اُس تاریخ سات بج کر سوا تینتیس منٹ پر وقت عشا آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تفریق کیے تو ایک گھنٹا سوا اٹھارہ منٹ رہے تحویل سرطان غروب نجومی و مذح اکسار قہ تعدیل الایام و فرق طول زائدین قہ مجموع رت حہ یعنی ۲۲ جون کو یہاں غروب شمس سات بج کر تین منٹ پر ہے و وروجہ اوق تمام العرض حہ سالر۔ میل اعظم الح حہ الر = لح حہ غایۃ الانحطاط جیبہ لرمہ حہ لرمہ نصف قطرہ مو + اکسار معدل لب قہ نا = مع قہ لرمہ انخطاط الوقت جیبہ قہ مدلتہ تفاضل الجیبین لوصہ حہ مب ناجیب تمام الميل سو حہ = نہ حہ م x جیب تمام العرض نہ حہ مرح نخ منخط = حہ حہ الر حہ حہ جیب اوسط پس تفاضل الجیبین ÷ جیب اوسط منخط = مد حہ نخ ط مہ سہم قوسہ حہ حہ الدلوہ فضل الدائرہ x قہ = ہ ت الح تمام و ت نخ لب + تعدیل الایام نہ لب + فصل شرقی ح قہ ما = رت حہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے۔

العشاء لرحہ لرمہ حہ لب الرم = حہ لب ط مو ÷ ح قہ الر حہ = لب حہ نر سو سہم قوسہ نا حہ نخ و فضل الدائرہ x قہ حہ = حہ ت الرب تمامہ حہ لب الح + لب قہ + ق ماقہ = حہ ت لرمہ یعنی اُس تاریخ ۸ بج کر سوا سینتیس منٹ پر عشا ہوئی تفریق وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چونتیس منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا یعنی یہی مقداریں وقت صبح کی ہیں ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال بھر یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹا بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی، رامپور، میرٹھ، مظفرنگر، دیوبند، گنگوہ، سہارن پور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور باہم ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹا بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل و مضطیان غافل اپنی بیخردی سے تصدیقین کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصربے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا حاصل

یہ کہ سال کے دو اُتھائی حصے میں اُن کبر اواذ باب سب کے روزے نذر جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوہ صبح صادق بے حجاب نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۸۰) از ازولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے خصوصاً مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟

الجواب:

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایہ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہو جائے اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جنمے لگی وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس^{۲۰} منٹ رہ جاتے ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سُرخ غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں، اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں، اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں، اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں، اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور وقت مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لئے ایک وقت معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا اُس کیلئے وہ قریب تخمینہ کو ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت:

ماہ جون و جولائی و اگست میں نمازِ ظہر کا وقت مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کسے بجے تک رہتا ہے؟

الجواب:

بحکم حدیث و فقہ ایام گرما میں تاخیرِ ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

کیے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں ^۱ اسکا افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق میں اسرار وغیرہ سے اس کا افادہ کیا ہے) اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے:

الشتاء ما اشتد فيه البرد على الدوام، والصيف ما يشتد فيه الحر على الدوام ^۲ ۔	شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل طور پر شدید سردی رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت سخت گرمی رہے (ت)

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع، آخر سنبلہ تک صیف، آخر قوس تک خریف، آخر حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک برج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے، یونہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار، جوزا سرطان اسد گرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس جدی دلو جاڑا، تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت افادت کیلئے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیسی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدراس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ ^۱ کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صد بار باپائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور از انجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکندوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لئے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقہ اور طول مشرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقہ ہے۔

^۱ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱۷۴۲

^۲ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱۷۴۲

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحويل برج	طلوع شمس	شروع وقت ظہر	دفعہ چہرہ استسقاء	شروع وقت عصر	غروب شمس
گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا
۲۱ اپریل	۵	۴۱	۱۲	۱۱	۲	۳۱
۲۲ مئی	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۲
۲۳ جون	۵	۱۲	۱۲	۰۱۳	۲	۳۰
۲۴ جولائی	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۲	۳۳
۲۵ اگست	۵	۴۴	۱۲	۰۱۴	۲	۳۴

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہذا ایام خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۳ جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندی ذکر کردیں کہ آج کل بہت مدعیان علم بھی فن توقيت سے محض ناواقف ہیں انہیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزائی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جانے والوں کا اتباع کرے، اور جو نہ خود جانے نہ جانے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے البرہان تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعدہ درجہ سابقہ بقرہ الح ب x وقت تخمینہ ت مط لو = ماقہ لاما تقویم نصف النهار حقیقی ج الح ط الح ط میلک ح ہا + تمام العرض سہ ح الب + نصف قطر بقرہ مو = ف ح مط مو تمامہ ط ح ی مد بعد سمتی حقیقی حاجی وقت ظہیرہ تحویش بری ط ح ی ہ ظلش ط ح ما اما ظل وقت عصر حنی ط ماما قوسہ ح سہ + نصف قطر = ح سہ الرنط الب بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب عرض البلد ط ح ی میل راس الاسد ک ح ط ح نر = ط ح ی الو ح + بعد سمتی = عدہ نوالہ الہ نصف لرحہ الح ح حبیبہ ۸۳۱۵۲۶ء ۹۰ بعد سمتی۔ نصف مذکور = الرحہ نظ موطن حبیبہ ۶۱۵۵۶۳ء ۹۰ قاطع عرض ۶۰۸۷۶۱۰۶۰ ی قاطع میل ۶۰۲۷۵۶۰۰ جمیع الاربعہ ۵۴۴۰۲۲ء ۹۰ تقویمش در جدول وقت ۶۰۹۵۴ + فصل طول وسط الہندی ۱۲ + تعدیل الایام ۶۱۶ = ۸۳۳۵۴ یعنی پانچ بجے کر آٹھ منٹ ۳۴ سکندپر وقت ظہر ختم ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۲ و ۲۸۳) از شہر۔ سنہری مسجد مسئلہ مولوی عبدالرشید صاحب کیے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲

ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۱۲/۲ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۱۲/۲ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہونی چاہئے ان دو وقتوں میں اول کی پابندی کی جائے یا ثانی کی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہئے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولی کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب:

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کیلئے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نو مہر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سواپانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس منٹ پہلے ہے تو چار بج کر پچیس ۵۵ منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس ۱۰ بارہ ۱۲ منٹ میں ختم ہو جائیگی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہو چکے گی، ہاں ان دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین ۳ منٹ بھی دیر ہو گئی تو سلام سے پہلے وقت کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جس وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقت کراہت سے پہلے پہلے ختم ہو جائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سُست ہو جاتی ہے و من رتق حول الحمی اوشک ان یتق فیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہو سکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہذا ان ایام میں عام کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلاً حرج نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں کہ اہل بازار کے لئے بنی اسی طرح سر اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولی ہوں گی اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۴ و ۲۸۵):

از موضع سریناں ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کہا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھو کر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں، سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دور دور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی، مکہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر ان کا لکھنا مناسب نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرماویں جواب دیا جائے گا۔

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنَّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا^۱

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقا یاں کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاروں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالا نقول کو ان کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَأَعِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ^۲ (جاہلوں سے منہ پھیر لو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو: لَا يَنْتَفِعُ الْجَاهِلِينَ^۳ (جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے) نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند تعصب مآب بھی، ایسوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ نَذَرُھُمْ فِي طُغْيَانِھُمْ

^۱ القرآن سورہ الانعام آیت ۱۱۲

^۲ القرآن سورہ الاعراف آیت ۱۹۹

^۳ القرآن سورہ القصص ۲۸/۱ آیت ۵۵

يَعْمَهُونَ ﴿١٠﴾¹ ہم انہیں چھوڑتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب و افترا کا علاج مفقود، مسائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں ان کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ مسائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔



رسالہ

حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ

دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶)

از بریلی محلہ قراولان

یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الصلاة على المؤمنين كتاباً موقوتاً، وأمرهم أن يحافظوا عليها في حفظها أركاناً وشروطاً ووقوتاً، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ﴿٢﴾، وأفضل الصلوات، وأكمل التحيات، على من عين الاوقات وبين العلامات، وحرر على امتة اضاعة الصلوات، وعلى أله الكرام، وصحبه العظام، ومجتهدى شرعه الغر الفخام، لاسيما

الامام الاقدم، والہمام الاعظم، امام الائمة، مالک الازمة، کاشف الغمة، سراج الامة، نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا، ناشر علم الدین الحنفی نشرًا جلیا، نصر اللہ اتباعہ ورضی اتباعہ متبوعا تابعیا، وعلینا معهم، یا ارحم الراحمین، الی یوم الدین۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین عرفہ و عشا ئین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصد ایک وقت میں جمع کرنا سفرؔ حضرؔ گز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرائے بالوحی والکتب امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرة المبشرة و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابة البررة و حضرت سیدنا ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق و حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ بنت الصديق اعظم صحابہ کرام و خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبد العزیز و امام سالم بن عبد اللہ بن عمرو امام علقمہ بن قیس و امام اسود بن یزید نخعی و امام حسن بصری و امام ابن سیرین و امام ابراہیم نخعی و امام مکحول شامی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اجل ابو حنیفہ اجلہ ائمہ تابعین و امام سفین ثوری و امام لیث بن سعد و امام قاضی الشرق والغرب ابو یوسف و امام ابو عبد اللہ محمد الشیبانی و امام زفر بن الہذیل و امام حسن بن زیاد و امام دار الجمرۃ عالم المدینۃ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم کابر تابعین و امام عبد الرحمن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابو جعفر احمد بن سلامہ مصری و غیر ہم ائمہ دین کا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے: جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے وقت اور فعلاً و صورۃً مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی، ایسا ملانا بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

للمسافر والمريض تاخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلاً، كمافی الحلیة وغیرھا، ای ان تصلى فی آخر وقتھا	مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کر سکتے ہیں تاکہ اس کو اور عشاء کو فعلاً اکٹھا کر لیں، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

والعشاء فی اول وقتہا ^۱ ۔	اور عشاءِ اوّل وقت ہیں۔ (ت)

اقول: تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں^۲ کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ (جیسا کہ بحر الرائق میں تصریح ہے اور رد المحتار کے حاشیہ پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے^۳ کما فی البحر والدردر وغیرہما، ونطقت بکراہۃ ذلک احادیث۔ (جیسا کہ بحر اور دردر وغیرہ میں ہے، اور اس کی کراہت پر کوئی احادیث ناطق ہیں۔ ت) پھر جزئیہ ظہرین بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزر اس کتاب جلی الصواب حلّ الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الانامہ امام اعظم ابو حنیفہ اور تالیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظهر والعصر، والمغرب والعشاء سواءٌ یؤخر الظهر الی آخر وقتہا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتہا فیصلی فی اول وقتہا، وكذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی آخر وقتہا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلك آخر وقتہا، ویصلی العشاء فی اول وقتہا حین یغیب الشفق، فهذا الجمع بینہما ^۴ ۔	امام فقیہ محدث عیسیٰ بن ابان تلمیذ امام محمد ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں، یکساں ہے۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کر کے پڑھے اور عصر میں تعجیل کر کے اس کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کر کے اس کو اول میں پڑھ لے، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: من اراد	ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش،

^۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱/۲

^۲ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۹/۱

^۳ الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مجتہبائی دہلی ۱۷۱/۱

^۴ کتاب الحجۃ باب جمع الصلاۃ فی السفر مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۷۳/۱

سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کر دے اور دوسری میں جلدی کر کے اول وقت میں ادا کرے، اس طرح دونوں کو جمع کر لے، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں الخ¹ (ت)

ان یجمع بین الصلاتین ببطر او سفر او غیرہ، فلیؤخر الاولیٰ منہما حتیٰ تکنون فی آخر وقتہا، ویعجل الثانیۃ حتیٰ یصلیہا فی اول وقتہا فیجمع بینہما، فتکنون کل واحدۃ منہما فی وقتہا¹ الخ۔

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض و سفر پر متصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت میں برستا ہو تو انتظار کر کے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تین تین ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید شدتِ مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے، مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لئے جماعت و مسجد کی محافظت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ قول: یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقتہً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنی پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی، اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقتہً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں تداخل محال تو جب ملیں گے صورتِ ملیں گے اور معنی جَدِافافہم فانہ نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں، اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھار رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے، یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و منی وغیرہا مواضع قریبہ کی وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالتِ اضطرار و عدم قدرت سفر حضریا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدتِ مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالتِ عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوہ خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز تاخیر

¹ کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور/۱۵۹

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آریگا فرض ہوگی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا عہد نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدمی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشاء بندھا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عندا التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کر کے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوہاً یا امکاناتاً اسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہذا یہ مختصر کلم چار^۲ فصل پر منقسم:

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام لامذہبنا مجتہدنا مقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزاد روی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہدایہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجائب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام مشیع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مائیکوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پُلٹا الجھا سُکھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیث صحاح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صد ہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کر کے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی بکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عظیم التحریر حائر ہر غث و یا بس و فقیر و قطمیر کے رد میں تمام مسامح نووکن کا جواب اور مٹاجی کے ادعاے باطل عمل بالحدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب

بعض علمائے عصر عہ^۱ و عظمائے وقت غفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ و شکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیط کیے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بے ساختہ پکار اٹھے کہ: ع

کم ترک الاول للآخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے پچھلوں کیلئے چھوڑ دی ہیں۔ ت)

فقیر حقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماوراء میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس عہ^۲ وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل واستناد کے سوا محض جمع وتلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتیٰ الوسع بحول وقوت ربانی اپنے ہی افاضات قلب کو جلوہ دیا جائے: ع

کہ حلو اچو یکبار خورد و بس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسند ذکر کر گئے تو غائبانہ وہی واضحات متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے ان کی طرف سبقت کرے۔ انصافاً ان میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمہ میں ان کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالیٰ تلخیص و تہذیب و ترصیب و تقریب وحذف زوائد و زیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ طرز بیان ہی احلی وقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود والحمد للہ الغفور الودود، اہل حسد جس معنی پر چاہیں محمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے باینتمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ افضل للمتقدم (پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہا باکرامہم وحشرنا فی زمرة خدامہم کہ جو کچھ ہے انہیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انہیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بٹنا ہوا صدقہ: ع

اے باد صبا! اینتمہ آوردہ تست

ہاں ہاں یہ کفش برادری خدام درگاہ فضائل پناہ علی حضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانین افضل

عہ^۱: یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عہ^۲: یہ اُس وقت تھا کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نوے ۱۹۰ سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بحمدہ تعالیٰ اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہوگا ۱۲ (م)

الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ مآحی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین حجة الخلف المفلحین
آیة من آیات رب العلمین معجزة من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم
اجمعین ذی التصنيفات الرائقة والتحقیقات الفائقة والتدقیقات الشائقة تاج المحققین سراج المدققین
اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الواجد امجد الامجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد تقی علی خان
صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ، وعم بڑہ وشم نوره واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم
منزلہ ولاحرمناسعدہ ولم یفتننا بعدہ والحمد للہ دہر الدہرین ہاں ہاں یہ ادنیٰ خاکبوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان
بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب
الہا مربفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباهر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق
الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل
الصلوات وارث النجدات من حمزۃ الحزبات القبر المستبیین بالنور البیین من شمس الدین ابی الفضل
العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولنا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدنی
علیہم حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجول
واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام
بفضل رحمة علیہ وعلى آبائه الکرام والحمد للہ ابد الابدین۔

عہد ما باللب شیریں دہنان بست خدائے

ماہمہ بندہ وایں قوم خداوند اند

(خدا نے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت عہ پائے گا و لہذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کر دی گئی اس سے
تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اثبات اور اراق۔ ان چار فصل میں ملاحجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں سایہ بحث
سے سب قابل نکس ہیں جا بجا ثابت کو ثابت ثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو
توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم و مکاہرہ و تعصب مدابرہ کا
نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالیٰ عز مجہد ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ و بیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم
وصاف

عہ: لاسیما اذا کان فیئلی لاتر ترضیہ لوہن اوضعف نعلم فیہ ۱۲۔ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً علیہم حضرت کی اپنی
عبارت گزشتہ صفحہ ۱۶۲ کی طرف اشارہ ہے: فقیر حقیر غفر لہ المولی القدر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماوراء میں بھی حتی الوسع
اپنے ہی فاضلات قلب کو جلوہ دیا جائے، ملخصاً (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مکالم منکر مدعی مُصر کو بھی معترف و مقرر لیجئے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز، ان ذلک علی اللہ یسیر، ان اللہ علی کل شیء قدير۔	اور یہ اللہ کیلئے مشکل نہیں ہے، یہ اللہ پر آسان ہے، اللہ ہر شیء پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے وادانصاف دیجئے ع فی طلعة الشمس ما یغنیک عن خبر (سُورج طلوع ہو جائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ت)

اس کے سوائے مسئلہ میں ملاحی نے اپنے موافق کہیں چودہ^{۱۳} کہیں پندرہ^{۱۴} صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات تینیں^{۱۵} صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا، ملاحی صرف چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھائے جن میں حقیقہ کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں، میں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے دُئی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا، میں یہ بھی روشن کر دوں گا کہ خفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ و لچر بے بنیاد ہوتی ہے، میں یہ بھی بتاؤں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے، میں یہ بھی دکھاؤں گا کہ ملاحی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلک بعون الملک العزیز القریب المجیب و ماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلّت والیہ انیب وهذا وان الشروع فی المقصود متوکلا علی واهب الفیض والجود والحمد للہ العلی الودود والصلاة والسلام علی احمد محمود محمد و آلہ الکرام السعد الامین۔

فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری:

حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمہ خفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملاحی تو انکار آفتاب کے عادی، بکمال شوخ چشتی بے نقط سُنّادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت عہ جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے^۱، بہت اچھا ذرا نگاہ رُو رُو۔

عہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و صحبہ و بارک و کرم ۱۲ منہ (م)

¹ معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰۃ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۴۰۱

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابان نے کتاب الحج علی اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا:

بخاری، اسمعیل اور ذہلی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے۔ اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شمیل کے دو طریقوں سے کثیر ابن قاروندا سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ سے، طحاوی نے ابو عامر عقدی سے اور فقیہ نے حج میں یہ تینوں عطف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد نے فضیل ابن غزوان سے اور عبداللہ ابن علاء سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسیٰ سے، نسائی نے ولید سے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (عیسیٰ، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطف، فضیل، عبداللہ، جابر اور اسامہ نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبداللہ ابن واقد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمعیل ابن عبدالرحمن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبداللہ ابن واقد، اسمعیل) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ناقل ہیں) (ت)	فالبخاری والاسمعیلی والذہلی من طریق الليث بن سعد عن يونس عن الزهري، والنسائي من طريق يزيد بن زريع والنضر بن شميل عن كثير بن قاروندا كلاهما عن سالم - والنسائي عن قتيبة والطحاوي عن ابي عامر العقدي والفقهاء في الحج ثلثتهم عن العطف، وابدؤد عن فضيل بن غزوان، وعن عبدالله بن العلاء، وايضا هو عيسى والنسائي عن الوليد والطحاوي عن بشر بن بكر، هؤلاء الثلاثة عن ابن جابر، والطحاوي عن اسامة بن زيد، خستهم اعني العطف وفضيلا وابن العلاء وجابر واسامة عن نافع - وابدؤد عن عبدالله بن واقد - والطحاوي عن اسمعيل بن عبدالرحمن اربعتهم عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما -

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اكمال الحج والایضاح الحجہ کیلئے اُن کے اکثر نصوص والفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق، سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے:

یعنی نافع و عبداللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا چلو	حدثنا محمد بن عبيد المحاربي نامحمد بن فضيل عن ابيه عن نافع وعبدالله بن واقد ان مؤذن ابن عمر

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی (م)	قال: الصلاة. قال: سر. حتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل. فصلی المغرب. ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلی العشاء. ثم قال: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع مثل الذي صنعت فسار في ذلك اليوم والليله مسيره ثلاث ¹ ۔

ابوداؤد نے فرمایا:

اس کو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم ابن موسیٰ رازی نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے اسکو عبداللہ بن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا: جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں۔ (ت)	رواه ابن جابر عن نافع نحو هذا باسنادة حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى ابن جابر بهذا المعنى ورواه عبدالله بن العلاء عن نافع. قال: حتى اذا كان عند ذهاب الشفق نزل فجمع بينهما ² ۔

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے:

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ عہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی	اخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا ابن جابر ثنی نافع قال: خرجت مع عبدالله بن عمر في سفر. يريد ارضاله. فاتاه

صفیہ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں۔ ان کے والد ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے، امیر المؤمنین کی خلافت کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: ہی اخت مختار الكذاب المشهور، وابوها ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابة، استشهد في خلافة امير المؤمنين، اما

¹ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱

² سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱

آپ انہیں زندہ پائیں۔ یہ سُن کر بہ سرعت چلے اور اُن کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سُورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اُتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔ (م)	آت فقال: ان صفية بنت ابی عبيد لم ابها. فانظران تدرکها۔ فخرج مسرعاً، ومعه رجل من قریش يسايرة، وغابت الشمس فلم یصل الصلاة، وكان عهدی به وهو یحافظ علی الصلاة، فلما ابطأ قلت: الصلاة، یرحمک اللہ، فالتفت ای ومضى، حتی اذا كان فی آخر الشفق نزل فصلی المغرب، ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق فصلی بنا، ثم اقبل علينا، فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل به السیر صنع هكذا¹۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صفیہ کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے کہ یہ بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ ثانیہ میں ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصحابہ میں ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام تو نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصحابہ کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواج مطہرات سے احادیث بیان کی ہیں۔ (ت)

ہی، ففي عمدة القاری، ادرکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسعت منه۔ اھ وفي ارشاد الساری، الصحابیة الثقفية اخت المختار، وكانت من العابدات۔ اھ لکن قال الحافظ فی التقریب: قیل لها ادراک، وانکرہ الدارقطنی، وقال العجلی: ثقہ فہی من الثانیة۔ اھ وحقق فی الاصابة نفی السماع واثبات الادراک ظناً، فراجعہ۔ وقد حدث عن ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہن وسلم ۱۲ منہ (م)

1 سنن نسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع
 ۱ اذکرہ۔ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبارنا قتیبہ بن سعید حدثنا العطف ۲ اور ابو جعفر نے بطریق حدثنا
 یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدي ثنا العطف بن خالد المخزومي ۳ اور امام فقیہ نے حج میں بلا واسطہ
 روایت کی کہ اخبارنا عطف بن خالد المخزومي المديني قال اخبارنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مكة. حتی
 اذاکان ببعض الطريق استصرخ علی زوجته. فقيل له انها فی الموت. فاسرع السیر. وکان اذا نودی بالمغرب
 نزل مکانہ فصلی. فلما کان تلك الليلة نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انه نسی. فقلنا: الصلاة. فسار
 حتی اذاکان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب. وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علينا فقال: هكذا
 کننا نصنع مع رسول الله صلى الله تعالى علیه وسلم اذا جدبنا السیر۔ (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راویہ میں ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف
 منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسیٰ
 بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا: وهكذا قال ابو حنیفة فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منهما فی آخر
 وقتها. والاخری فی اول وقتها. کما فعل عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما. ورواه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم ۴ (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر
 وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی: حدثنا فحد ثنا الحماني ثنا
 عبد الله بن المبارك عن اسامه بن زید اخبارني نافع. وفيه حتی اذاکان عند غیوبة الشفق فجمع
 بینہما وقال رأیت رسول الله صلى الله تعالى علیه وسلم یصنع هكذا اذا جدبه السیر ۵ (یعنی جب شفق
 ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا
 جب حضور کو سفر میں

۱ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایام سعید کپنی کراچی ۱۱۲/۱

۲ سنن الترمذی الوقت الذی جمع فیہ المسافرین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۷۰/۱

۳ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایام سعید کپنی کراچی ۱۱۳/۱

۴ کتاب الحج باب الجمع الصلوة فی السفر دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱۷۴/۱ ۱۷۵

۵ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایام سعید کپنی کراچی ۱۱۲/۱

جلدی ہوتی) یہ طرق حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب هل يؤذن او يقيم اذا جمع بين المغرب والعشاء میں یوں ہے: حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سالم عن عبد الله ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا عجله السير في السفر يؤخر صلاة المغرب حتى يجمع بينهما وبين العشاء۔ قال سالم۔ وكان عبد الله يفعلہ اذا عجله السير۔ و يقيم المغرب فيصليها ثلاثا ثم يسلم۔ ثم قلما يلبث حتى يقيم العشاء فيصليها ركعتين¹۔ الحديث۔ اُسی کے باب يصلي المغرب ثلاثا في السفر میں بطریق مذکور كان عبد الله يفعلہ اذا عجله السير تک روایت کر کے فرمایا² وزاد الليث قال حدثني يونس عن ابن شهاب قال سالم كان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما يجمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة۔ قال سالم: واخر ابن عمر المغرب۔ وكان استصرخ على امرأته صفية بنت ابى عبيد۔ فقلت له: الصلاة۔ فقال: سر۔ فقلت له: الصلاة۔ فقال: سر۔ حتى سار ميلين او ثلاثة۔ ثم نزل فصلى۔ ثم قال: هكذا رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا عجله السير يؤخر المغرب فيصليها ثلاثا ثم يسلم۔ ثم قلما يلبث حتى يقيم العشاء فيصليها ركعتين³۔ الحديث۔ (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین³ میل چل کر اترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب اخیر کر کے تین³ رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشاء کی اقامت فرما کر دو² رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے: اخبرني محمد بن عبد الله بن بزيع حدثنا يزيد بن ذريع حدثنا كثير بن قاروندا قال سألت سالم بن عبد الله عن صلاة ابيه في السفر وسألناه هل كان يجمع بين شيئين من صلاته في سفره؟ فذكر ان صفية بنت ابى عبيد كانت تحته فكتبت اليه، وهو في زراعة له، اني في آخر يوم من ايام الدنيا واول يوم من

¹ جامع صحیح البخاری باب هل يؤذن او يقيم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۱ھ

² جامع صحیح البخاری باب يصلي المغرب ثلاثا في السفر ۱۳۸۱ھ

³ جامع صحیح البخاری باب يصلي المغرب ثلاثا في السفر ۱۳۸۱ھ

الآخرۃ، فركب فأسرع السير إليها، حتى إذا حانت صلاة الظهر قال له المؤذن: الصلاة يا أبا عبد الرحمن! فلم يلتفت، حتى إذا كان بين الصلاتين نزل، فقال: اقم، فإذا سلمت فأقم، فصلى ثم ركب حتى إذا غابت الشمس، قال له المؤذن: الصلاة، فقال: كفعلك في صلاة الظهر والعصر، ثم سار حتى إذا اشتبكت النجوم نزل، ثم قال المؤذن: اقم فإذا سلمت فأقم، فصلى ثم انصرف فالتفت إلينا فقال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا حضر أحدكم الأمر الذي يخاف فوته فليصل هذه الصلاة¹ - (خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپس ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شتاباں چلے، نماز کیلئے ایسے وقت اُترے کہ ٹھہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لئے اُس وقت اُترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلا عذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یوں زائد کیا: اخبرنا عبدہ بن عبد الرحیم ثنا ابن شہیل ثنا کثیر بن قاروندنا قال سألنا سالم بن عبد الله عن الصلاة في السفر، فقلنا اكان عبد الله يجمع بين شيعي من الصلاة في السفر؟ فقال لا الا يجمع² یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں کسی نماز کو دوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہانہ سوا مزدلفہ کے (جہاں کا ملنا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اُس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سفر میں بحال شتاب و ضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲: امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیل بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدیثنا فہد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاهما عن مغيرة بن زياد الموصلي عن عطاء بن

¹ سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافرين مطبوعه نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۹۸/۱

² سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافرين مطبوعه نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۹۹/۱

ابی رباح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظهر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء¹ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے)

حدیث ۳: ابو داؤد اپنی سنن باب متی تیم المسافر اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں: ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائه فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول: ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع²۔ (یعنی امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشاء پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے)۔ امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا: لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴: طحاوی بطریق ابی خثیمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمان راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن بنادر للحج، فکنا نجتمع بین الظهر والعصر، نقدم من هذه ونؤخر من هذه، ونجمع بین المغرب والعشاء، نقدم من هذه ونؤخر من هذه، حتی قدمنا مکة³ (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر و عشاء جلد)

حدیث ۵: نیز امام ممدوح عبد الرحمن بن یزید سے راوی صحبت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجه فکان یؤخر الظهر ویعجل العصر، ویؤخذ المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاة الغداة⁴۔ (میں حج میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

² سنن ابی داؤد باب متی تیم المسافر مطبوعہ مجتہبائی لاہور پاکستان ۱۷۳/۱

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

⁴ شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

اور عصر میں تعجل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے) امام مدوح ان احادیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں:

وَجَمِيعَ مَا ذَهَبْنَا إِلَيْهِ مِنْ كَيْفِيَةِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ قَوْلَ ابْنِ حَنِيفَةَ وَابْنِ يَوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى ¹ ۔	نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م)

الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و عبد اللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبد اللہ بن عمرو وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام لامذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں اور شدت حیا یہ خاص جحود و افترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے² اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاً مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادہ اولیٰ: لامذہب لہذا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اُڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جمعی ملاحظہ ہوں:

لطیفہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اؤگ: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ہاجی: امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔ ت) کہا، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔ ۱۱۱۱: یہ بحف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب بر فرض ہونے کا دعوٰی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملاجی کو بایں سالخوردی و دعوٰی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴/۱

² معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۹۶

اصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا عہ فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں غلام اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جاننے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملّا جی کے خیال میں اپنی ملّا جی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کیلئے تشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعہی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہی کہتے ہیں حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس۔

چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان، جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علماء میں سے تھا یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا "صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا"۔ (ت)	حيث قال: محمد بن فضيل بن غزوان، المحدث الحافظ، كان من علماء هذا الشأن، وثقه يحيى بن معين، وقال احمد: حسن الحديث، شيعي۔ قلت: كان متوالياً فقط¹۔
جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے "اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ آدمی رافضی نہیں ہے، صرف شیعہ ہے"۔ (ت)	رابعا: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعہ کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری و مسلم سے بھی عہ: کہا صرحوا بہ وتدل علیہ محاوراتہم، منها ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکى القول برفضه، اللہ یحب الانصاف، ما الرجل برافضی بل شیعہ فقط ۱۲ھ منہ (م)

¹ تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ محمد بن فضیل مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۲۹۰/۱

ہاتھ دھونا ہے ان کے رواۃ عہ میں تیس ۳۰ سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملائ من الشیعة^۱ (مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔ ت) دُور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خاصاً: اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو^۲ ثقات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا و لكن الجهلة لا يعلمون (لیکن جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملاجی نے نقل میں عارف اُڑایا کہ جو کلمہ مدرح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدیثنا ابرہیم بن موسیٰ الرازی اناعیسی عن ابن جابر^۲ فرما کر موصول کر دیا ہے و لكن النجدية لا يبصرون

لطیفہ ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ ف غریب الحدیث ہے

عہ: مثلاً ابان بن تغلب، اسعیل بن ابان وراق، اسعیل بن زکریا، اسعیل بن عبد الرحمن سدی صدوق یہم، بکیر بن عبد اللہ، جریر بن عبد الحمید، جعفر بن سلیم، حسن بن صالح، خالد بن مخلد قطوان، ربیع بن انس صدوق لہ اوہام، زاذان کنندی، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو ہمدانی، عباد بن یعقوب رواجی، عباد بن عوام کلابی، عبد اللہ بن عمر مشکدانہ، عبد اللہ بن عیسیٰ کوفی، عبد الرزاق، صاحب مصنف، عبد الملك بن اعین، عبید اللہ بن موسیٰ، عدی بن ثابت، علی بن الجعد، علی بن ہاشم بن البرید، فضل بن دُکین ابونعیم، فضیل بن مرزوق، فطر بن خلیفہ، مالک بن اسعیل ٹھدی، محمد بن اسحاق صاحب مغازی، محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل، ہشام بن سعد، یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ تدریب الراوی شرح تقریب التواوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۲۵

^۲ سنن ابوداؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اولاً: ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔
 ۱۱۱۱: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا^۱ تھا وہ ہضم کر گئے۔

۱۱۱۲: محدث جی! تقریب میں ثقہ یعرب^۲ ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔

۱۱۱۳: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی! غریب و منکر کافرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامسا: باوصف ثقہ ہونے کے مجر داغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھی کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں عہ کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادسا: ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقة لاطعن فیہ^۳ (یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرمائے تو نہ ہو گئے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ع

شرم بادت از خدا و از رسول

عہ: مثلاً ابرہیم بن طہمان، بشر بن خالد، ابرہیم بن سوید بن حبان، بشیر بن سلمان، حسن بن احمد بن ابی شبیب، محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرہم کہ سب ثقہ یغرب ہیں۔ احمد بن صباح حکام بن مسلم وغیرہما ثقہ لغرائب خصوصاً زہر بن جمیل، خالد بن قیس، ابرہیم بن اسحاق وغیرہم کہ صدوق یغرب یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ تقریب التذیب ترجمہ بشر بن بکر تنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۴۴

^۲ تقریب التذیب ترجمہ بشر بن بکر تنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۴۴

^۳ میزان الاعتدال فی ترجمۃ بشر بن بکر ۱۱۸۶ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۱/۳۱۴

لطفہ ۴: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اُس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یحطی۔

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث^۱۔ ملاحی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم وائمه ثقات و حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً حد ثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا: جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن جب حد ثاب کہے تو مستند ہے اھ ملخصاً۔ (ت)	الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی، احد الاعلام وعالم اهل الشام۔ له مصنفات حسنة. قال احمد: ما رأيت في الشاميين اعقل منه۔ وقال ابن المديني: عنده علم كثير۔ قال ابو مسهر: الوليد مدلس، قلت: اذا قال الوليد: عن ابن جريج او عن الاوزاعي، فليس بمعتد لانه يدلس عن كذا بين، فاذا قال: حدثنا فهو حجة^۲ اھ ملخصاً۔

ملاحی اے

در بساط نکتہ دانان خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گواے مرد غافل یا خاموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے اے مرد غافل! یا تو سوچ سمجھ کر بات کریا خاموش رہ)

^۱ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

^۲ میزان الاعتدال فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۹۴۰۵ دار المعرفۃ بیروت، ۳۴۸-۳۴۷/۴

تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تاکہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا روادۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادہ پُوجھو تو پہلے اپنی جراف کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھادیں وہ قواعد بتادیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعین نکال سکو۔

۱۱: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں امام احمد نے اُن کی توثیق فرمائی، اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو۔ ابن عدی نے کہا: اذاروی عن ثقة فلا باس به¹ (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

۱۲: ذرا روادۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

عہ: مثلاً اسعیل بن مجالد، اشہل بن حاتم، بشر بن عبیس، حارت بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرہیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن ذکوان ورمی بالقدر، خالد بن خداش، خالد بن عبد الرحمن السلی، شریک بن عبد اللہ بن ابی بر، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز، مسکین بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفہ بن خیاط، عبد اللہ بن عمر نمیری، عبد الرحمن بن حرملة اسلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبید، یحییٰ بن ابی اسحق حضرمی وغیرہم صدوق رہا اخطا ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاة صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء، عبد اللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکان فیہ غفلة، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر الخطاء، مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء وحديثه عن عطاء ضعيف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیرا

۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ اکامل لابن عدی فی ترجمہ ولید ابن قاسم مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ بل ۲۵، ۴۵/۷

یخطی بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے!

رابعا: صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں صدوق یخطی¹ پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطہ ابن مندۃ بالذی قبل فوہم، وهذا ضعیف² (ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ ت) دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں، ملاجی اپنی جہالت سے مردود و اہیات گار ہے ہیں۔

لطیفہ ۵: حدیث صحیح نسائی و طحاوی و عیسیٰ بن ابان بطریق عطا عن نافع کو عطا سے معلول کیا کہ وہ وہی ہے کہا تقریب میں صدوق یہم۔

اقول اولاً: عطا کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا و کئی بھما قدوۃ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفتر منقول نہیں۔
ثانیاً: کسی سے پڑھو کہ وہی اور صدوق یہم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً: صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہی عہ ان میں کس قدر ہیں۔
رابعا: بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین ان میں کوئی بھی درجہ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے و لکن الوہابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل لوگ ہیں۔ ت)

عہ: مثل ابرہیم بن یوسف بن اسحاق، اسامہ بن زید اللیثی، اسعیل بن عبد الرحمن السدی، ایمن بن نابل، جابر بن عمرو، جبر بن نوف، حاتم بن اسعیل، حرب بن ابی العالیہ، حرمی بن عمارہ، حزم بن ابی حزم، حسن بن الصباح، حسن بن فرات، حمید بن زیاد، ربیعہ بن کلثوم، عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس وغیرہم سب صدوق یہم ہیں احوں بن جواب، حمزہ بن جیب زیات امام قراءت، معاذ بن هشام، عاصم بن علی بن عاصم وغیرہم سب صدوق رہا وہم بلکہ عطاء بن ابی مسلم صدوق یہم کثیر ۱۲۱ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ تقریب التذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۶۸

² تقریب التذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۶۸، ف، معیار الحق ص ۳۹۶

لطیفہ ۶: آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنافہد ثنا الحماني ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرني نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ¹ ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاء تعین کیا ہے اور آپ کی تو شاید اس سوال میں بھی وقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حماني حافظ کبیر یحییٰ بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا رجوانہ لا باس² بہ (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اور ابن نمیر کا ہوا کبر من هؤلاء کلہم، فاکتب عنہ (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لئے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسع سے اُس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حماني کہلائے جاتے ہیں کماني التقریب۔

لطیفہ ۷: روایات نسائی بطریق کثیر بن قار ونداعن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے ف اس لئے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اولاً: شیخین کا نام کس منہ سے لیتے اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔
ثانیاً ثالثاً رابعاً: یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں۔

خامساً: مخالف شیخین کا دغوی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸: اس حدیث جلیل صحیح کے رد میں ثمالی نے جو چالاکیاں بیابکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہو چکا، جا بجا ثقات کو مجروح فرمایا، رواۃ بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کر لیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

¹ میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللیثی ۷۰۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲/۱

² میزان الاعتدال ترجمہ یحییٰ بن عبد الحمید الحماني ۹۵۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۲/۲، ف معیار الحق ص ۳۹۷

کماحکاہ الزرقانی (جیسا کہ زرقانی نے بیان کیا ہے۔ ت) ابن وضاح نے کہا بائیس^{۲۲} میل کما نقلہ ابن رشیق عن ابن وضاح^۱ (جیسا کہ ابن رشیق نے ابن وضاح سے نقل کیا ہے۔ ت)

بلکہ بعض نسخ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح ہے قال مالک وبینھما اثنان وعشرون ميلاً (مالک نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان بائیس^{۲۲} میل کا فاصلہ ہے۔ ت) وہ سترہ^{۲۷} میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہو گا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض الہ حہ سے زائد نہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف ح ت ح و ہے کما لا یخفی علی من یعلم استخراج طول النهار من عرض البلاد (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو عرض بلاد سے دن کی لمبائی کا استخراج کر سکتا ہو۔ ت)

الثاقول: اسی لئے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کر کے عشاء پڑھی اگر خود عشاء ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی و اضطراب شدید کی حالت میں اب عشاء کیلئے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کر گیا کہ بھرم کھلتا۔

رابعا قول: آپ تو اسی بحث میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بنا کر نقل کر رہے ہیں تعلیقاً ہی مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري ذكر في جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتانہ تھا اس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقاً بڑھایا کہ وزاد الليث قال حدثني يونس عن ابن شهاب، اب تعلیق کیوں حجت ہو گئی، وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا کہ اپنا عیب نہ ظاہر ہو۔

خامسا قول: آپ تو رادی کو اس کے وہم و خطا بلکہ صرف اغراب پر رد فرماتے ہیں اگرچہ رجال بخاری و مسلم سے ہو، اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہو گئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنہیں اسی تقریب میں فرمایا:

ثقة الا ان في روايته عن الزهري وهما قليلا وفي غير الزهري خطأ ^۲	ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا۔

اثر م نے کہا: ضعف احمد امر يونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد

^۱ شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک زیر حدیث مذکور مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲۶/۱

^۲ تقریب التذیب حرف الیاء مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۸۷

نے کہا: لیس بحجة (یونس قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیع الحفظ (یونس کا حافظہ بُرا ہے) یوں ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کہ ذلك في الميزان¹ (یہ سب میزان میں ہے۔ ت)

تنبیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم و خطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید وباللہ التوفیق چند ادہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس²⁰ سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت ترکون ہے، علی نے کہا سفین بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطائیں کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس²⁰ حدیثوں کے ہیں جن میں سفین نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفین نے بیس²⁰ سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے² ذکرہ فی المیزان (اسے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) بالینہ امام سفین کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطفہ: ۹: ثماجی کی یہ ساری کارگزاریاں حیا داریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد وابن ابی شیبہ استاذان بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیادہ موصی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظ التقریب۔

اقول اولاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوہام کو وہی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دُور نہیں دیکھے تو کتنے رجال عہ بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ

عہ: صدوق یہم و صدوق ربما و ہم کی بکثرت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سنیے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی صفحہ ائندہ)

¹ میزان الاعتدال حرف الیاء ۹۹۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۸۴

² میزان الاعتدال ترجمہ سفیان بن عیینہ ۳۳۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۷۰

اوہام (سچا ہے، اس کے اوہام ہیں) کہا ہے۔

رابعاً: مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے بآں تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) زاد یحییٰ لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ¹ (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُس درجے کا قوی نہیں ہے۔ ت) ابو احمد حاکم نے لیس بمتین عندہم² (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ ت) کہا لا انہ لیس بقوی لیس بمتین وشتان مابین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت)

حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال اخبرني عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن ابی طالب عن ابيه عن جده ان عليا كان اذا سافر الحديث³۔

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رباع بن ابی معروف، ربیع بن انس ورمی بالتشیع، ربیع بن یحییٰ، ربیعہ بن عثمان، زکریا بن یحییٰ بن عمر، سعید بن زید بن درہم، سعید بن عبد الرحمن جمحی، شجاع بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صالح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حجر، ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوہام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصی ۸۷۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۶۰/۳

² میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصی ۸۷۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۶۰/۳

³ سنن ابی داؤد باب یتیم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس۔ لاہور ۱۷۳/۱

سے بھی روایت فرمائی۔ ابیہ اور جدہ دونوں ضمیریں عبد اللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبد اللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔ اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح وثابت حدیثوں کو رد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حدیثوں کو رد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنی جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہتے ہوئے کہ عبد اللہ نے روایت کی ابوطالب کے باپ حضرت عبد المطلب سے اور عبد المطلب نے اپنے دادا عبد مناف سے کہ مولا علی نے جمع صوری کی، اب ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولا علی کے پر پوتے مولا علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث صراحۃً موضوع بھی ہو گئی کہ کہاں عبد المطلب و عبد مناف اور کہاں مولیٰ علی سے روایت حدیث مفید احناف و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھائیہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بددیانتیوں بے غیبتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود^۲ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افادہ ثانیہ: احادیث و طرق پر نظر انصاف فرمائیے تو ارادہ جمع صوری پر متعدد قرائن پائیے مثلاً:

(۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاۃین کے راویوں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کما سیاتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادہ رابعہ کی نویں حدیث میں آ رہا ہے۔ ت) حالانکہ یہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیاتی تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ چوتھی فصل میں آئے گی۔ ت) تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) اقول: خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہو حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) اقول: ملاجی نے اُن پندرہ^{۱۵} اصحابیوں میں جن کی نسبت دعوٰی کیا کہ انہوں نے جمع بین الصلاۃین

^۱ ف امعیا الحق ص ۴۰۱، ۴۰۰

^۲ ف ۲ امعیا الحق ص ۳۹۶

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا:

کما فی عمدة القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجماع الصحیح للامام علاء الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد۔	جیسے کہ امام بدر الدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام علاء الدین المغلطائی کی کتاب الجماع الصحیح کی شرح ہے اور انہوں نے ابن شداد کی (کتاب) دلائل الاحکام سے نقل کیا ہے۔ (ت)

تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحديث الرابع (جیسا کہ حدیث ۴ میں گزرت۔)

(۴) اقول: بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے جاتے ہیں وسیاتی بعض روایاتہ فی الحديث الاول والباقي فی الفصل الثالث إن شاء الله تعالى (عنقریب حدیث اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئے گا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا) إن شاء الله تعالى۔ (ت) حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب وعشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیاتی فی آخر الفصل الرابع إن شاء الله تعالى (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آ رہا ہے) إن شاء الله تعالى۔ (ت) ظاہر ہے کہ وہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایات صحیحہ نے واضح کر دیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرت۔

(۵) اقول: لطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشا میں جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کو اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرما چکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہو چکا قلت له: الصلاة، قال: سر^۱۔ الحديث (میں نے ان سے نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا۔

^۱ صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثانی (جیسا کہ دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔ ت) اور ان کی حدیث ان شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہو جاتی ہے۔

(۷) یوں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یجیب فی الحدیث الخامس (جیسا کہ پانچویں حدیث میں آئے گا۔ ت) اور ان کی حدیث بھی بمشیۃ اللہ تعالیٰ آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادہ ہذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے۔ ت)

افادہ ثالثہ: اب کہ ملاجی نے پیٹ بھر کر ردِ احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں: ف جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اول جز نماز کا پہچانا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام۔

اقول: ملاجی بیچارے جو شامتِ ایام سے مقابلہ شیرانِ حنفیہ میں آ پھنسے وہ چو کڑی بھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابو حنیفہ و شافعی کی تقلید حرام بدعت شرک یا اب جابجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹھ مقلد بنے ہیں رطب یا بس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کامل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بوجھ ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشتی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کر لیا اور پھر اسی رد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرما لیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے واللہ التوفیق۔

اولاً: اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ماحول علیکم فی الدین من حرج۔ یُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ^۱ (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ

^۱ القرآن ۱۸۵/۲

ف معیار الحق ص ۴۰۱،

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچانا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُنق سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آن واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق خصوصہ انبیاء و اولیاء عامہ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ہیچا قول: اول و آخر کا پہچانا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالا جماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عز و جل نے امر محال کی تکلیف دی کہ یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا¹ (اللہ تعالیٰ کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔) فافہم۔

ثالث قول: تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لئے پانچ حالتیں ہیں: وقتِ اول پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملتحق یقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو یقین اور یقین حکم بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسحر و مسئلہ صلاة الفجر فی آخر الوقت وغیرہا میں تصریحات علما دیکھیے۔

رابعاً قول: کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داؤد دیکھیے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشاء پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کر لے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدر انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحاظ کر لیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا مجدد اسامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہو لے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آکر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہنے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

اقول: دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی!

خامساً: احمد بخاری مسلم ابوداؤد و نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "اے ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ انہوں نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا"۔ ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔" (ت)	وهذا لفظ مسلم، قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثمانياً جبيعاً وسبعاً جبيعاً، قلت: يا أبا الشعثاء! اظنه آخر الظهر وعجل العصر، وآخر المغرب وعجل العشاء، قال: وأنا اظن ذلك ¹ ۔

مالک احمد، مسلم، ابوداؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اسی جناب سے بطریق شتی والفاظ عدیدہ راوی:

اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابوالزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں، ابوالزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔" (ت)	وهذا حدیث مسلم بطریق زهیرنا ابو الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر والعصر جبيعاً بالمدينة فی غیر خوف ولا سفر، قال ابو الزبیر: فسألت سعیداً لم فعل ذلک؟ فقال: سألت ابن عباس کہا سألتنی، فقال: اراد ان لا یخرج احد من أمتہ ² ۔

1 الصیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۲۶ھ

2 الصیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۲۶ھ

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ جیب ابن ابی ثابت، سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ (ت) اور طحاوی نے صالح مولیٰ التوامہ کے واسطے سے ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "بغیر سفر اور بارش کے"۔ (ت) اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں: خبر دی ہمیں قتیبہ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفین نے عمرو سے، اس نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی، اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت) نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو ابن ہرم، جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا، ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی۔ اس طرح

وفی آخری له وللترمذی بطریق جیب ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال: جمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف ولا مطر¹۔ وللطحاوی عن صالح مولی التوامه عن ابن عباس، في غير سفر ولا مطر²۔ وفي لفظ للنسائی اخبرنا قتیبة ثنا سفین عن عمرو وعن جابر بن زید عن ابن عباس رضي الله تعالى عنها قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة، ثمانياً جميعاً وسبعاً جميعاً، آخر الظهر وعجل العصر، وآخر المغرب وعجل العشاء³۔ وفي لفظ له عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انه صلى بالبصرة، الاولي والعصر، ليس بينهما شئ، والمغرب والعشاء، ليس بينهما شئ، فعل ذلك من شغل۔

¹ جامع الترمذی ما جاء فی الجمع بین الصلواتین مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲۶/۱

² شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین کیف سو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱

³ سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۹/۱

وزعم ابن عباس انه صلى مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة الاولى والعصر، ثمان سجداً ليس بينهما شئ¹۔ ولمسلم بطريق الزبير بن الخزيت عن عبدالله بن شقيق ان التأخير كان لاجل خطبة خطبها²۔ وله بطريق عمران بن حدير عن عبدالله المذكور عن ابن عباس: في القصة قال: كنا نجتمع بين الصلاتين على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم³۔ وللطحاوي من هذا الوجه: قد كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ربما جمع بينهما بالمدينة⁴۔	انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔ ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ظہر و عصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔ مسلم نے زبیر ابن خزیت کے واسطے سے عبد اللہ ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر ایک خطبہ دینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور مسلم نے بطریق عمران ابن حدیر، عبد اللہ ابن شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکورہ واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ اور طحاوی اسی سند سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا دو نمازوں کو مدینہ میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ان روایات صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جماعت جمع فرمائیں سفر و خطر و مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر لمحی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسی بناء پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب و استناد الجمع مذکور اختلاف اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کیلئے

1 سنن الترمذی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

2 صحیح المسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

3 صحیح المسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

4 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

بے عذر جمع وقتی ملاجی بھی حرام جانتے ہیں، حدیث مسلم انما التفريط على من لم يصل الصلاة حتى يجيئ وقت الصلاة الاخرى¹ گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔ ت) کے جواب میں کیا فرمائیں گے² یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر³ (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں⁴ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جمع بین الصلاتین سے منع کرنا حالت اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور ان کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن المامون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادہ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویان حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس: وراوی الحدیث ادری بالمراد من غیوہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا:

مبایدل علی تعیین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ماخرجه النسائی عن ابن عباس (و ذکر لفظه قال) فهذا ابن عباس، راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواه من الجمع المذكور هو الجمع الصوری ³ ۔	جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود تصریح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری (ہے۔ ت)

¹ الصحیح لمسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفاتیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۹/۱

² موطا امام محمد باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۹/۱

³ نیل الاوطار شرح متقی الاخبار باب جمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۳۲

ف امعیار الحق ص ۲۱۷ ف ۲ معیار الحق ص ۴۰۰

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظرِ رحمت و آسانی اُمت کی تھی، ملاجی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔ سادسما: عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔ ت) یہ صریح منافقت ہے۔ اقول: ملاجی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں اُن کہی بولتے فہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلا عذر آنحضرت ﷺ نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملاجی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔ سابعاً: حدیث حمہ بنت حبشب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابوداؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان مستحاضہ کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملاجی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔ اقول: ملاجی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں، اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان عہ۳ ناقصات العقل کے لئے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔ مامنا: عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی:

قال، قال عبد الله: جمع لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مقيماً غير مسافر، بين الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر: لم ترى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فعل ذلك؟	اس نے کہا عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لئے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟

عہ ۱ و عہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

عہ ۳ یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کیلئے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

ف: ۱ معیار الحق ص ۲۰۰، ف: ۲ معیار الحق ص ۲۱۸

قال لان لا تخرج امتہ، ان جمع رجل ¹ ۔ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو، اگر کوئی شخص جمع کر لے۔ (ت)	

ابن جریر اس جناب سے بایں لفظ راوی:

خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ ظہر میں تاخیر کر کے اور عصر میں تعجیل کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کر کے دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یوں ہے:

اذا بادر احدكم الحاجة فشاء ان يؤخر المغرب ويعجل العشاء ثم يصليهما جميعا فعل ³ ۔	اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کر کے اور عشاء میں جلدی کر کے دونوں کو یکجا پڑھ لے، تو ایسا کر لے۔ (ت)

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بے شک آسانی و رحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت۔

تاسعاً: عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بين الظهر والعصر في يوم مطير⁴۔ یعنی
امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی۔

اقول: ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام و گناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے
لا جرم جمع صوری فرمائی۔ عاشرًا: طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع بين المغرب والعشاء يؤخر هذه في آخر وقتها ويعجل هذه في أول	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب و عشاء کو جمع فرماتے، مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول

¹ مصنف ابی بکر عبدالرزاق حدیث ۴۴۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲

² کنز العمال الاکمال من صلوة المسافر حدیث ۸۶۷۸۲ مطبوعہ موسسة الرسالہ بیروت ۲۵۰/۸

³ کنز العمال الاکمال من صلوة المسافر ۲۰۱۹۰ مطبوعہ موسسة الرسالہ بیروت ۵۴۷/۷

⁴ لمصنف لعبدالرزاق، باب جمع بین الصلوتین فی المحضر حدیث ۴۴۴۰، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۵۵۶/۲

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطہ جاہلین و مکابرہ عالمین و تقلید مقلدین کا اٹھانہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے ع
چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

افادہ رابعہ: الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا یا عصر و عشاء سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذلک کسی میں مخالف کے لئے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمال موافق سے مطرود و مخذول مثل
حدیث: بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد به السیر ² ۔ وفي لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاة المغرب حتی یجمع بینہما و بین صلاة العشاء ³ ۔	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت اور نسائی کی بطریق سالم روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشاء کے ساتھ ملا لیتے تھے۔ (ت)

یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں۔

چنانچہ بخاری ابوالیمان سے، نسائی بقیہ اور

فرواہ البخاری عن ابی الیمان، والنسائی

¹ المعجم الکبیر للطبرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۴۱۰ھ

² شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱۱ھ

³ الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۵/۱

عثمان سے، یہ سب (ابوالیمان، بقیہ، عثمان) شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم، ابن وہب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور بخاری، علی ابن مدینی سے۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ، قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمرو الناقد سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی، محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حمانی سے۔ یہ آٹھویں (یعنی علی (۱)، یحییٰ (۲)، قتیبہ (۳)، ابوبکر (۴)، عمرو (۵)، ابن یوسف (۶)، ابن منصور (۷)، حمانی (۸) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے، سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ سے۔ اور نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی، ابن وہب سے۔ تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی، بطریقہ عبدالرزاق، وہ معمر سے، وہ موسیٰ ابن عقبہ سے روایت کرتے ہیں اور طحاوی لیث سے روایت کرتے ہیں۔ اور بیہقی خلافت میں بطریقہ یزید ابن ہارون، یحییٰ ابن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ چاروں (آخری راوی یعنی مالک، موسیٰ، لیث، یحییٰ) نافع سے راوی ہیں سالم اور نافع (دونوں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)	عن بقیة^۲ وعثن^۳، کلهم عن شعیب بن ابی حمزہ۔ ومسلم عن ابن وہب عن یونس^۴۔ والبخاری عن^۵ علی بن المدینی، ومسلم عن یحییٰ^۶ بن یحییٰ وکتیبة^۷ بن سعید وابی^۸ بکر بن ابی شیبة وعمر^۹ والناقد، والدارمی عن محمد^{۱۰} بن یوسف، والنسائی عن محمد^{۱۱} بن منصور، والطحاوی عن الحماني^{۱۲}، ثمانیتهم عن سفین بن عیینة، ثلثتهم اعنی شعیباً ویونس وسفین عن الزهري عن سالم، ومسلم عن^{۱۳} یحییٰ بن یحییٰ، والنسائی عن کتیبة^{۱۴}، والطحاوی عن ابن^{۱۵} وهب، کلهم عن مالک، والنسائی بطریق عبدالرزاق ثنا معمر عن موسی^{۱۶} بن عقبة، والطحاوی^{۱۷} عن لیث، والبیہقی فی الخلافيات من طریق یزید بن هارون عن یحیی^{۱۸} بن سعید، اربعتهم عن نافع، کلاهما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث^۲ معلق بخاری:

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موصوفاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر لیتے تھے۔	ووصله البیهقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم یجمع بین صلاة الظہر والعصر اذا کان علی ظہر سیر،

اسی طرح مغرب وعشاء بھی جمع کر لیتے تھے یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متعلق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریقہ ابراہیم بن اسمعیل راوی ہیں۔ کہ عبدالکریم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں مغرب وعشاء جمع کر لیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو جلدی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ قلت (میں نے کہا): یہ وہی ابن اسمعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبدالکریم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے تو ابن ابی الحارث ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ کہ سفر میں) اس کو بخاری، مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ تھوڑا ہی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اور الفاظ بیان کر آئے ہیں۔ (ت)	ویجمع بین المغرب والعشاء¹۔ وهو عند مسلم وأخیرین بذکر غزوة تبوک، ولابن ماجة من طریق ابرہیم بن اسمعیل عن عبدالکریم عن مجاهد وسعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح وطاؤس، أخبروه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه أخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجلہ شیئ ولا یطلبہ عدو ولا یخاف شیئاً²۔ قلت: ابرہیم هذا، هو ابن اسمعیل ابن مجمع الانصاری، ضعیف۔ وعبدالکریم، ان لم یکن ابن مالک الجزری، فابن ابی الحارث، وهو اضعف واضعف۔ والمعروف حدیثہ فی الجمع بالمدينة۔ رواہ الشیخان وجماعة، كما قد مناه بطرقها والفاظها عما قریب۔
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)	وحديث³ بخاری تعليقاً ووصلاً وطحاوی وصالاً: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین ہاتین الصلاتین فی السفر، یعنی المغرب والعشاء³۔

¹ صحیح البخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۱ھ

² سنن ابن ماجہ باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۶/۱

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

عمر ابن واثلہ ابوالطفیل، معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کیا تھا۔ واثلہ نے کہا کہ میں نے پوچھا: "اس کی وجہ کیا تھی؟" تو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت کو کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت) یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور انہی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے نماز کو مؤخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو آخر تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)	وحدیث^۱ مالک وشافعی ودارمی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولاً ومختصراً عن عامر بن واثلہ ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک بین الظہر والعصر و بین المغرب والعشاء. قال: فقلت. ما حمله علی ذلک؟ قال. فقال: اراد ان لا یخرج امتہ^۱۔ هذا لفظ مسلم فی الصلاة. ومثله للطحاوی. وعند الترمذی صدره فقط. وهو احد لفظی الطحاوی ولما لک ومن طریقہ عند مسلم فی الفضائل. خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام غزوۃ تبوک. فكان یجمع الصلاة. فصلی الظہر والعصر جیباً. والمغرب والعشاء جیباً حتی اذا کان یوماً اخر الصلاة. ثم خرج فصلی الظہر والعصر جیباً. ثم دخل. ثم خرج بعد ذلک. فصلی المغرب والعشاء جیباً^۲. الحدیث بطولہ. وهو بهذا القدر من دون زیادة عبد الباقین۔

وحدیث^۵ مالک مرسلًا ومندرجًا:

ب طریقہ داؤد ابن حصین، اعرج سے، وہ ابوہریرہ	من طریق داؤد بن الحصین عن الاعرج

^۱ الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۱

^۲ الصحیح لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت) یہ حدیث یحییٰ سے بھی اسی طرح مسنداً مروی ہے، مگر محمد اور مؤطا کے اکثر راوی اس کو عبدالرحمن ابن ہرمز سے مرسلً روایت کرتے ہیں، اور عبدالرحمن، وہی اعرج ہے۔ اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (ت) احمد اور ابن ابی شیبہ بطریقہ حجاج ابن ارطاة، جو مختلف فیہ ہے، عمرو بن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اس کے دادا سے، یعنی عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (ت) حدیث بیان کی ہم سے ابوالسائب نے جریری سے، اس نے ابو عثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الظهر والعصر فی سفرۃ الی تبوک¹۔ ہكذا روی عن یحییٰ مسنداً، وهو عند محمد وجہور رواۃ المؤطا عن عبدالرحمن بن ہرمز مرسلًا۔ وعبد الرحمن، هو الاعرج۔ و هو عندا لبزار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر²۔ وحدیث (۶) : احمد وابن شیبہ بطریق حجاج ابن ارطاة، مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ابيہ عن جدہ وهو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق³۔ وحدیث ترمذی فی کتاب العلل: حدثنا ابوالسائب عن الجریری عن ابی عثمان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر²۔ وحدیث (۶) : احمد وابن شیبہ بطریق حجاج ابن ارطاة، مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ابيہ عن جدہ وهو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق³۔ وحدیث ترمذی فی کتاب العلل: حدثنا ابوالسائب عن الجریری عن ابی عثمان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ مؤطا امام مالک الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۵-۱۲۴

² کشف الاستار عن زوائد البزار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳۳۰/۱

³ المصنف لابن ابی شیبہ باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵۸/۲

وسلم کوجب چلنے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد، یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر موقوف ہے۔ (ت)

احمد بطریقہ ابن لہیعہ، ابوالزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوہ بنی مصطلق کے لئے گئے تھے۔" (ت) پہلے (یعنی ابن ابی شیبہ) بطریقہ ابن ابی لیلیٰ، ہذیل سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی) ابوقیس اودی ہے وہ ہذیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کے دوران جمع کیا طحاوی کے الفاظ یوں ہیں: "جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران۔" (ت) اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں، یعنی کبیر اور اوسط میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وعصر

وسلم اذا جذبہ السیر جمع بین الظهر والعصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی: سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا الحديث، فقال: الصحيح، هو موقوف عن اسامة بن زيد¹۔

وحدیث²: احمد بطریق ابن لہیعہ عن ابن الزبیر قال: سألت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، هل جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء؟ قال: نعم، عامر غزونا بنی المصطلق³۔ وحدیث⁴ ابن ابی شیبہ وابو جعفر طحاوی:

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلی عن ہذیل، واما الآخر فعن ابی قیس الاودی عن ہذیل بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع، ولفظ الآخر كان یجمع بین الصلاتین فی السفر³۔ وللطبرانی فی معجمیہ الكبير والاوسط عنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ عمدة القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ بیروت ۱۳۹۷ھ

نوٹ: یہ حوالہ مجھے ترمذی کی کتاب العلل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدة القاری سے ملا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

² مسند احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبد اللہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۳۴۸/۳

³ مصنف ابن ابی شیبہ من قال یجمع المسافر بین الصلوٰتین مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۴۵۸/۲

اور مغرب وعشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لئے کیا ہے تاکہ میری اُمت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت) (قدیم میں یہ روایت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ترجمہ قدیم ہی کے مطابق کیا گیا ہے) طبرانی معجم اوسط میں ابو نضرہ سے، وہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)	بین الظهر والعصر، والمغرب والعشاء، فقیل له فی ذلك، فقال: صنعت ذلك لئلا تخرج امتی¹۔ وحدیث² طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطاعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر۔² وحدیث³ "مرسل وبلاغ مالک:
انہ بلغه عن علی بن حسین، هو ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومه، جمع بین الظهر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء³۔	انہ بلغه عن علی بن حسین، هو ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومه، جمع بین الظهر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء³۔

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کر کے فرماتے ہیں:

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کر کے اول وقت میں۔ (ت)	بہذا نأخذ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولیٰ منہما فتصلی فی آخر وقتہا، وتعجل الثانیۃ فتصلی فی اول وقتہا، وتعجل الثانیۃ فتصلی فی اول وقتہا⁴۔

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر جمع فرماتے ہم

¹ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۲۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۶۹/۱۰

² معجم اوسط حدیث نمبر ۵۵۵۸ مکتب المعارف ریاض ۲۶۲/۶

³ مؤطا امام مالک جمع بین الصلاتین میر محمد مکتب خانہ کراچی ص ۱۲۶

⁴ مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۱

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ ملائی تو ایک ہو شیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لئے یوں گول اور پردہ کہہ گئے کہ جمع بین الصلاۃین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔

پھر پندرہ^{۱۵} صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو بے ان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو مصنفین با فہم ان حدیثوں مجمل الکیفیہ کو بھی انہیں احادیث مبینہ الکیفیہ پر محمول سمجھیں اھ ملخصاً۔

اقول: بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہ تلبیس پندرہ^{۱۵} صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جا بجا عوام کو دہشت دلانے کے لئے کہیں چودہ کہیں پندرہ سنا نا کیا مقتضائے ملامت ہے اب تو ملائی کی تحریر خود ان پر باز گشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو مصنفین با فہم ان حدیثوں مجمل الکیفیہ کو بھی انہیں احادیث مبینہ الکیفیہ پر محمول سمجھیں، رہے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر ناقابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں، ان روایات کا حال بھی عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوٰی کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتی تین ہاتھ پیراتا ہے واللہ الحجة السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم:

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف و سقوط میں ہے حتیٰ کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر ملائی اپنی ملامت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے

چلا تو ہے وہ بت سیمتن شب وعدہ

اگر حجاب نہ رو کے حیاء یاد آئے

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک وسلم ۱۲ منہ ف معیار الحق ص ۳۶۶

پھر بعد ذکرِ احادیث^۱ فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا^۲: نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر لکھا: احادیث^۳ صحاح جو جمع بین الصلا تین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔

بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چہرہ اتواک قطرہ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرقہ زری دو^۲ حدیثیں تلاش کر کے لائے وہ بھی ثمرہ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے۔
حدیث اول: بعض طرق حدیث سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس جناب سے روایت صحیحہ معروضہ مشہورہ مرویہ کہا رائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جہاں رائمہ و حفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ، منهم سفین الثوری وقرۃ بن خالد ومالك بن انس وأخرون، أما سفین فعند ابن ماجة، وأما قرۃ فعند خالد بن الحارث عند مسلم، وعبدالرحمن بن مہدی عند الطحاوی، وأما مالك فعند الشافعی فی مسندہ، وابن وهب عند الطحاوی، وأبو القاسم عند النسائی، وأبو علی الحنفی عند الدارمی، وعن الدارمی، مسلم فی صحیحہ۔	اس حدیث کو ابوالزبیر سے، اس نے ابوالطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد ابن حارث نے جو روایت لی ہے وہ مسلم میں ہے، اور جو عبدالرحمان ابن مہدی نے لی ہے وہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وهب نے لی ہے وہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابوالقاسم نے لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی جیب عن ابی الطفیل یوں آئی: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک، اذا ارتحل قبل ان تزیر الشمس اخر الظہر حتی یجمعہا الی العصر فیصلیہما جمیعاً، واذا ارتحل بعد زیر الشمس صلی الظہر والعصر جمیعاً ثم صار، وکان اذا ارتحل بعد المغرب

۱۔ معیار الحق ص ۳۸۳، ۲۔ معیار الحق ص ۴۱۸، ۳۔ معیار الحق ص ۴۰۳

عجل العشاء فصلاً مع المغرب¹۔ رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبان و الحاکم و الدارقطنی و البیہقی۔ زاد الترمذی بعد قوله: اذا ارتحل بعد زیغ الشمس، عجل العصر الى الظهر و صلی الظهر و العصر جمیعاً۔ الحدیث² یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم غزوہ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کُوج فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کُوج فرماتے تو عصر میں تعجل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کُوج کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کُوج فرماتے تو عشاء میں تعجل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے:

حيث قال: حديث الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الطفيل عن معاذ، حديث حديث غريب والمعروف عند اهل العلم حديث معاذ من حديث ابي الزبير عن ابي الطفيل عن معاذ ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جمع في غزوة تبوك بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء۔ رواة قرّة بن خالد وسفيان الثوري ومالك وغير واحد عن ابي الزبير المكي³۔	چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وہ حدیث جو لیث نے یزید ابن ابی حبیب سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ سے روایت کی ہے، وہ غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک معروف معاذ کی وہ حدیث ہے جو ابو الزبیر نے بواسطہ ابو الطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ اس کو قرّة ابن خالد، سفیان ثوری، مالک اور دوسروں نے ابو الزبیر مکی سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ائمہ شان مثل ابو داؤد و ترمذی و ابو سعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سواقیتہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا⁴ کما نقله الامام البدر في العمدۃ والشوکانی الظاہری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح منتقی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا۔ ت) امام ابو داؤد نے

¹ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۷۲/۱

² جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۷۲/۱

³ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۷۲/۱

⁴ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۲۴۳

منکر کہا کہما فی البدء المنیر وعنه فی النیل (جیسا کہ بدر منیر میں ہے اور اس سے نیل الاوطار نے نقل کیا ہے)

بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکر و حیلہ شیوخ پر اُن کی ناشیدہ روایتیں داخل کر دیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلیعی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ و ظاہریہ قائلانِ جمع بین الصلتین مثلی امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زر قانی مالکی شارح مؤطا و مواہب و شوکانی ظاہری شارح متقی وغیرہم نے امام ابن یونس و امام ابوداؤد و ابوعبداللہ حاکم و امام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انہیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابوداؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کہما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا) تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملاجی کا اس روایت کی تصحیح میں عرقِ ریزی بے حاصل اور توثیقِ لیث و قتیبہ وغیرہما رواۃ و قبولِ تفرّد ثقہ کے اثبات میں تطویلِ لاطائل کرنا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہیں، ملاجی بایں پیرانہ سالی و دعویٰ محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لئے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف و ثاقب و عدالت رواۃ حدیث میں علتِ قارحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابوداؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری و ابوسعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انہیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑ گئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا، وثاقتِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پے شواہد حزم غیر مقلدِ لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کو اس روایت کے رد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاداً باللہ مقدوح و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوفِ خدا و شرمِ دُنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعمِ تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی دھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رد کرنے کے لئے آپ نے سیکھے ہیں،

کہا تقدم، ومن يشبه اباہ فما ظلم ثم اقول: وتحسين الترمذی يرجع الی حدیث معاذ، لقولہ: حدیث معاذ حدیث حسن غریب۔ واذا اتی علی هذه الروایة لم یحسنہ، انما قال: و حدیث اللیث عن یزید غریب۔ وافادہ خلاف المعروف، فقال: والمعروف عند اهل العلم حدیث معاذ¹۔ الخ واما ابن حبان فلانعلم له فضلا علی ابی سعید بن یونس، فانه ایضا ثقة، ثبت، حافظ، امام من ائمة الشان، كلاهما من الاقران، من تلامذة الامام النسائی ابی عبد الرحمن۔ وابن یونس، لنزاهته من نفس فلسفی، احب الی الناس من ابن حبان۔ وقد قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات الشافعية: ربما غلط الغلط الفاحش فی تصرفاته²، كما نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ۔ فانی یدانی ابا داؤد، فضلا ان یواذیه، فضلا ان یبأریه، فضلا عن ذاك الجبل الجلیل محمد بن اسمعیل یوقد عرف بالتساهل فی باب التصحیح؛ بل والتحسین، هو والترمذی: كما نص

جیسا کہ گزرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے اس کا کوئی قصور نہیں۔ ثم اقول پھر میں کہتا ہوں کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ کہا کہ لیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے۔ ترمذی نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف، معاذ کی وہ حدیث ہے الخ۔ رہا ابن حبان تو اسکی سعید ابن یونس پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک امام ہے دونوں ہم زمان ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمرو ابن صلاح نے طبقات الشافعية میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے تذكرة الحفاظ میں بے ان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابو داؤد کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چہ جائے کہ اس کا ہمسر ہو، چہ جائے کہ اس کے مقابل ہو۔ اور علم کے عظیم پہاڑ محمد بن اسمعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے میں تساہل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ اور ترمذی

¹ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۷/۲

² تذكرة الحفاظ فی ترجمہ ابن حبان مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۲۶/۳

عليه الاثمة وحققناه في رسالتنا مدارج طبقات
 ۱۳۱۳ھ الحديث على ان الجرح مقدم في مثل
 المقام، فان من اثبت فانما نظر الى ثقة الرواة،
 ولم يطلع على ما اطلع عليه غيره من العلة، ومن
 يعلم قاض على من لا يعلم۔ واللہ اعلم، من کل
 اعلم۔

تعالیٰ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

ثم اقول: اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو
 رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کوچ ہوتا تو راہ میں اتر کر ورنہ منزل ہی پر پہلی
 صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کا
 تعین کر رہا ہے اذ اگر محل بعد زلیخ الشمس میں خواہی خواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا صلی
 ثم سار ہے بلکہ الفاظ اخر الظهر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کر کے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی
 مفہوم و متبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر
 میں، ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی و ابوالفتح ابن سید الناس وغیرہا بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان
 الفاظ تاخیر و تعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح مستقی میں کہا:

مبايدل على تعيين حمل حديث الباب على الجمع
 الصوري، ماخرجه النسائي عن ابن عباس،
 بلفظ: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 الظهر والعصر جبيعا، والمغرب والعشاء جبيعا،
 اخر الظهر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل
 العشاء۔ فهذا ابن عباس،
 جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل
 کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے
 جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے
 کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کو
 اکٹھا پڑھا اور مغرب و عشاء کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں
 تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر
 اور عشاء میں تعجیل فرمائی تو یہ ابن عباس

راوی حدیث الباب، قد صرح بأن ما وراءه من الجمع المذكور هو الجمع الصوري ¹ ۔	جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت ہے ان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ومن المؤیدات للحصل علی الجمع الصوری ایضاً، ما أخرجه ابن جریر عن ابن عمر، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما۔ وهذا هو الجمع الصوري ² ۔	جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے ان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

معذا ظہر و مغرب کا جب وقت کھودنا ٹھہرا تو عصر و عشاء میں جلدی کا ہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن، تو حدیث اُسی طرف ناظر، بالجملة شک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث مجملۃ الکافیۃ سے ہے جسے ثمالی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا، الحمد للہ اس تحریر کے بعد مر قاة شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں:

(جمع بین الظهر والعصر) ای فی المنزل، بأن اخر الظهر الى آخر وقته وعجل العصر في اول وقته۔	(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعجیل کر کے اول وقت میں پڑھا۔ (ت)

پھر فرمایا:

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق ³ ۔	(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)

¹ نیل الاوطار شرح متقی الاخبار باب الجمع المقيم لطراو غیرہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱/۳

² نیل الاوطار شرح متقی الاخبار باب الجمع المقيم لطراو غیرہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱/۳

³ مر قاة شرح مشکوٰۃ باب صلوة السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۵۱/۳

حدیث دوم: اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں نشان نہیں، بو نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شرح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر جاتے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملاجی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے انہیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا بکرم لکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گری ہوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے۔ ت) جھٹ خوش خوش اٹھالائے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة الی البطحاء، فتوضاً فصلی لنا الظهر والعصر ¹ ۔	ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بطحاء میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بطحاء میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور فرمائیں۔ (ت)
ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة، فصلی بالبطحاء الظهر رکعتین والعصر رکعتین ² ۔	

سچ تو ہے ملاجی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح نہ صالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر دونوں اسی موضع بطحاء میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، ملاجی تو آپ جانیں ایک ہوشیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یوں اپنی خود دانی کے پردے کھولے کہ فہا جہرہ خروج و وضو و صلاة سب کی ظرف ہے اور فاتر تیب بے مہلت کے لئے تو بمقتضائے فامعنی یہ ہونے کہ یہ سب کام ہاجرہ میں ہو لیے، ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلی توضاً سے بے مہلت مربوط تو معطوف معمول کو جدا کر لینا کیونکر جائز اھ ملخصاً مھذباً مترجم اس پر بہت وجوہ سے رد ہیں، مثلاً

1 صحیح مسلم: باب سترۃ المصلیٰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶۱/۱

2 صحیح بخاری کتاب المناقب، باب صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۲/۱

اول: فاکو ترتیب ذکر کی کافی، مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتيب على سبيل التعقيب ولو في الذكر ¹ -	فاء ترتیب کے لئے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب ذکر میں ہو۔ (ت)

ثانی: عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت² (جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے۔ ت) تزوج فولدہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہو تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فائہیں، ظہر وعصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

ثالث: ہاجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر بلا مہلت اُس کے بعد ہو، ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے کما فی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل۔

رابع: حدیث مروی بالمعنی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فاو واو وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ۔ یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلها فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جوابات ترک کر دیے ہیں۔ ت) وانا اقول: وبحول اللہ اصول۔

خامس: ہاجرہ کو ظرف افعال ثلاثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے "و" تعقیب چاہنی ہے۔ اتحاد زمانہ نہیں چاہتی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس: ظرفیت ثلاثہ فاسے ثابت یا خارج سے اول بدایۃً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فالغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فایہ معنی ہوئے اور عجیب تر۔

سابع: ذرا صفت حبیہ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما كان يوم الترویة توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ³ -	جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلے اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر وعصر ومغرب وعشاء وفجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)

1 مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتيب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۱

2 فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستقصى، بحث الفاء للتعقيب، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قمران ۲۳۴/۱

3 الصحيح لمسلم باب حجة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۹۶/۱

ملاحی وہی فافے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنی صلی الظهر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ عامہ شائعہ سائنہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعویٰ کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت) ہامن: کلام متناقض ہے کہ اڈل کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد۔

تاسع: تاویل کے لئے قطعیت مانع ضروری جاننا عجیب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کر لانا سہل ہے محل ومقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشر: آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جا بجا تاویلات رکیکہ بارہہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتویٰ کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقتِ ظہر یک مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتیٰ ساوی الظل التلول کے معنی بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے: منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعاً بین الاولہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں¹ اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفت ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہو گئیں۔

حادی عشر: طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر: آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فاء سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انہیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بطریقہ شعبہ، وہ حکم سے راوی ہے کہ میں نے ابو جحیفہ کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف نکلے تو وضو کیا، پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور	بطریق شعبہ عن الحكم. قال: سمعت ابا جحيفة. قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالهاجرة الى البطحاء فتوضأ، ثم صلى الظهر

¹ معیار الحق، مسئلہ چہارم، بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴

رکعتین والعصر رکعتین ¹ ۔	عصر کی دو رکعتیں۔ (ت)

نیز باب مذکور

بطریق مالک بن مغول عن عون عن ابیہ، وفیہ، خرج بلال فنادی بالصلاة، ثم دخل فأخرج فضل وضوء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فوقع الناس عليه يأخذون منه، ثم دخل فأخرج العنزة، وخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، كافي انظر الى وبيض ساقیه، فركز العنزة، ثم صلى الظهر ركعتین والعصر ركعتین ² ۔	بطریق مالک ابن مغول، وہ عون سے، وہ اپنے والد سے۔ اس روایت میں ہے کہ بلال (خیمے سے) نکلے اور نماز کے لئے پکارا، پھر اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے آئے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے، بلال پھر اندر گئے اور عصا نکال لائے، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے گویا کہ میں اب بھی آپ کی ساقین کی چمک دیکھ رہا ہوں بلال نے عصا (بطور سترہ) زمین پر گاڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

چلے کہاں کو، ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے، تیسرا اور نہ لیے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے، صحیح مسلم شریف

بطریق سفین ناعون بن ابی جحيفة عن ابیہ، وفیہ، فخرج النبی صلى الله تعالى عليه وسلم فتوضأ، واذن بلال، ثم ركزت العنزة، فتقدم فصلی الظهر ركعتین، ثم صلى العصر ركعتین، ثم لم یزل یصلی ركعتین حتی رجع الى المدينة ³ ۔	بطریق سفیان، وہ عون سے، وہ اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور بلال نے اذان دی، پھر عصا گاڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، تو ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد مدینہ کو واپسی تک وہی رکعتیں پڑھتے رہے۔ (ت)

¹ صحیح بخاری کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۲/۱

² صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۳/۱

³ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب سترۃ الصلی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶/۱

مَلا جی! اب مزاج کا حال بتائیے

حفظت شیئاً وغابت عنك اشیاء

(تُو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تُجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ ت)

الحمد لله اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام، روجہ احسن پایا۔ اب حسبِ فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضہ اولیٰ: ہمارے اجدائے خفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملا جی کے امام ظاہر یہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا:

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم ¹ ۔	جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں:

قال ابوداؤد: وليس في تقديم الوقت حديث قائم ² ۔	ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)

امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قلت: حكى عن ابى داؤد انه انكر هذا الحديث، وحكى عنه ايضاً، انه قال: ليس في تقديم الوقت حديث قائم ³ ۔	میں نے کہا: ابوداؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حكى عن ابى داؤد انه قال: ليس في تقديم الوقت حديث قائم۔ نقله ميرك۔ فهذا شهادة بضعف الحديث وعدم قيام الحجة للشافعية ⁴ ۔	ابوداؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: قد قال ابوداؤد:

¹ شرح الزرقانی علی الموطأ للجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر ۱/۲۹۲

² تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱/۸۹

³ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ دمشق ۱/۱۵۱

⁴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۲۵

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم^۱۔ (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ ت)

بعینہ اسی طرح علامہ زر قانی مالکی نے شرح موطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے: قال ابوداؤد: هذا حدیث منکر و لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم^۲۔

بھلا ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرمایا جسے علمائے مابعد حتیٰ کہ قائلانِ جمع بھی بلا تکبر و انکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتہ دے سکا، اب ملاحی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کردوں یہ کیونکر بنی مگر قیامت لطیفہ دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجھلائی نظروں سے جل کر فرمایا: کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی نقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول: ملاحی! ان جھنجھلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سرک پر ہوا کھلانے کے قابل نہ تھے یہ خفی لوگ عبت تمہیں چھوڑ کر بو کھلائے دیتے ہیں بھلا اولاً اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح و تضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں بیان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً: آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صد ہا سال بعد پیدا ہوئے انہیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً: آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور اُن سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھاتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوہابی ما لا یجوز لغيره (دہابی کے لئے وہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ ت)

افاضہ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و عبدالرزاق و بیہقی:

وهذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرني حسين بن عبدالله بن عبيد الله بن عباس عن عكرمة و	اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بے ان کی ہم سے عبدالرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور

^۱ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر النظر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۰۲/۲

^۲ نیل الاوطار شرح متقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوئتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۴۳/۳

کریب، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا: "کیا میں تمہیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: "کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انہوں نے کہا کہ اگر جائے قیام پر زوال ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابوداؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبد اللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مگر ابوداؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)	کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: الا اخبرکم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر؟ قلنا: بلى۔ قال: كان اذا زاغت الشمس في منزله جمع بين الظهر والعصر. قبل ان يركب، واذا لم تزغ له في منزلة سار، حتى اذا كانت العصر، نزل فجمع بين الظهر والعصر۔ و اشار اليه ابو داؤد تعليقا¹، فقال: رواه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولم يذكر لفظه²۔

خود قائلان جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر لمبا جی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یکجہی نے فرمایا: ضعیف۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا: ضعیف، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ³ (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے۔) ابوزرہ وغیرہ نے کہا: لیس بقوی (قوی نہیں ہے۔) جوز جانی نے کہا: لایشتغل بہ⁴ (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے۔) ابن حبان نے کہا: یقلب الاسانید ویرفع المر اسیل⁵ (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مراسیل کو مرفوع

1 مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عباس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۲۷

2 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱، مصنف، ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین مطبوعہ المکتب الاسلامی

بیروت ۵۳۸/۲

3 ارشاد الساری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۵۳۸/۲

4 میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبد اللہ ۲۰۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۳۷

5 نیل الاوطار شرح متقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۳۴

بنادیتا تھا۔ ت) محمد بن سعد نے کہا: کان کثیر الحدیث، ولم ارهم یحتجون بحدیثہ (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: موقوف الحدیث امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا: ترک حدیثہ¹ (میں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا: ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زرقانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے حماد ایوب سے، وہ ابو قلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اُترتے تھے اور وہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر و عصر کو یکجا پڑھتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اُتر کر ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تو یوں کیا کرو کہ۔۔۔۔۔) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (ت)	لکن له شاهد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابہ عن ابن عباس، لا اعلمه الا مرفوعاً، انه كان اذا انزل منزلاً في السفر فاعجبه اقام فيه، حتى يجمع بين الظهر والعصر، ثم يرتحل، فاذا لم يتهيأ له المنزل مد في السير فسار حتى ينزل، فيجمع بين الظهر والعصر۔ خرجہ البیہقی، ورجاله ثقاة، الا انه مشکوک في رفعه، والمحموظ انه موقوف۔ وقد اخرجہ من وجه آخر، مجزوماً بوقفه على ابن عباس، ولفظه: اذا كنتم سائرين، فذكر نحوه²۔

شرح مؤطا میں اسے ذکر کر کے فرمایا: وقد قال ابو داؤد ليس في تقديم الوقت حديث قائم³ (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت) اقول: وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

¹ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۴۳ھ

² ارشاد الساری شرح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر اذا رتل الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۰۰۳

³ شرح الزرقانی علی المؤطا امام مالک، الجمع بین الصلاتین والحضر والسفر، مطبوعہ المكتبة التجارية الکبریٰ مصر ۱۹۹۲

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہ اسی بیان سے شاہد کا سار حتیٰ یزید فی جمع جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے وباللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے:

خبر دی مجھے ابن ابی یحییٰ نے حسین ابن عبد اللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے، اس کے بعد مندرجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے۔ (ت)	اخبرنی ابن ابی یحییٰ عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فذكر الحديث، وفيه جمع بين الظهر والعصر في الزوال¹۔
اقول: اس کی سند میں ابن ابی یحییٰ افضی قدوری معتزلی جہی بھی متروک واقع ہے امام اجل یحییٰ بن سعید بن قطعان و امام اجل یحییٰ بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابو داؤد و غیر ہم اکابر نے فرمایا: کذاب تھا۔ امام احمد نے فرمایا: ساری بلائیں اُس میں تھیں۔ امام مالک نے فرمایا: نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری نے فرمایا: ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے:	ابرهیم بن ابی یحییٰ، احد العلماء الضعفاء، قال یحییٰ بن سعید: سألت مالکاً عنه، اكان ثقة في الحديث؟ قال: لا، ولا في دينه۔ وقال یحییٰ بن معین: سمعت القطان يقول: ابرهیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل، قال: ترکوا حدیثه، قدری، معتزلی، یروی احادیث لیس لها اصل وقال البخاری: ترکہ ابن المبارک والناس۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن ابیه، قال: قدری، جہی،
ابراہیم بن ابی یحییٰ ضعیف علماء میں سے ایک ہے۔ یحییٰ ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پوچھا کہ کیا وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا، نہ دین میں۔ اور یحییٰ ابن معین نے کہا: میں نے قطان کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن یحییٰ کذاب ہے۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: علماء نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے، قدری ہے، معتزلی ہے، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ بخاری نے کہا: ابن مبارک نے اور لوگوں نے	ابرهیم بن ابی یحییٰ، احد العلماء الضعفاء، قال یحییٰ بن سعید: سألت مالکاً عنه، اكان ثقة في الحديث؟ قال: لا، ولا في دينه۔ وقال یحییٰ بن معین: سمعت القطان يقول: ابرهیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل، قال: ترکوا حدیثه، قدری، معتزلی، یروی احادیث لیس لها اصل وقال البخاری: ترکہ ابن المبارک والناس۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن ابیه، قال: قدری، جہی،

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبد اللہ ابن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: قدری ہے، جہمی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، ابن معین سے ناقل ہے کہ وہ کذاب ہے، رافضی ہے۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ نسائی، دارقطنی اور دوسروں نے کہا کہ متروک ہے۔ (ت)	کل بلاء فیہ، ترک الناس حدیثہ، وروی عباس عن ابن معین، کذاب، رافضی۔ وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: سمعت علیاً یقول: ابرہیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وقال النسائی والدارقطنی وغیرہما، متروک ¹ ۔

اُسی میں ہے:

ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (ت)	قال ابن حبان: کان یکنذب فی الحدیث ² ۔
ابو محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)	قال ابو محمد الدارمی: سمعت یزید بن ہارون، یکنذب ابراہیم بن ابی یحییٰ ³ ۔

تہذیب التہذیب میں ہے:

زہری اور صالح مولی التوامہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معترلی تھا، جہمی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابوطالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا۔ یحییٰ قطان نے کہا: جھوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا: میں نے	عن الزہری وصالح مولی التوامۃ وعنه الشافعی و آخرون، قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ: کان قدریاً، معترلیاً، جہمیاً، کل بلاء فیہ۔ قال ابوطالب عن احمد بن حنبل: ترک الناس حدیثہ، وکان یأخذ احادیث الناس فیضعفہا فی کتبہ۔ وقال یحیی القطان: کذاب۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم: قلت لیحیی بن

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۷-۵۸

² میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۰

³ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۰

معین، فابن ابی یحییٰ؟ قال: کذاب ^۱ ۔	یحییٰ ابن معین سے ابن ابی یحییٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کذاب ہے۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین و ابوداؤد: رافضی کذاب^۲ (ابن معین اور ابوداؤد نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔) (ت) لاجرم تقریب میں ہے: متروک^۳ اھ الکل باختصار۔ یہاں تک کہ ابو عمر بن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان^۴ فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالیٰ اعلم۔

افاضہ ثالثہ: یوں ہی حدیث دارقطنی:

حدثنا احمد بن محمد بن سعيد ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثناء ابی ثناء محمد بن الحسين بن علي بن الحسين ثنی ابن عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ قال کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتحل حين نزول الشمس جمع بين الظهر وعجل العصر، ثم جمع بينهما ^۵ ۔	حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن محمد ابن سعید نے منذر ابن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین سے، اس نے اپنے والد علی ابن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال کے وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

اس میں سواعترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا:

لا یصح اسنادہ۔ شیخ الدارقطنی ہو ابو العباس بن عقدۃ، احد الحفاظ،	اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد ابو العباس ابن عقدہ ہے، جو اگرچہ حفاظ حدیث

^۱ خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال الخ، ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۲۷۴، مطبوعہ مکتبۃ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) ۵۵/۱

^۲ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۲۲۷/۱

^۳ تقریب التہذیب، ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ، پاکستان ص ۲۳

^۴ میزان الاعتدال ترجمہ عبدالکریم ابن ابی المخارق ۱۵۷۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۶۴۶/۲

^۵ سنن الدارقطنی، باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ نشۃ السنۃ ملتان ۲۹۱/۱

لکنہ شیعی قلت: بل نص فی موضع اخر من المیزان، فیہ وفی ابن خراش، ان فیہما رفضاً وبدوۃ۔ ۱) وقد تکلم فیہ الدارقطنی وحمزۃ السہمی وغیرہما۔ وشیخہ المنذر بن محمد بن المنذر، لیس بالقوی ایضاً قالہ الدارقطنی ایضاً۔ وابوہ وجده یحتاج الی معرفتہما¹۔	میں سے ہے لیکن شیعہ ہے۔ میں نے کہا: بلکہ میزان کے ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں رفض اور بدعت پائی جاتی ہے۔ خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر بھی زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دارقطنی نے کہی ہے۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔ (ت)

اقول: وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سورج ڈھلنے ہی کُوج ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کُوج اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا پیش از زوال ظہر و عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے، یہی جمع صوری ہے کما لایخفی۔

افاضہ رابعہ: حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف و محفوظ و مروی جمابہیر ائمہ ثقات وعدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہ عامہ دوا دین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اگر دو پہر ڈھلنے سے پہلے کُوج فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کر کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظہر ثم رکب² ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے حکم مقابلہ و سکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملاتے۔ ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے۔ حاکم نے اربعین میں بطریق

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحق الصاغاني عن حسان بن عبد الله عن المفضل بن فضالة عن عقيل عن	ابو العباس محمد بن یعقوب نے محمد بن اسحق صاغانی سے، اس نے حسان ابن عبد اللہ سے، اس نے مفضل ابن فضالہ سے، اس نے

¹ عمدۃ القاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ المطابع الخیریہ دمشق ۱۳۹۷

² صحیح بخاری باب اذا رتل بعد ما راعت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰۱

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیفان زاعت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر ثم ركب ¹ ۔	عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو ظہر و عصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (ت)

جعفر فریابی نے بتقر و خود اسحق بن راہویہ سے روایت کی:

عن شبابة بن سوار عن الليث عن عقیل عن الزهري عن انس رضي الله تعالى عنه. قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان في سفر فزال الشمس صلى الظهر والعصر جميعاً ثم ارتحل ² ۔	شبابة ابن سواد سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور زوال ہو جاتا تھا، تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ (ت)

اوسط طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن ابرهيم بن نصر بن شبيب الاصبهاني قال ثنا هارون بن عبد الله الحمال ثنا يعقوب بن محمد الزهري ثنا محمد بن سعد ان ثنا ابن عجلان عن عبد الله بن الفضل عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه. ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا كان في سفر فزاعت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر جميعاً ³ ۔	حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن نصر بن سندی اصبہانی نے ہارون ابن عبد اللہ حمال سے، اس نے یعقوب ابن محمد زہری سے، اس نے محمد ابن سعد ان ثنا ابن عجلان سے، اس نے عبد اللہ بن الفضل عن انس بن اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

روایت اسحق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا اسمعیل نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرہ۔

اقول: الامام اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ. لا کلام فی جلالة قدره وعظمة فخره. لكن نص الامام ابوداؤد انه	میں کہتا ہوں: امام اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر اور عظمت افتخار میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے

¹ ار بعین الحاکم

² میزان الاعتدال بحوالہ جعفر فریابی ترجمہ (۳۳) دار المعرفۃ بیروت ۸/۸۳

³ معجم الاوسط حدیث ۵۴۸ مکتب المعارف ریاض ۱۸/۲۷۱-۲۷۲

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آگیا تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ اور حافظ مزنی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفین کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحق (رحمہ اللہ تعالیٰ) بے شر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پورا مسند اپنی یاد سے املا کر دیا تھا، جیسا کہ تہذیب میں ہے کہ احمد بن اسحق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وہی (مسند کے املاء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس قدر وسع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے؟ (ت)	كان تغیر قبل موتہ بأشهر، قال: وسعت منه في تلك الايام فرميت به¹۔ كمافی التذهیب۔ وذكر الحافظ المزني حديثه الذي زاد فيه على اصحاب سفين، فقال: اسحق اختلط في آخر عمره²۔ كمافی الميزان۔ ولا شك انه رحمہ اللہ تعالیٰ كان كثير التحديث عن ظهر قلبه، املی المسند كله من حفظه³۔ كمافی التذهیب، قال: قال احمد بن اسحق الضبعي: سمعت ابراهيم بن ابی طالب، يقول: فذكره۔ فلا غرو ان يعتريه خطأ في حديث او حديثين، ومن المعصوم عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرته؟

لا جرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحق کی لغزش حفظ و اشتباہ سے گنا۔

چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے روایت کیا ہے فریابی نے اسحق ابن راہویہ سے، اس نے شہاب سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں	حيث قال: وكذا حديث رواه جعفر الفريابي ثنا اسحق بن راهويه ثنا شهاب عن الليث عن عقیل عن ابی شهاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا كان في سفر فزال

¹ میزان الاعتدال، بحوالہ ابو داؤد (ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱)

² میزان الاعتدال، بحوالہ ابو داؤد (ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱)

³ خلاصہ تہذیب النحال ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ ساکنہ بل ۶۹/۱

ہوتے تھے اور سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر پڑھتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث راویوں کی عمدگی کے باوجود منکر ہے کیونکہ اس کو مسلم نے ناقد سے، اس نے شبابہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں) اسی طرح زعفرانی نے بھی اس کو شبابہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کو عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے مسلم کے الفاظ ذکر کیے ہیں، مقصد یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی کسی روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے (صرف ظہر کا ذکر ہے۔ ذہبی نے کہا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلحق لوگوں کے سامنے اپنی یاد سے حدیثیں بیان کیا کرتا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کو اشتباہ واقع ہوا ہو۔ (ت)	الشمس صلی الظہر والعصر ثم ارتحل۔ فہذا علی نبل رواۃ منکر۔ فقد رواہ مسلم عن الناقذ عن شبابة (و ذکر لفظہ) تابعہ الزعفرانی عن شبابة، واخرجه خ م من حدیث عقیل عن ابن شہاب عن انس (و ذکر لفظہ، ای و لیس فی شیء منها: والعصر۔ قال:) ولا ریب ان اسحق کان یحدث الناس من حفظہ، فلعلہ اشتبه علیہ¹۔

اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت نہیں کہ وہ اگرچہ رجال، جامعہ و موثقین ابنائے معین و سعد والی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلف تھا امام احمد نے اُسے ترک کیا، امام ابو حاتم رازی نے درجہ حجیت سے ساقط بتایا۔ تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

شبابة ابن سوار فزاری احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے حدیثیں نہیں لکھیں کیونکہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ کسی نے کہا کہ (ارجاء کا عقیدہ تو) ابو معاویہ بھی رکھتا ہے۔ احمد نے کہا (ہاں، مگر) شبابہ ارجاء کا داعی تھا۔ زکریا ساجی نے کہا کہ سچا ہے، ارجاء کا داعی ہے۔ احمد اس پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (ت)	شبابة بن سوار الفزاری، قال احمد بن حنبل: ترکته، لم اکتب عنه للارجاء۔ قيل له: یا ابا عبد اللہ! ابو معاویة، قال: شبابة کان داعیة۔ وقال زکریا الساجی: صدوق، یدعو الی الارجاء، کان احمد یحمل علیہ²۔

اُسی میں ہے: قال ابو حاتم: صدوق، یکتب حدیث ولا یحتج بہ³ (ابو حاتم نے کہا ہے

¹ میزان الاعتدال ترجمہ اسلحق بن راہویہ ۳۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱

² تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۱/۳

³ تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۱/۳

کہ سچا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ (ت) اُسی میں ہے:

قال ابو بكر الاثرم عن احمد بن حنبل: كان يدعو الى الارجاء، وحكى عنه قول اخبث من هذه الاقاويل. قال: اذا قال فقد عمل بجارحته. وهذا قول خبيث، ماسعت احدا يقوله¹۔

ابو بكر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحق عقیدہ ارجاء کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سنا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابو بكر محمد بن ابى الثلج، حدثني ابو علي بن سختي المدائني، حدثني رجل معروف من اهل المدائن. قال: رأيت في المنام رجلا نظيف الثوب حسن الهيئة، فقال لي: من اين انت؟ قلت: من اهل المدائن. قال: من اهل الجانب الذي فيه شبابة؟ قلت: نعم! قال فاني ادعو الله، فامن على دعائي: اللهم! ان كان شبابة يبغض اهل نبيك فاضر به الساعة بفالج قال: فانتبهت، وجئت الى المدائن وقت الظهر، واذا الناس في هرج، فقلت، ما للناس؟ قالوا: فلج شبابة في السحر، ومات الساعة²۔

ابو بكر محمد بن ابی الثلج نے کہا کہ مجھے ابو علی بن سختی مدائنی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبابہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یوں دعا کی:) اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کر دے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن (کے اس حصے میں جہاں شبابہ رہتا تھا) گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مر گیا ہے۔ (ت)

¹ تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفزاری مطبوعہ دائرة المعارف حیدر آباد دکن ۳۰۲/۳

² تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفزاری مطبوعہ دائرة المعارف حیدر آباد دکن ۳۰۲/۳

روایت حاکم و طبرانی کو خود ملاحی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے ہیں ف: 'مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابو داؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم اوسط طبرانی ایک روایت ار بعین حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم کو چھوڑ کر ار بعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ع:

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو ملاحی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑ مگر ستم۔

لیطفہ: اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے ہیں ف: روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الی قوله) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر ثم ركب۔ اقول: ملاحی حنفیہ کی مروی تو بجد اللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہ تعالیٰ اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری و مردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور و متداول کتب میں تحریف کے لئے مردانہ پن کا دغوی ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیجئے ایک زمانہ میں آپ کو خط کفری جاگھا کہ زمین کے طبقات زیریں میں حضور پر نور منزہ عن المثل والنظر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید انہیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول: وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھی فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین موجود سہی پھر تمہیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عسر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اولا: واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے، جمیعاً بھی اسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے عہ نہ خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آہ کریمہ وَتُؤَبِّوْا اِلَى اللّٰهِ

عہ: بیضاوی شریف میں زیر آہ کریمہ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِیْعًا ہے

حال فی اللفظ: تاکید فی المعنی، کانہ قیل: اهبطوا
انتم اجمعون؛ ولذلك لا يستدعی اجتماعهم علی
الهبوط فی زمان واحد کقولک جاؤا جمیعاً۔ ۱۲ منہ
رضی جاللہ تعالیٰ عنہ (م)۔
(ت)

فامعیار الحق ص ۳۶۵، ۳۶۶۔ ف ۲ معیار الحق ص ۳۷۹

جَبِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١﴾¹ (اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب اے اہل ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت)

نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔

ہاجیہ: اجتماع فی الوقت کہ بذریعہ فردیت اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اس کے لئے بھی وضع مانو اُس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جبیعا اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اُس کے وقت سے، تو لاجرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحاد زمانہ وقوع و مقارنت فی الصدور ہو گا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنی جمیعاً کا فرد نہیں بلکہ صریح مباین، لاجرم پھر اُسی معنی واضح و روشن و اقل متیقن یعنی

اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تاحث حقیقت مجاز کی طرف مصیر نا مجاز خصوصاً مستدل کو۔

ہاجیہ: تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی صلی جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل و زاہق ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بحمد اللہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بُو بھی نہیں، لہذا جی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی، سبیل اللہ! کیا ایسی ہی ہو سوں پر توقیت منصوص قرآن و نصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماع امت ترک کر دی جائیں گے اور خدا اور رسول جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات الٹ پٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دغوی بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ لہذا جی بہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں، یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افاضہ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق و الفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو

¹ القرآن ۴۲/۳۱

² انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۸

ملاجی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعم خود بہت چمک چمک کر دعویٰ فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے، فقیر غفرلہ المولیٰ القدر کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل و جمع ماقال و قیل کے لئے نہیں لہذا بعونہ تعالیٰ وہ افادات تازہ سنئے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبد اذل پر فائز ہوئے اہل نظر اگر مقابلہ کریں جلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمۃ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمادے اور اللہ تعالیٰ علم و فضل والا ہے۔ ت)

اقول: وبحول اللہ اصول حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا رہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ^۱ روایات بخاری و ابوداؤد و نسائی و غیر ہم سے اوپر مذکور ہوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور، ان میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت^۲ موطائے امام محمد:

اخبرنا مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء، سار حتی غاب الشفق ^۱ ۔	مالک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا تو چلتے رہے تھے یہاں تک شفق غائب ہو گئی تھی۔ (ت)

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیف نہیں مثل روایت^۲ بخاری:

حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید، هو ابن اسلم، عن ابیہ قال: کنت مع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بطریق مکة، فبلغه عن صفیة بنت ابی عبید شدة وجع، فأسرع السیر، حتی اذا کان بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلی المغرب	حدیث بیان کی ہم سے سعید ابن ابی مریم نے، اس کو خبر دی محمد ابن جعفر نے، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والدی سے کہ میں مکہ کے راستے میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ اترے اور

^۱ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۱۳۱

والعتمۃ یجمع بینہما، فقال: انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جدبہ السیر اخر المغرب وجمع بینہما ¹ ۔	مغرب وعشاء کی نماز پڑھی، دونوں کو جمع کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب انہیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

ورایت^۳ مسلم:

حدثنا محمد بن مثنیٰ نایحیی عن عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا جدبہ السیر جمع بین المغرب والعشاء، بعد ان یغیب الشمس، ویقول: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا جدبہ السیر جمع بین المغرب والعشاء ² ۔ ورواہ الطحاوی فقال: حدثنا ابن ابی داؤد ثنا مسدد ثنا یحیی ³ بہ، سنداً ومتناً۔	حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن مثنیٰ نے یحییٰ سے، اس نے عبید اللہ سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ طحاوی نے بھی ابن ابی داؤد سے، اس نے مسدد سے، اس نے یحییٰ سے یہی روایت کی ہے، ایک ہی سند اور متن کے ساتھ۔ (ت)

ورایت^۴ ابی داؤد:

حدثنا سلیمان بن داود العتکی نا عماد نا ایوب عن نافع ان ابن عمر، استصرخ علی صفیة، وهو ببکۃ، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم، فقال: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر فی سفر بین ہاتین الصلاتین،	حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داؤد عتکی نے عماد نا ایوب سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے، تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

¹ صحیح البخاری باب المسافر اذا جدبہ السیر وتجل الی الہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۳

² صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۵

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

کسی کام کی جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی تو اترے اور دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)	فسار حتی غاب الشفق، فنزل فجمع بينهما ¹ ۔

ضمیر سارا بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی:

حدیث بیان کی ہم سے ابن مرزوق نے عازم ابن فضل سے، اس نے حماد ابن زید سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں تھے تو آپ کو صفیہ بنت ابی عبید کی شدید علالت کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے۔ ابن عمر کے ساتھ ایک شخص تھا جو کہہ رہا تھا "نماز، نماز"۔ سالم نے بھی کہا "نماز" (یعنی نماز کا وقت جا رہا ہے) تو ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اکٹھا پڑھ لوں۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی، اس وقت اتر کر دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)	حدثنا ابن مرزوق ثنا عازم بن الفضل ثنا حماد بن زید عن ايوب عن نافع ان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، استصرخ على صفية بنت عبيد، وهو بمكة، فاقبل الى المدينة، ففسار حتى غربت الشمس وبدت النجوم، وكان رجل عيصحبه، يقول: الصلاة الصلاة، وقال له سالم: الصلاة، فقال: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، كان اذا عجل به السير في سفر جمع بين هاتين الصلاتين، واني اريد ان اجمع بينهما، ففسار حتى غاب الشفق، ثم نزل فجمع بينهما ² ۔

ولہذا امام اجل ابو جعفر اس حدیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں:

اس میں تو صرف ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور انہوں نے اگرچہ یہ تو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ کیسے جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)	انما اخبر بذلك من فعل ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، وذكر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الجمع، ولم يذكر كيف جمع ³ ۔

¹ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۰/۱

² شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل یکتف کی طرف اشارہ کر کے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد:

حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک ابن شعیب نے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ ربیعہ، نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہو گئی تو ہم نے کہا "نماز"۔ مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہوئی اور تارے نمایاں ہو گئے، اس وقت آپ اترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے، یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھا پڑھتے تھے۔ (ت)	حدثنا عبد الملك ابن شعیب نا ابن وهب عن الليث قال: قال ربیعة، یعنی کتب الیہ، حدثنی عبد الله بن دینار، قال: غابت الشمس، وانا عند عبد الله بن عمر، فسرنا، فلما رأیناه قد امسى، قلنا: الصلاة، فصار حتی غاب الشفق وتصوبت النجوم، ثم انه نزل فصلى صلاتین جلیعاً، ثم قال: رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد به السیر صلی صلاتی هذه، یقول یجمع بینهما بعد لیل¹۔

روایت ترمذی:

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدہ سے، اس نے عبید اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا، بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)	حدثنا هناد نا عبدة عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنہما، انه استغیث علی بعض اهلہ فجذبہ السیر، وأخر المغرب حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بینهما، ثم اخبرهم: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم كان یفعل ذلك اذا جد به السیر۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح²۔

¹ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۱

² جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱

خبر دی ہمیں اسحق بن ابراہیم نے سفیان سے، اس نے ابو نوح سے، اس نے اسمعیل بن عبد الرحمن سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں نہ کہہ سکا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر مضملاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)	اخبرنا اسحق بن ابرہیم ثنا سفین عن ابن ابی نجیح عن اسمعیل بن عبد الرحمن عن شیخ من قریش قال: صحبت ابن عمر الی الحبی، فلما غربت الشمس، هبت ان اقول له: الصلاة، فسار حتی ذهب بياض الافق وفحمة العشاء، ثم نزل فصلی المغرب ثلاث رکعات، ثم صلی رکعتین علی اثرهما، قال: هكذا ارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل¹۔

بظاہر زیادہ مستحق جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریرات صافیہ و وافیہ بیان کرے کہ یہ ساتوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالیٰ کفایت کریں۔

فاقول: وبالله التوفیق وبه العروج علی اوج التحقيق۔

جواب اول: اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف و واضح گاف باواز بلند تصریحات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروب شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ان روایات صحاح و حسان و جلیلیہ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحب زادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی روایات مرویہ صحیح بخاری و سنن نسائی و صحیح اسمعیلی وغیرہا میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اتر کر مغرب پڑھی پھر ٹہر کر عشاء۔ عبد اللہ و اقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی، طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ ان غروب شفق

¹ سنن النسائی کتاب المواقیت، الوقت الذی یجمع فیہ المسافرین المغرب والعشاء مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۹۱

والی سات روایتوں میں چار انہیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہ میں یوں ہی واضح و جلی تفرقہ رہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہر گز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمانا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اوّل تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، اللہ انصاف! ان صاف الفاظ مفسر نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصہ صفیہ زوجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انہیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انہیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور:

انہ لم یرابن عمر جمع بینہما قط، الاتلک اللیلہ، یعنی لیلة استصرخ علی صفیة ^۱ اہاماماً قال: وروی من حدیث مکحول عن نافع: انہ رأى ابن عمر فعل ذلك مرة او مرتین ^۲ ۔ اہ فاقول: فیہ شک والشک لا یعارض الجزم۔	کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا یا دوبار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

حدیث نسائی و طحاوی میں انہیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انہیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لئے اُترے اس بار دیر لگائی، روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز انہیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے تو جب تک صراحۃً تعدد ثابت نہ ہوتا اُس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لئے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصہ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فسقط ماالتجأ الیہ بعض المتأخرین، من العلماء المخالفین فی المسألة، ظناً منه انہ یدرو بہ التعارض، وماکان	وہ توجیہ ساقط ہو گئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس

1 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

2 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

لیندری بہ۔

توجیہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود ملّا جی کو بھی مانا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصہ صفیہ میں حدیث سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بطریق کثیر بن قاروند امروئی سنن نسائی پر براہ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گھڑ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رد کر دیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ ہفتم افادہ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سن چکے اُس میں قصہ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصہ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصہ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا چہ معنی بالجلملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح و حسان ہیں جن کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابل تاویل ہے جسے چار و ناچار معتمد رکھیں اور کون سا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلاً احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہو سکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ یہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعد شفق پڑھنے پر عمل نہ کر سکے گا، ہاں پورے پاگل میں کلام نہیں مگر ادھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروب شفق اُتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل و صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریح مفسرہ سے موافق و مطابق ہو جانا بہت آسان۔ عربی فارسی اردو سب کا محاورہ عامہ شائع مشہورہ واضح ہے کہ قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہو گئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اوّل وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اُٹھانے میں کہیں گے سورج نکل آیا۔ شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مامور نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہیے گا اب دوپہر ڈھلے لے کر بیٹھے۔ ان کی صد ہا مثالیں ہیں کہ خود ملّا جی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انہیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کر لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَكُنَّ أَحْجَلُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ¹

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لئے رجعت نہ کرو، وقال تعالى:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَامْسِكُوهُنَّ بِسَعْرٍ وَفٍ ¹	جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار، تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمہیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیات قرآنیہ سے ہوئیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلہ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر احادیث سے بھی مثالیں اور علماء قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ فاقول

وبالله التوفيق:

حدیث ۱: جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح اسر بعد فرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور اُن کا اوّل آخر بتانے کے لئے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اوّل وقت پڑھیں اور دوسری دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی:

الوقت مابین هذين الوقتين ²	وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (ت)

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی وابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلى في العصر حين كان ظله مثله فلما كان الغد صلى في الظهر حين كان ظله مثله ³	میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دُسر ادن ہوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یوں ہیں:

صلى البرة الثانية، الظهر، حين كان ظل كل شيء مثله، لوقت العصر بالامس ⁴	دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

¹ القرآن ۲/۶۵

² سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۵۶۱

³ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۵۶۱

⁴ جامع الترمذی باب ما جاء في مواقيت الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱

شافعی کے لفظ یہ ہیں:

ثم صلی المرة الاخری، الظهر، حین کان کل شیء قدر ظله، قدر العصر بالامس ¹ ۔	پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲: نسائی و طحاوی و حاکم و زار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

هذا جبریل، جاء کم یعلمکم دینکم۔ وفیہ، ثم صلی العصر حین رأى الظل مثله، ثم جاء الغد، ثم صلی به الظهر حین کان الظل مثله ² ۔	یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی، جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)

زار کے لفظ یوں ہیں:

جاء فی، فصلی بی العصر حین کان فیئنی مثلی، ثم جاء فی من الغد، فصلی بی الظهر حین کان فیئنی مثلی ³ ۔	جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۳: نیز نسائی و امام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابن حبان و حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصه فصلی العصر، ثم اتاه فی الیوم الثانی حین	جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قدر جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز نہ پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

¹ الاثم للشافعی جماع مواقیات الصلوة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۷

² سنن النسائی آخر وقت الظہر مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱/۵۹

³ کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱/۱۸۷

كان ظل الرجل مثل شخصه فصلی الظهر¹۔ اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)

حدیث ۴: امام اسحق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق حدثنا بشر بن عمرو والنہرانی ثنی مسلمۃ بن بلال ثنا یحییٰ بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری² اور بیہقی کتاب المعرفة میں بطریق ایوب بن عتبۃ ثنا ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروہ بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیہ³ راوی اور یہ لفظ حدیث اسحق ہیں:

قال: جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: قم، فصل! وذلك لدلوك الشمس حین مالت، فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی الظهر اربعاً، ثم اتاه حین كان ظله مثله، فقال: قم، فصل! فقام فصلی العصر اربعاً، ثم اتاه من الغد حین كان ظله مثله، فقال ببله: قم فصل! فقام فصلی الظهر اربعاً ⁴ ۔	کہا: جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! اور یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب اُن کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵: ابن راہویہ مسند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ⁵ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال: جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وصلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز	کہا: جبریل آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز

¹ سنن النسائی آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۰/۱

² مسند ابن اسحاق

³ کتاب المعرفة

⁴ مسند ابن اسحاق

⁵ المصنف لعبد الرزاق باب المواقیف مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۳۴/۱

پڑھائی جب سورج کا زوال ہو گیا تھا، پھر عصر پڑھی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا: پھر دوسرے دن جبریل آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر ہو گیا تھا۔ (ت)	تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، حین زالت الشمس، الظہر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثله، قال: ثم جاء جبریل من الغد، فصلى الظهر بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وصلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالناس، الظهر، حین کان ظلہ مثله ¹ ۔

حدیث ۶: دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبہ عن ابی بکر بن حزن عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابو مسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان جبریل جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حین دلت الشمس، فقال: يا محمد! صل الظهر، فصلى؛ ثم جاء حین کان ظل کل شیء مثله، فقال: يا محمد! صل العصر، فصلى، ثم جاء ه الغد حین کان ظل کل شیء مثله، فقال: صلی الظهر۔ الحدیث ² ۔	جبریل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب سورج ڈھل چکا تھا اور کہا: یا محمد! ظہر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: یا محمد! عصر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے عصر پڑھی۔ پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: ظہر پڑھئے! الحدیث۔ (ت)

والکل مختصر ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی اور بعینہ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت میں جدا جدا بنانا ہے لاجرم امام ابو جعفر وغیرہ نے ظہر امر وزہ میں ان لفظوں کے یہی معنی لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا:

احتمل ان یکون ذلک علی قرب ان یصیر ظل کل	احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

¹ المصنف عبدالرزاق باب المویقیت مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ۱/۲۳۵

² المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابو مسعود انصاری حدیث ۷۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۶۰

کاسایہ اس کے برابر ہونے کے قریب ہو۔ اور یہ لغت کے اعتبار سے جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہاں طحاوی نے آیت ذکر کی (یعنی فاذا بلغن اجلهن) اور مراد کی تشریح کی اور مفید و عمدہ گفتگو کی۔ (ت)	شیعی مثله۔ وهذا جائز في اللغة. قال عزوجل، فذكر الآية، وشرح المراد. وافاد واجاد ¹ ۔

حدیث ۷: سائل نے جو خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اوقات نماز پوچھے اور حضور والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ۔ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے: الوقت بین ہذین (وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے) اس حدیث میں نسائی و طحاوی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

سأل رجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن مواقيت الصلاة. فقال: صل معي. فصلى الظهر حين زاغت الشمس. والعصر حين كان في كل شيعي مثله. قال: ثم صلى الظهر حين كان فيئ الانسان مثله ² ۔	ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ نماز پڑھ! تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور عصر کی اس وقت جب ہر چیز کاسایہ اس کے برابر ہو گیا۔ راوی نے کہا کہ پھر (اگلے دن) ظہر اس وقت پڑھی جب ہر چیز کاسایہ اس کے برابر ہو گیا۔ (ت)

اس حدیث میں بھی عصر دیر روز و ظہر امر و کا وہی حال اور علماء کے وہی مقال۔
 حدیث ۸: سنن ابی داؤد میں بسند صحیح عہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سائل عہ حیث قال: (حدثنا مسدد) ثقة، حافظ، من رجال البخاری۔ (ناعبد اللہ بن داؤد) هو ابن عامر الهمدانی، ثقة، عابد من رجال البخاری والاربعة۔ دون الواسطی

¹ شرح معانی الآثار باب مواقيت الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۰۳/۱

² شرح معانی الآثار باب مواقيت الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۰۲/۱

یوں ہے:

ان سائلًا سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: فلم يرد عليه شيئا، حتى امر بلالا، فأقام الفجر حين انشق الفجر، وفيه فلما كان من الغد، أقام الظهر في وقت العصر الذي كان قبله، وصلى العصر وقد اصفرت الشمس، وأقال: امسى¹۔	ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقات نماز) پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پونہٹھی ہی تھی۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا، یا یوں کہا کہ شام ہو چکی تھی۔ (ت)

اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہوئے:

اوّل اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسیٰ اسی طریق بدر بن عثمان نا ابو بکر بن ابی موسیٰ بن ابیہ سے مسلم و نسائی وابن ابان و طحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے:

ثم اخر الظهر حتى كان قريبا من وقت العصر بالامس² و لفظ النسائي الى قريب۔	پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیر وزہ سے قریب ہو گئی۔

ثابت ہوا کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذی لیس الامن رجال الترمذی (نا بدر بن عثمان) ثقہ، من رجال مسلم۔ (نا ابو بکر بن ابی موسیٰ) ثقہ، من رجال الستة۔ (عن ابی موسیٰ) الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا، بدر بن عثمان) ثقہ ہے، مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ (نا، ابو بکر بن ابی موسیٰ) ثقہ ہے، صحاح ستہ کا راوی ہے (عن ابی موسیٰ) شعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور، پاکستان ۱/۵۷

² شرح معانی الآثار باب مواقیئ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔

ثانی اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہو گیا تھا یا کہا شام ہو گئی، یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹: صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظہر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر ¹ ۔	ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰: امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلی الظہر و فیعی کل شیء مثله ² ۔	اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہو گیا۔

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقت ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱: امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا کہ حدیث امامت جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے:

دعا المؤذن لصلاة العصر فامسى عمر بن عبد العزيز قبل ان يصلیها ³ ۔	مؤذن نے نماز عصر کے لئے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کر دی اور ابھی نماز عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عمر نے شام کر دی اور ہنوز نماز عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں:

محمول علی انه قارب المساء	حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

¹ صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۱/۱

² شرح معانی الآثار باب مواقیط الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱

³ المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابوسعود انصاری حدیث ۷۱۶ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵ ۹/۱۸

لا انا دخل فيه ¹ ۔	نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی۔

خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے: اخر العصر شيئا ² (عصر میں کچھ تاخیر کی) افاده الحافظ في فتح الباری۔
حدیث ۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دے۔"
زاس پر صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال كان رجلا لا ينادي حتى يقال له اصبحت اصبحت ³ ۔	وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا تمہیں صبح ہو گئی صبح گئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہو چکتی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ "جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو۔" لہذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتی:

واللفظ للارشاد المعنى قاربت الصبح على حد قوله تعالى فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ ⁴ یعنی لوگوں کے اس قول کے کہ "صبح ہو گئی صبح ہو گئی" یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آئی قریب آئی، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔
نیز اسی حدیث میں ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

فانه لا يؤذن حتى يطلع الفجر ⁵ ۔	ابن اُمّ مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے: ای حتی یقارب طلوع الفجر ⁶ (یعنی یہاں تک کہ طلوع فجر قریب آئے)۔
باجملہ اس محاورہ کے شیوع تمام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لئے جُدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کر کے نماز پڑھنے کی تحریم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بظن محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل و مختل اور آیات واحادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط و مبہل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

¹ ارشاد الساری شرح البخاری مواقیب الصلوة مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۴۷۷/۴

² صحیح البخاری کتاب بدی الخلق باب ذکر الملائکہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۵۷/۴

³ صحیح البخاری باب اذان الاعلیٰ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶/۱

⁴ ارشاد الساری شرح بخاری باب اذان الاعلیٰ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۱/۲

⁵ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعظم من سحور کم اذان بلال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

کراچی ۲۵۷/۱

⁶ ارشاد الساری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعظم من سحور کم اذان بلال مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۶۳/۳

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص اور انہیں بزور زبان بخاری و مسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود و اہیات بتائے یا الٹا ان محتملات کے معارض بنا کر شاذ و مردود ٹھہرائے یہ کیا مقتضائے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدثی کی شان نزاکت ہے۔ اب تو بحمد اللہ سب جعل کھل گیا، حق و باطل میزانِ نظر میں ٹل گیا، اور واضح ہوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی انہیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس امثالیں ہوئیں و باللہ التوفیق۔

جواب دوم: جانے دو ان میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھو پھر ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید۔ شفقین دو^۱ ہیں: احمر و ابیض۔ ان روایات قبل میں سپید مراد ہے ان روایات بعد میں سُرخ۔ یوں بھی تعارض مندرغ اور سب طرق مجتمع ہو گئے۔ حاصل یہ نکلا کہ شفق احمر ڈوبنے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی۔ یہ بعینہ ہمارا مذہب و مہذب اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر جمع صوری ہے حقیقی توجہ ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہر گز نہ دے سکے۔ یہ جواب بنگاہِ اولین ذہن فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہ، نے یہی افادہ فرمایا۔ رہی روایت ہفتم سار حتی ذہب بیاض الافق و فحمة العشاء^۱ (چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی ختم ہو گئی۔ ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول و باللہ استعین اولاً یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنی کا دان غیب یوں ہی ذہب البیاض بمعنی کا دان یذہب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کنارہ شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں

حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ^۲ (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھلگے سے سفید دھاگا تمہارے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیطِ اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمر عشاء سرشام کا دھند لگا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، زہر الہی میں ہے: فحمة

^۱ سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافر بين المغرب والعشاء مطبوعه كارخانه تجارت كتب نور محمد كراچی ۹۹/۱

^۲ القرآن ۱۸۷/۲

العشاء، ہی اقبال اللیل واول سواده¹ (فحمة العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

ہی شدّة سواد اللیل فی اولہ، حتی اذا سکن فورہ، قلت بظہور النجوم وبسط نورہا۔ ولان العین اذا نظرت الی الظلمة ابتداء لاتکاد تری شیاً ² ۔	وہ رات کا ابتدائی حصّے میں بہت سیاہ ہونا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فحمر عشاء کا ذکر عبث و لغو نہ ہوگا۔
 ثالثاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیان سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی:

حدثنا فهد ثنا الحماني ثنا ابن عيينة عن ابن ابي نجيع عن اسعيل بن ابي ذويب قال: كنت مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، فلما غربت الشمس، هبنا ان نقول: الصلاة، فصار حتى ذهب فحمة العشاء ورأينا بياض الافق، فنزل فصلى ثلاثا المغرب، واثنيتين العشاء، وقال: هكذا رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يفعل ³	حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حماني سے، اس نے ابن عیینہ سے، اس نے ابن ابی النجیح سے، اس نے اسعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم انہیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اتر کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرشام کا دھند لکا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی

¹ زہر الرئی مع سنن الترمذی بین السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱

² جامع الاصول للمصنف

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ امجد سید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

رباعاً: ملاجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثین پر ہر گز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے:

عبداللہ بن ابن نجیح یسار المکی ابویسار الثقفی، مولاہم، ثقہ، رمی بالقدر، ورمی بالدلس ¹ کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے مہتم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)	عبداللہ بن ابی کحیح یسار المکی ابویسار الثقفی، مولاہم، ثقہ، رمی بالقدر، ورمی بالدلس ¹ کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے مہتم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدریب میں ہے:

الصحيح التفصيل، فمراواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع، فمرسل لا يقبل، وما بين فيه، كسمعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبهها، فمقبول يحتاج به ² صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، أخبرنا اور ان جیسے الفاظ، تو وہ مقبول ہے اور قابل استدلال ہے۔ (ت)	الصحيح التفصيل، فمراواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع، فمرسل لا يقبل، وما بين فيه، كسمعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبهها، فمقبول يحتاج به ² صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، أخبرنا اور ان جیسے الفاظ، تو وہ مقبول ہے اور قابل استدلال ہے۔ (ت)

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرما چکے³ روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہاء و جمہور محدثین کے۔ یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش و خروش اور سچے ارسال میں یوں لنگ و خاموش، یہ کیا مقتضائے حیا و دیانت ہے۔

جواب سوم: حدیث مذکور کے اصلاً کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ایض نماز مغرب پڑھی نہ ہر گز ہر گز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد از سفر وقت حقیقۃً قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے

الدارقطنی عن ابن عمر، رفعه، والصحيح وقفه، افاده البيهقي والنووي، انه قال:	الدارقطنی عن ابن عمر، رفعه، والصحيح وقفه، افاده البيهقي والنووي، انه قال:

¹ تقریب التذیب ترجمہ عبداللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۴۴

² تدریب الراوی شرح تقریب النووی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹

ف: معیار الحق ص ۴۰۱

الشفق الحمرۃ۔

افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سُرخِی کو کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے ہو الصحيح رواية والرجح دراية وقضية الدليل فعليه التعويل (یہی روایہ صحیح ہے، اسی کو درایہ ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے اسی پر اعتماد ہے۔ ت) ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و اُمّ المؤمنین صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سید القراء ابی بن کعب و سید الحفاظ ابو ہریرہ و عبد اللہ بن زبیر و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز و اجلائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و المحدثین و الصالحین عبد اللہ بن مبارک و زفر بن الہذیل و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابو سلیمان خطاب و امام مرنی تلمیذ خاص امام شافعی و غیر ہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول کمافی عمدۃ القاری و غنیۃ المستملی و غیرہما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انہوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد شفق احمر شفق ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے وقت قضا کر کے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بحمد اللہ تعالیٰ وافی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و شبہات کی دافع و نافی ہے اگر بہت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجتماعی عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکو گے بلکہ احادیث صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحۃً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذہب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کے نصوص قاطعہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں۔ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی بطریق عُقیل بن خالد عن ابن شہاب عن انس جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک تاخیر فرماتے،

بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

الشیخان و ابوداؤد والنسائی، حدثنا قتیبة،

زاد ابوداؤد وابن موهب المعنى، قالنا المفضل ح والبخارى وحده، حدثنا حسان الواسطى، وهذا لفظه، ثنا المفضل بن فضالة عن عقيل عن ابن شهاب عن انس بن مالك، قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، اذا ارتحل قبل ان تزيغ الشمس، اخر الظهر الى وقت العصر، ثم يجمع بينهما، واذا زاغت الشمس قبل ان يرتحل، صلى الظهر ثم ركب¹۔	بیان کی ہم سے قتیبہ نے ابوداؤد نے اضافہ کیا ہے "اور ابن موهب المعنى نے "دونوں مفضل سے روایت کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہو جاتے تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "پھر اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے" اور اگر زوال ہو جاتا تھا قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "اور اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تھا" تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)

دوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔ صحیح مسلم میں ہے،

حدثني عمرو الناقد نا شباة بن سوار المدائني نا ليث بن سعد عن عقيل، فذكره، وفيه: اخر الظهر حتى يدخل اول وقت العصر، ثم يجمع بينهما²۔	حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شہاب سے، اس نے لیث بن سعد سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے، اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہو جاتا، پھر دونوں کو جمع کر لیتے۔ (ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا انہیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔ صحیح مسلم میں ہے،

حدثني ابو الطاهر وعمر بن السواد قالنا ابن وهب ثني جابر بن اسماعيل عن عقيل، وفيه: يؤخر المغرب حتى يجمع	حدیث بیان کی مجھ سے ابو الطاهر اور عمرو بن سواد نے ابن وہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک

¹ صحیح البخاری باب یؤخر الظہر الى العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰/۱

² صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۱

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے جب شفق غائب ہوتی تھی۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ عمرو ابن سواد ابن اسود ابن عمر، اور ابو داود نے بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود المہری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وہب سے لی ہے۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطہ یونس، ابن وہب سے لیا ہے۔ اس میں ہے "یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی"۔ (ت)	بینہا وبين العشاء حين يغيب الشفق¹۔ ورواہ النسائی، قال: اخبرني عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو، وابو داود مختصراً، قال: حدثنا سليمان بن داود المهری كلاهما عن ابن وهب، به، ورواه الطحاوی حدثنا يونس، قال: انا ابن وهب، وفيه، حتى يغيب الشفق²۔

غیبت شفق کے جوابات شافعیہ تو بحمد اللہ اوپر گزرے ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے اُس پر حتی کے معنی میں لا طائل س نحویت بگھار کر فرماتے ہیں فاپس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منہ تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا منتهی تاخیر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم یجمع بینہما کے کچھ معنی نہیں بنتے کہ بعد ہو چکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا وہ ملخصاً مہذباً۔

ان لن ترانیوں کا جواب تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقت عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا: باب تأخیر الظہر الی العصر³ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی:

باب، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو، عصر کا وقت داخل ہو جائے، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے۔ (ت)	باب تأخیر الظہر الی اول وقت العصر، بحیث انہ اذا فرغ منها یدخل وقت تألیہا، لا انہ یجمع بینہما فی وقت واحد⁴۔

¹ الصحیح المسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۱، سنن ابی داود ۲/۱۷۲، شرح معانی الآثار ۱۱۳

² سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

³ صحیح البخاری باب تأخیر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱

⁴ ارشاد الساری باب تأخیر الظہر الی العصر دار الکتب العربیہ بیروت ۴۹۱/۱

فامعیار الحق ص ۷۷، ۷۸، ۷۹

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں:

المبراد انه عند فراغه منها دخل وقت العصر، كما سيأتي عن أبي الشعثاء ¹ الخ۔	مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آرہا ہے۔ (ت)

اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے بدایۃً دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو اس معنی کو تحریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول: وبالله التوفيق تحقيق مقام یہ ہے کہ یؤخر الظہر میں ظہر سے صلاۃ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابل تاخیر و تعیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر و تعیل مقدورات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جز شے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظر حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران و سقف و غیرہ کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ چٹائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جی شرع مطہر نماز گئے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانہ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقت عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہ ہمارا مقصود ہے اگر معنی وہ لیے جائیں جو ملاجی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوئی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت شرعیہ معنی حدیث وہی ہیں جنہیں ملاجی تحریر یہ نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملاجی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بحمد اللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہو گیا کہ ملاجی کا منتہائے تاخیر و منتہائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا ملاجی نے اتنا بچ کہا کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہونا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ وقت عصر آجاتا نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے انہیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل و وہایت تو باہم اقصیٰ طرفیں نقیض پر ہیں واللہ الحمد۔

ثم اقول: وبحول الله اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طاقت سے جرح کرتا ہوں) ظہر کی وقت عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں نص نہ تھی ظہرین و عشائین میں

¹ فتح الباری شرح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷۲

آخر وقت اول واول وقت آخر آن واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے اور صلاة بمعنی ابتداء صلاة اور فراغ عن الصلوة دونوں مستعمل تو بحکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فراغ پر اُس کا وقت ختم ہو جائے اُسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزاء خیر میں تمام ہوئی یونہی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزء اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاة تھا اور فراغ عن الصلاة آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورہ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاة عصر دیروزہ کو ابتداء نماز اور صلاة ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابو زکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتہم الظہر فأنہ وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا ہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

امام شافعی اور اکثر علمائے اسی حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا تو اس وقت ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے اور دوسرے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)	احتج الشافعی والا کثرون بظاہر الحدیث الذی نحن فیہ، واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام، بأن معناه فرغ من الظہر حین صار ظل کل شیئی مثله، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شیئی مثله فلا اشتراک بینہما¹

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے	فی روایۃ، حین کان ظل کل شیئی مثله، کو وقت العصر بالامس۔ اسی فرغ من الظہر، کہا شرع فی العصر فی الیوم الاول حینئذ قال الشافعی: وبہ نندفع اشتراکہما فی

¹ شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۲/۱

وقت واحد¹۔

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے اشتراک کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)۔

ثم اقول: ہاں میں علما سے کیوں نقل کروں خود ملاجی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اِقْرَأْ كِتَابَكَ² كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا³
² عہ۔ (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت مسئلہ وقتِ ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیش نظر تھا پاؤں تلے کی سو جھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انہیں معنی کا اقرار کر گئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کر کے فرماتے ہیں⁴: معنی اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنی نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اُسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اھ لخصاً۔ کیوں ملاجی! جب صلاۃ یعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر الظہر کے معنی آخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہو گیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لئے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کرلو۔ مزہ یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امر وزہ عصر دیر وزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوش طالعی اسے بھی لکھ⁵ دیا کہ معنی اس کے بھی وہی ہیں جو حدیث نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر۔

ملاجی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنی لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہو ان کے بدرجہ اولیٰ بنیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے

عہ اقتباس ومناسب المقام ههنا الشهادة لا | قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت
 الحساب ۱۲ منہ (م) | ہے نہ کہ حساب (اس لئے حسیب کی جگہ شہید لایا گیا ہے) (ت)

¹ مرقات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیث مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۲/۲

² القرآن ۱۷/۱۳

فامعیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶، ف ۲ معیار الحق ص ۳۲۱

قل موتوا بغيظكم سُنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمہاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لئے بس ہے واللہ الحمد یہ کلام تو ملاجی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اُسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول: دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی اکیس مثالیں آیات واحادیث سے گزریں خصوصاً حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیحہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی

الی هذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ	اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انہوں نے کہا
تعالیٰ، حیث قال: قد یحتمل ان یکون قوله: الی	ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر کا قریب ہونا
اول وقت العصر، الی قرب اول وقت العصر ¹ ۔	ہے۔ (ت)

جواب ثانی، اقول: وقت ظہر دو مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہر گز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت تصحیح عمل امثال دائرہ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہر گز نہیں بتا سکتا۔

اولادائرے کی صحت سطح کا اسطوا سطح دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطح دائرہ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہو نامدخل و مخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزیہ پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلیں کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متبیسر نہیں۔

ہاں بفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدّل و منطقہ اپنی سیر خاص سے لمحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل و المخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز تیر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آن واحد میں ہو اور وہ نہایت نادر ہے۔

حالاً اس نادر کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول دائرہ جانے

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ المجمع سیدی کمپنی کراچی ۱۱۳۱

کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کو کب کی تقویم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا، جداول جیوب و ظلال و میول و اوساط و تعاویل مراکز و مواضع اوجات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل مابین المرکزین و عروض و اطوال بلاد درج و اجزائے استوائیہ و طول و مطالع بلدیہ و غیر ہا امور کہ اس اور اک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمین ہیں اور اس پر اثبات زیجات برفع و اسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین، پاکی ہے اسے جس نے بہر نفیر و قطعیر میں عجز و جہل بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمال علم و قدرت کو جلوہ دیا،

تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تُو ہی علیم حکیم ہے۔ (ت)	سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ①

ولہذا الملتقى وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامہ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کبھی حالت شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقت اول کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وہ ہے جو رب العزۃ جل و علا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بحکم نبائی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔ ت) عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر نماز ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائے اور سلام پھیرتے ہی معاً وقت عصر کی ابتدائے حقیقی جو خاص علم الہی میں تھی شروع ہو جائے اور دیگر ناظرین کو وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہ اشتباہ اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاً محل تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کسر شان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافی صحابیت نہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ المولی القدر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کر سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروج وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ حذاق صحابہ کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوئے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مثلاً:

حدیث ۱: حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و حجج امام ابن ابان و مصنف طحاوی میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اُس میں ظہر روز اول کی نسبت مسلم و نسائی کی روایت یوں ہے:

اقام بالظہر حین زالت الشمس، والقائل یقول: قد انتصف النهار، وهو کان	سورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کہی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

اعلم منہم ¹ ۔	تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔
ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں:	
حتی قال القائل: انتصف النهار، وهو اعلم ² ۔	یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور کو حقیقت امر کی کُوب خبر تھی۔
احمد و عیسیٰ و طحاوی کے لفظ یوں ہیں:	
والقائل یقول: انتصف النهار اولم، وكان اعلم منہم ³ ۔	کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔
حدیث ۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و کتاب طحاوی میں پابری حدیث سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ درباری انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المحیب مذکور ہوگی یہ ہے:	
صلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا ⁴ ۔	صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)
ابوداؤد کے لفظ یوں ہیں:	
صلی صلاة الصبح من الغد قبل وقتہا ⁵ ۔	دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)
طحاوی کی روایت یوں ہے:	
صلی الفجر یومئذ لغير میقاتہا ⁶ ۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی۔
امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:	
قوله قبل میقاتہا، بان قدم علی وقت ظہور	یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

¹ الصحیح لمسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۳

² سنن ابی داؤد باب المواقیت مطبوعہ مکتبائی لاہور، پاکستان ۱/۵۷

³ شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

⁴ صحیح البخاری باب متى یصلی الفجر مجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

⁵ سنن ابی داؤد باب الصلوۃ مجمع مطبوعہ مکتبائی لاہور ۱/۲۶۷

⁶ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم ہو گیا۔	طلوع الصبح للعامة، وقد ظهر له صلى الله تعالى عليه وسلم طلوعه، إِمَّا بِالْوَحْيِ أَوْ بِغَيْرِهِ ¹ ۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمن بن زید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ہے:

یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نماز فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہو گئی ہے کوئی کہتا ابھی نہیں۔	ثم صلى الفجر حين طلع الفجر، قائل يقول: طلع الفجر، وقائل يقول: لم يطلع الفجر، واوله، قال: خرجنا مع عبد الله الى مكة، ثم قدمنا جميعاً الحديث ² ۔

حدیث ۴ امام ابو جعفر طحاوی انہیں عبدالرحمن نخعی سے راوی:

یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز مغرب پڑھائی اُن کے اصحاب اُٹھ کر سورج دیکھنے لگے، فرمایا: کیا دیکھتے ہو؟ عرض کی: یہ دیکھتے ہیں کہ سورج ڈوبا یا نہیں! فرمایا: قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر بھی اُن کے اصحاب کو شبہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فانی صلی حقیقۃً فی الفعل دون الارادة والغاء للتعقيب (کیونکہ صلی کا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور فاء تعقیب کے لئے ہے۔ ت)	قال صلى الله باصحابه صلاة المغرب، فقام اصحابه يتراءون الشمس، فقال: ما تنظرون؟ قالوا: ننظر اغابت الشمس! فقال عبد الله: هذا، والله الذي لا اله الا هو، وقت هذه الصلاة الحديث ³ ۔

حدیث ۵: بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ	قال: تسحرنا مع رسول الله صلى الله

¹ عمدة القاری شرح بخاری باب صلاة الفجر بالزلفة مطبوعه اداره الطباعة المنيرية بيروت ۲۰/۱۰

² صحیح البخاری باب متى يصلي الفجر مجمع مطبوعه قديمي كتب خانہ کراچی ۲۲۸/۱

³ شرح معانی الآثار باب مواقيت الصلوة مطبوعه ابي سعيد كميني كراچی ۱۰۷/۱

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الى الصلاة، قلت: كم كان قدر ما بينهما؟ قال: خمسين آية ¹ ۔	سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے پوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں پڑھنے کا۔

حدیث ۶: بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وزید بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورهما قام نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى الصلاة فصلى، قلت لانس: كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما في الصلاة؟ قال: قدر ما يقرء الرجل خمسين آية ² ۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا، کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طور پستی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

هذا تقدير لايجوز لعموم المؤمنين الاخذ به، وانما اخذه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لاطلاع الله تعالى اياه، وكان صلى الله تعالى عليه وسلم معصوما عن الخطأ في الدين ³ ۔	یہ اندازہ ہے کہ عام اُمت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اس لئے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

حدیث ۷: نسائی و طحاوی زر بن حبیش سے راوی:

قال: قلنا لحذيفة، اى ساعة تسحرت مع	ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

¹ صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱/۱

² صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱

³ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجيل الصلوات مطبوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۳/۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: هو النهار، الا ان الشمس لم تطلع ¹ ۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چکا تھا۔

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے:

قلت: بعد الصبح؟ قال: بعد الصبح، غير ان الشمس لم تطلع ² ۔	میں نے کہا بعد صبح کے، کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور واقعی جو شخص سحری کا بچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سو اس کے کیا گمان کر سکتا ہے۔

حدیث ۸: ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب وضع کیا: باب المسافر وهو يشك في الوقت³۔ اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کر رہے ہیں روایت کی:

قال: كنا اذا كنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر، فقلنا: زالت الشمس اولم تزل، صلى الظهر ثم ارتحل ⁴ ۔	جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلایا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت نماز ظہر پڑھ کر کوچ فرمادیتے۔

حدیث ۹: ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا نزل منزلا لم يرتحل حتى يصلي الظهر، فقال له رجل: وان كان نصف النهار؟ قال: وان كان نصف النهار ⁵ ۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے۔ کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو، فرمایا: اگرچہ دوپہر کو۔

¹ سنن النسائي الحديث على السحر ذكر الاختلاف الخ مطبوعه نور محمد كتب خانہ کراچی ۳۰۳/۱

² شرح معانی الآثار کتاب الصیام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۷۸/۱

³ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۷۰/۱

⁴ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۷۰/۱

⁵ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۷۰/۱

نسائی کے لفظ یوں ہیں:

فَقَالَ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ قَالَ وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ ¹	یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی۔

لطیفہ: ۱: اقول ملاجی کو تو یہ منظور ہے کہ جہاں جے سے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہو جاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انہوں نے پھر اذان کا قصد کیا، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انہوں نے پھر ارادہ کیا، فرمایا ٹھنڈا کر، حتیٰ ساوی اظلل التلول (یہاں تک کہ لے لوں گا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شدة الحر من فيج جهنم² (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے) تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے لے لوں گا سایہ اصلاً نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

التلول منبطحۃ غیر منتصبۃ، ولا یصیر لہا فیئ فی العادۃ، الا بعد زوال الشمس بکثیر ³	ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ بلند عادیۃً ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد

امام ابن اثیر جزری شافعی نہایت فرماتے ہیں:

ہی منبطحۃ لا یظہر لہا ظل، الا اذا ذهب اکثر وقت الظهر ⁴	ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لئے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ و عقل و قواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

¹ سنن النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ سلفیہ لاہور ۵۸/۱

² صحیح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر دار المعرفۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱

³ شرح الصحیح المسلم مع مسلم باب استحباب الابراء بالظہر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۴/۱

⁴ فتح الباری شرح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر بیروت ۱۷/۲

نوٹ: یہ حوالہ سعی بسیار کے باوجود نہایت سے نہیں مل سکا اس لئے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازت اذان عطا ہوئی، تو بلاشبہ دوسرے مثل میں وقت ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے یہ دلیل ساطع بحمد اللہ لاجواب تھی یہاں ملاجی حالت اضطراب میں فرما گئے کہ مساوی کہنار اوای یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بلند طور کہ گزر رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گزر رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی تخمیناً مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یونہی تو معلوم ہوگا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غائبانہ ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایہ اصلی کی مقدار ناپیں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچایا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی تخمیناً فرما دیا انہوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہوں گی، یونہی تخمیناً فرما دیا ہوگا کہ عصر اول وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا حیا داری و مکابرہ ہے کہ جا بجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے۔

لطیفہ ۲: قول: خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کر دینا صراحۃً سوء ادب ہے، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایہ تلویں کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کمالاً یخفی علی العارف بقواعد الفن (جیسا کہ قواعد فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ت) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانئے تو خیر کم از نصف ہی جائے پھر بہر حال اس سے اتنی دیر اور بحر ایچھے جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرما دینا کہ سایہ برابر ہو گیا تھا کس قدر بعید و ناقابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ یا تو تخمین میں اتنی غلطی نامسموع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ لیجائیں

ف معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الح مکتبہ ندیریہ لاہور ص ۳۵۳

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کہ سیر میں پسیری کا دھوکا۔ بھلا اللہ تعالیٰ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳: اقول وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے^۱ کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کر کے و ہذا لا یخفی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ت) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہو گا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہو گی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔

ملاجی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا اکھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی ان کے لئے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جیسی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے۔

لطیفہ ۴: اقول: اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے^۲ کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ دس ۱۰ اگر ہوں یہ جو برابر اسے سبحن اللہ اسے کیوں تحریف نصوص کہے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بے چارے خفیہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہو گئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغا ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم، جب رواں کچھ کچھ چمکتے ہی بانس برابر ہو گیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ع

مرغک از بے ضہ بروں آید و دانہ طلبد

(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵: اقول: یہ بکف چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی خفیہ و شافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے حجت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں سایہ ظاہر ہو گیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

یحتمل ان یراد بھذہ المساواة ظہور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاہراً^۱۔

^۱ فتح الباری شرح البخاری باب الاراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۷/۲

۱ معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴، ۲ معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴

جس میں ٹیلوں کے لئے سایہ اصلی ہونے کے صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعویٰ کر چکے تھے کہ ان کا سایہ اصلی آدمی کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویکتمل ان یراد ان لمّا جی! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶: اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دو پہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلانہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ مساوی ہونے کے ہر گز یہ معنی نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دو پہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابر صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنی کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں، یہ آپ کی نری من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تفریع کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷: اقول لمّا جی! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر پیدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادہ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دل چڑھے ظہر کا وقت ہو جانا ہوگا، لمّا جی! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸: اقول جب کچھ نہ بنی تو ہمارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں ف فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت عہ^۱ سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت عہ^۲ نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ لمّا جی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تقویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جوش جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔

لمّا جی! اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی

حدیث ابوزر

عہ ۱ و عہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و بارک وسلم ۱۲

ف معیار الحق ص ۳۵۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے:

(قال: كذا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في سفر) قیده هنا بالسفر، واطلقه في السابقة مشيراً بذلك الى ان تلك الرواية المطلقة محمولة على هذه المقيدة، لان المراد من الابراد التسهيل ودفع المشقة، فلاتفاوت بين السفر والحضر¹۔	(کہا: ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں) یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لئے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

(فقال له: ابرد، حتى رأينا فيبي التلول) وغاية الابراد حتى يصير الظل ذراعاً بعد ظل الزوال، اربع قامة او ثلثها او نصفها، وقيل غير ذلك۔ ويختلف باختلاف الاوقات: لكن يشترط ان لايمتد الى آخر الوقت²۔	(اس کو کہا ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہو جائے زوال کے سائے کے بغیر، یا قد کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہو جائے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آکر ہو جائے۔ (ت)

ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سُنئے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھئے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرمائے گئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے کہا فتح الباری میں اختلاف العلماء في غاية الابراد؛ لكن يشترط ان لايمتد الى آخر الوقت ملخصاً (ابراد کی انتہاء میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے۔ ت) جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراد ہے تو حکم ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

¹ ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالنظر في السفر مطبوعه دار الكتب العربيه بيروت ۳۸۸/۱

² ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالنظر في السفر مطبوعه دار الكتب العربيه بيروت ۳۸۸/۱

ف معيار الحق مسئلہ سوم وقت مستحب ظہر ص ۳۱۱، ۳۱۲

عذر بارد ہے، ملاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لئے صراحۃً نص شرع کی تحریف حدیث صحیحہ کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفنن طبع کے لئے ہیں ورنہ مذاہب متقرر ہو چکے۔ علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں:

قد اجاب الحافظ ابن حجر، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعین، وهي عشرة، بما يطول ذكره، مع انه لا كبير فائدة فيه، اذ المذاهب تقررت، انما هو تشحيذ اذهان¹۔	ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس ۱۰ ادلیوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے چھلکے اُتر رہے ہیں۔ ع

شرم بادت از خدا و از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹: اقول ملاجی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض مہمل پوچ تقریروں سے جیسے بنے حدیث کو رد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کیلئے ارشاد ہوتا ہے فانشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمیعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گئے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سلفہ ہو گئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بحیلہ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصد واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر در بارہ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔

لطیفہ ۱۰: اقول جمع تقدیم کی نامند مل جراحت بھرنے کو حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ کن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے خیر بھم اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو لیا کہ جمع بین الادلہ کے لئے ایسی رکیک و پوچ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع و لطیف معانی و محاسن کہ ہم نے جمع بین الادلہ

¹ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر تجر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۳۵۰ھ

احادیث ابن عمرو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چون و چرا کی گلی آپ نے خود بند کر لی، واللہ الحمد، ع:

عدد شود سبب خیر گر خدا خواهد

طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچریات نفع دیں گے ہمیں یہ واضح بات بدرجہ اولیٰ نافع اور آپ کے تمام ہوا حس و وساوس کے قاطع ہوں گے۔

فائدہ عائدہ: سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے کلام فرے قین میں اُس سے استناداً جو اصلاً تعرض نہ دیکھا، ملا جی بہت دُور دُور کے چکر لگائے، جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سنن کچھ دُور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھومائے مگر اُس سے دہنے بائیں کترائے اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر

شاید اب کسی نے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کر دینا مناسب،

فقی سنن ابی داود، حدثنا احمد بن صالح نایحیی بن محمد الجاری ^۱ ، وفي سنن النسائي، اخبرنا المومل بن اهاب، قال: حدثني يحيى بن محمد بن الجاری ^۲ ، وفي مصنف الطحاوی، حدثنا علی بن عبد الرحمن ثنا نعيم بن حماد ^۳ قال: عه نا عبد العزيز بن محمد (زاد نعيم) الدر اور دی، عن مالك عن ابن الزبير عن جابر، ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	سنن ابی داؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن صالح نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں یحییٰ ابن محمد جاری نے۔ اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہمیں مومل ابن الوہاب نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحییٰ ابن محمد جاری نے۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبد الرحمن نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے نعيم ابن حماد نے۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبد العزيز ابن محمد نے (نعيم نے "در اور دی" کا اضافہ کیا ہے) مالک بن ابی الزبیر سے، اس نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عہ ای یحیی عند الاولین ونعيم عند الطحاوی ۱۲
منہ (م)
یعنی یحییٰ سے پہلے دو^۲ (ابو داؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعيم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

^۱ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

^۲ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

^۳ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ انجیم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہو گیا چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سرف میں (نعیم نے اضافہ کیا) یعنی نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظ یوں ہیں سورج غائب ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں کو سرف میں جمع کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن عون نے ہشام ابن سعد سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس ۱۰ میل کا فاصلہ ہے یعنی مکہ اور سرف کے درمیان۔ (ت)	غربت له الشمس بمكة. فجمع بينهما بسرف¹ (زاد نعیم) یعنی الصلاة۔ ولفظ المؤمل: غابت الشمس ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمكة. فجمع بين الصلاتين بسرف²۔ قال ابوداود: حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل ناجعفر بن عون عن هشام بن سعد، قال: بينهما عشرة اميال. یعنی بین مکہ و سرف³۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبائیں مغرب و عشاء موضع سرف میں جمع فرمائیں ابوداؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملائی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق، لہ اوہام، ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس ۱۰ میل کا فاصلہ ہے۔

اقول وبالله التوفیق اصول حدیث و نیز اصول محدث ملائی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصول حدیث پر اس کی سند ضعیف اور اصول ملائی پر ضعف در ضعف کیا جانے کتنے ضعفوں کی طومار اور نری مردود متروک ہے۔

اولاد و طریق پیشین میں یحییٰ بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا: صدوق و یخطیئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔) امام بخاری نے فرمایا: یتکلمون فیہ (ائمہ محدثین اس پر طعن کرتے ہیں۔) میزان میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمہ ضعفان کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اہاب ہے تقریب میں کہا: صدوق لہ اوہام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔) طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض وان تھا مگر حدیثی حالت میں یحییٰ سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطیئ کثیرا (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے۔) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا: حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابو حنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ و میزان الاعتدال دونوں میں اس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱

² سنن النسائی الوقت الذی یجمع المقیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹/۱

³ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ مکتبائی لاہور ۱۱/۱

منکر الحدیث ہے قابل احتجاج نہیں صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت، امام جلال الدین سیوطی ذیل الالی میں اُس کی حدیث اذا اراد الله ان ينزل الى السماء الدنيا نزل عن عرشه بذاته (جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہ عرش سے اُتر آتا ہے۔ ت) ذکر کر کے فرماتے ہیں: اتعبدنا نعیم بن حماد، من كثرة ما ياتي بهذه الطامات، وكم ندرء عنه وعن الطرطوسي الراوي عنه؟ فلا دري، البلاء في الحديث منه، او من شيخه نعیم¹! اھ ملخصاً یعنی نعیم بن حماد اس کی کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں تک اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے۔

نیا پھر ان سب طرق میں عبدالعزیز بن محمد دروردی ہے تقریب میں کہا۔ صدوق، کان يحدث من كتب غيره في خطي² (سچا ہے، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لئے خطا کرتا ہے۔ ت) توہر طریق میں دو ۲ راوی صدوق بخطی (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوہام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) اور ملّا جی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود و متروک و واہیات ہیں۔ ثالثاً مدار حدیث ابوالزبیر عن جابر پر ہے ابوالزبیر کی نسبت خود ملّا جی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال في التقريب صدوق الا انه يدلس³ (تقریب میں کہا کہ سچا ہے مگر مدلس ہے۔ ت)

اور یہاں اُن عہ سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول۔

عہ قید بهذا، لان الراوى عنه اذا كان الليث، زال ما يخشى من تدليس، كما افاده في فتح المغيث وغيره، فليحفظ فانها فائدة نفيسة۔ وقد بين السبب في ذلك في الميزان فراجعہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والا لیث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی نہیں رہتا، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتابوں میں افادہ کیا گیا ہے۔ اس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک نفیس فائدہ ہے۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو۔ (ت)

¹ ذیل الالی کتاب التوحید مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۳۰۲

² تقریب التذیب ترجمہ عبدالعزیز بن محمد مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۱۶

³ تقریب التذیب محمد بن مسلم مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۳۱۸

ارباعیوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقيت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والا حدیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً لما جی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رانی متروک ہے زمینوں کا پانچا میلوں کا گننا ان حملہ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یوں ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا ولہذا اشار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذوالحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسمعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابونصر عبدالسید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشادات مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار^۱ میل۔ امام حجة الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ^۲ میل ہے۔ اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال اسنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہد اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعدہ من المدينة ميل، كما عند الرافعي، لكن في البسيط انها على ستة اميال، وصححه في المجموع، وهو الذي قاله في القاموس، وقيل: سبعة، وفي المهمات: الصواب، المعروف بالمشاهدة انها على ثلاثة اميال، وتزيد قليلا^۱۔ اُسی میں ہے: وقول من قال، كابن الصباغ في الشامل، والرويان في البحر، انه على ميل من المدينة وهم، يردده الحسن^۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدينة على اربعة اميال ومن مكة على مائتي ميل، غير ميلين وقيل: بينهما وبين المدينة ميل او ميلان^۳ دیکھئے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہل مدینہ کے لئے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہا سکتی ایک دو تین^۴ چار^۵ چھ^۶ سات^۷ میل تک اقوال مختلف، پھر نصیحوں میں بھی دونوں کا تفاوت، ایک فرمائے چھ^۸ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیخین ہے: عن يحيى بن سعيد انه قال لسالم بن عبد الله ما اشد ما رأيت اباك اخر المغرب في السفر فقال سالم

^۱ ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۹۸/۳

^۲ ارشاد الساری شرح البخاری باب مل اہل مکہ الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۹۹/۳

^۳ عمدۃ القاری شرح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ یا توکرجالا الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۳۰/۹

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب المغرب بالعقیق^۱ (یعنی یحییٰ بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواۃ مؤطا تلامذہ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا۔ یحییٰ کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبد اللہ بن وہب نے کہا چھ^۱ میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبد الرحمن بن قاسم نے کہا دس^۲ میل، علامہ زر قانی نے جزم کیا کہ بارہ^۳ میل شرح مؤطا میں فرمایا: بینہما اثنا عشر میلًا، وقال ابن وضاح: سبعة امیال، وقال ابن وہب: ستة، وقال القعنبي: ذات الجیش علی بریدین من المدینة، وقال البونی فی روایة یحییٰ: و بینہما میلان او اکثر قليلا، وفي رواية ابن القاسم: عشرة امیال^۴۔ ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو^۵ میل کہاں بارہ^۶ میل۔

خامسایہ واقعہ عین ہے اور واقع عین مسافر کو نہ احتمالات سرعت سیر کے لئے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سفر منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

اصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف۔	سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ^۷ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکتھتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جانا کیا جائے عجب ہے خصوصاً او آخر جو زواوا اکل سرطان میں کہ ان دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب عہ کم و بیش ڈے ڈھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھئے کہ عمدہ گھوڑے تیز نائقے ڈے ڈھ چھوڑ ایک ہی

عہ اقول: لتکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ الح الرتماء (بقیہ صفحہ آئندہ)

^۱ مؤطا امام مالک قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۹

^۲ شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱/۲۹

گھنٹے میں دس^۱ امیل بلکہ زائد قطع کر لیں گے حدیث مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زر قانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر یہیں پیش نظر اوپر ثابت ہو چکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریح فرما چکے کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابوالولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا: اراد ان يعرف اخر وقتها المختار^۱ یحییٰ بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ تنقی میں کہا: وحمل ذلك على المعروف من سير من جد^۲ خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلا جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد لله العلی المجید۔

الحمد لله كلام اپنے ذر وہ اقصے کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہو سکی واللہ الحجة السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی و متین و کافی و مبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ امام الانعم مالک الازمہ کاشف الغمر سراج الامہ سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حصہ خاصہ فقیر مہین ہو والحمد لله رب العلمین۔

فصل چہارم^۲ نصوص نفی جمع و بدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو^۲ قسم ہیں اول عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا اُن کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے شرع مطہر نے جد اوقت مقرر فرمایا ہے کہ اُس سے پہلے ہو سکے نہ اُسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہے۔ دوم خاصہ جن میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

عرض المكة المكرمة سح ك غاية الانحطاط بالتفريق مدفع جيبه ك الدظل عرض مكة الح ماح لح * ظل الميل الواله اله لا منحط = ي حه ك الح جيب تعديل النهار قوسه ط حه نه الح صه حه = ف حه ع لر نصف قوس الليل سهمه مط حه لط لر * جيب انحطاط الوقت ح حه الح = ع ك مه الدح سو ÷ ك الد = كا حه مدمح مط لطالر = الرحه ند مط سهم فضل الدائر قوسه نر حه م ف حه ع لر = حه الدك دائر * ع قه = ات الط لر هذا تقریب ووجوه التدقیق تعلم ان شاء الله تعالى من کتابنا زیج الاوقات للصوم والصلوة وفقنا الله تعالى لا کماله ونفعنا والمسلمین بأعماله آمین ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

^۱ بحوالہ الممتقی شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱/۲۷۷

^۲ بحوالہ الممتقی شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱/۲۷۷

بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ

(الایات) رب العزّة تبارک وتعالیٰ نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت ا قال بنا عز من قائل: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا^۱ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔ کہ نہ وقت سے پہلے عہ صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقت ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کیلئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ: کِتَابًا مَوْقُوتًا^۲، یقتضی کون الوقت لكل صلوٰۃ وقتاً علیحدہ تو مقتضاً آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی^۲۔ ع

مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری

عہ: هذا، لاخلاف فيه بين العلماء، الاشعري روى عن ابي موسى الاشعري وعن بعض التابعين اجمع العلماء على خلافه، ولا وجه لذكره ههنا لانه لا يصح عنهم، وصح عن ابي موسى خلافه مباوفاق الجماعة، فصار اتفاقاً صحيحاً اه عمدة القاري^{۱۲} منہ (م)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ ابو موسیٰ سے بصحت منقول نہیں نہیں ہے بلکہ ابو موسیٰ سے، اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدة القاری ۱۲ منہ (ت)

^۱ القرآن ۱۰۳/۴

^۲ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

آیت ۲ قال مولنا جل و علا:

حافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔	حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُ اللَّهِ تَتِيبْنَ ۝۳۱

حافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔ بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظوا على الصلوات، بالاداء لوقتها والمداومة عليها ^۲ ۔	نمازوں کی محافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے:

حافظوا على الصلوات، داوموا عليها لمواقيتها ^۳ ۔	نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السليم میں ہے:

حافظوا على الصلوات ای داوموا على ادائها لاوقاتها من غير اخلال بشي منهن ^۴ ۔	نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلى الاعلى تبارك وتعالى:

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝۱	اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے:

يحافظون، ای یدامون على حفظها ويراعون	حافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

^۱ القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

^۲ انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت آیت حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۱

^۳ تفسیر النسخ المعروف تفسیر مدارک، تحت آیت حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲۱/۱

^۴ ارشاد العقل السليم تحت آیت حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ احیاء التراث العربی ۲۳۵/۱

^۵ القرآن ۹/۲۳ و ۱۰/۲۳ و ۱۱/۲۳

اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)	اوقاتہا، کر ذکر الصلاة ليتبين المحافظة عليها واجبة ¹ ۔

آیت ۴ قال المولى الاجل عز وجل:

اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کئے جائیں گے۔	وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ^۲ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ^۳ ۔

جلالین شریف امام جلال الملة والدین شافعی میں ہے: يحافظون، بادائها في اوقاتها^۳ (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت) نسفی شریف میں ہے:

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)	المحافظة عليها ان لاتضيع عن مواقيتها ⁴ ۔

آیت ۵ قال المولى تقدس وتعالى:

اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔	وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ⁵

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر عہ میں ہے:

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)	المراد بالمحافظة التعهد لشروطها من وقت وطهارة وغيرها والقيام على اركانها واتمامها حتى يكون ذلك دابة في كل وقت ⁶ ۔

عہ: ذكره تحت اية المؤمنين ۱۲ منه (م) یہ انہوں نے سورۃ مومنون ۲۳ کی آیہ ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیہ مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳/۵

² القرآن ۳۵/۷۰، ۳۴/۷۰

³ تفسیر جلالین آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتہبی دہلی ۴۷۲/۲

⁴ تفسیر النسفی آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت ۲۹۲/۳

⁵ القرآن ۹۲/۶

⁶ التفسیر الکبیر والذین ہم علی صلواتہم يحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعة البسیة المصرية مصر ۸۱/۲۳

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے خفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب العلی عز و علا :

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ ¹	پھر آئے ان کے بعد وہ برے پسماندہ جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اخروها عن مواقيتها وصلوها لغير وقتها²۔ (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیہ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر في عمدة القاری باب تضییع الصلوات عن وقتها والامام البغوی فی المعالم۔ افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: هو ان لا یصلی الظهر حتی اتی العصر³ (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ معی السنة۔ تفسیر انوار التنزیل میں ہے: اضاعوا الصلوة ترکوها او اخروها عن وقتها⁴۔

آیت ۷ قال سبخنہ امام اعظم شانہ:

قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ⁵	خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے: ساهون غافلون يؤخرونها عن وقتها⁶۔ تفسیر مفتاح الغیب میں ہے: ساهون یفید امرین اخراجها عن الوقت وكون الانسان غافلا فیها⁷ اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر خود

¹ القرآن ۵۹/۱۹

² عمدة القاری شرح البخاری باب تضییع الصلوة حدیث ۸ مطبوعۃ المطابع المسیریہ بیروت ۱۷/۵

³ تفسیر البغوی المعروف بالملم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ مطبوعۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲۵۲/۴

⁴ انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ مذکورہ مطبوعۃ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

⁵ القرآن ۷۱/۱۰

⁶ تفسیر جلالین تحت آیۃ مذکورہ مطبوعۃ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

⁷ مفتاح الغیب تفسیر کبیر، میدان جامع ازہر۔ مصر ۱۱۵/۳۲

حدیث میں وارد ہوئی کہ اسبیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الاحادیث) اقول وبالله التوفیق لما جی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ ۱۴ صحابیوں سے مروی ہیں جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات اُن کیلئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہو گیا کہ اصلاً انہیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس بحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس^{۴۰} سے زائد ہیں کہ تیس^{۴۱} صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں، (۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد ابن وقاص (۴) عبد اللہ بن مسعود (۵) عبد اللہ بن عباس (۶) عبد اللہ بن عمر (۷) عبد اللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبد اللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابو قتادہ انصاری (۱۱) ابوذر داؤد (۱۲) ابو سعید خدری (۱۳) ابو مسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمرو مدنی (۱۵) ابو موسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ سلمیٰ (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابو ہریرہ (۲۳) ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہا وعلیہا وسلم۔ ان میں سات ۷ حدیثیں اور مولیٰ المسلمین و محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس^{۴۲} صحابہ سے چھتیس^{۴۳} حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سُنے، مَلا جی کی طرح اگر محملات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق و صحیح حاصل تو معاذ (۲۴) بن جبل واسامہ (۲۵) بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس^{۴۴} اور احادیث مجملہ شامل کر کے شمار احادیث پچاس^{۴۵} سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں:

نوع اول: احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ۱: امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کا تب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول: من حافظ على الصلوات الخمس ركوعهن وسجودهن ومواقيتهن، وعلم انهن حق من عند الله، دخل الجنة، اوقال: وجبت له الجنة، اوقال: حرم على النار^۱۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل و علا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہو جائے) حدیث ۲: ابو داؤد و ترمذی اور طبرانی معجم میں بسند جید ابوذر داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من جاء بهن مع ايمان دخل الجنة، من حافظ على الصلوات الخمس،	پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لائے گا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی ان کے وضو ان کے

علی وضوئھن ورکو عھن وسجودھن ومواقیتھن ۱۔ عہ الحدیث۔	رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ وج وزکوۃ وغسل جنابت بجالائے)

حدیث ۳: امام مالک والبوداؤد ونسائی وابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس صلوات افترضھن اللہ تعالیٰ من احسن وضوء ھن وصلانھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن، کان له على الله عهدان غفرله، ومن لم يفعل فليس له على الله عهد، ان شاء غفرله، وان شاء عذبه ^۲ ۔ هذا لفظ ابی داود عہ ^۲	پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع وخشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ عزوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے، اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ (ت)

حدیث ۴: ابوداؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتک خمس صلوات، وعهدت	میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

عہ^۱ تمامہ، وصام رمضان وحج البيت ان استطاع اليه سبيلا واعطى الزكاة طيبة بها نفسه، وادى
الامانة، قالوا: يا ابا الدرداء ما اداء الامانة؟ قال: الغسل من الجنابة ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م) (اس کا
ترجمہ متن میں موجود ہے)

عہ^۲ ۲ اور وہ المنذرى عن فزاد: وسجودھن^۳، بعد
قوله: رکوعھن، وليس في شيء من نسخ السنن التي
عندى، وقد قال العلامة ابراهيم الحلبي في غنية
المستملى شرح منية المصلی مانصه: اما
لفظ "وسجودھن" بعد "رکوعھن" فغير ثابت^۴ الخ ۱۲
منه رضى الله تعالى عنه (م)

^۱ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۶/۱ و ۱۱۷

^۲ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۵ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۵/۱

^۳ الترغیب والترہیب فی الصلوات الخمس الخ حدیث نمبر ۲۶ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۲

^۴ غنیۃ المستملی مقدمہ کتاب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲

عندی عہد انہ من جاء يحافظ عليهن لوقتھن ادخلته الجنة. ومن لم يحافظ عليهن فلا عہد له عندی ^۱ ۔	پاس عہد مقرر کر لیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلى الصلاة لوقتها فاقام حداها كان له على عہد ادخله الجنة ومن لم يصل الصلاة لوقتها ولم يقيم حداها لم يكن له عندی عهدان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة ^۲ ۔	جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل و علا فرماتا ہے:

وعزتي وجلالي لا يصليها عبد لوقتها الا ادخلته الجنة ومن صلاها لغير وقتها ان شئت رحمته وان شئت عذبتہ ^۳ ۔	مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلى الصلوة لوقتها واسبغ لها وضوءها واتم لها قيامها وخشوعها وركوعها و	جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو و قیام و خشوع و رکوع و سجود پورا کرے وہ نماز

^۱ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱۱/۷

^۲ سنن الدارمی، باب استحباب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲۲۳/۱

^۳ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۸۱/۱۰

سجدہا خرجت وہی بیضا مسفرة تقول حفظك الله کما حفظتني، ومن صلا الصلوة لغير وقتها فلم یسبغ لها وضوءها ولم یتم لها خشوعها ولا رکوعها ولا سجودها خرجت وہی سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما ضيعتني حتی اذا كانت حیث شاء الله لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه ¹ سفيد روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پُرانے چھتھرے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابو داؤد حضرت فضالہ زہرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس ² ۔ مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلوة علی وقتها ³ ۔ میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیعی احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلوة لوقتها ومن ترك الصلوة فلادین له والصلوة عماد الدین ⁴ ۔ ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

¹ معجم اوسط حدیث نمبر ۳۱۱۹ مکتبہ المعارف ریاض ۸۶/۳

² سن ابی داؤد باب الحافظ علی الصلوات مطبوعہ مجتہبائی پاکستان ۶۱/۱

³ بخاری شریف باب فضل الصلوة لوقتها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۶/۱

⁴ شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳۹/۳

ثَلَاثٌ مِنْ حِفْظِهِنَّ فَهُوَ وَلِيٌّ حَقًّا، وَمِنْ ضَيَعِهِنَّ فَهُوَ
 عَدُوٌّ حَقًّا، الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ¹۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عُبالہ ان اہم امر کم عندی الصلاة فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینہ ومن ضیعها فهو لباسواھا اضیع الحدیث²۔	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

حدیث ۱۴: دارقطنی و طبرانی و ابو عمر بن عبد البر ابو مسعود و بشیر بن ابی مسعود و دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

⁵ نصب الراية بحواله سند ابن راهبوت مابالمواقيت مكتبة اسلاميه رماض الشيخ ١/ ٢٢٣

راوی جبریل نے عرض کی: مابین ہذین وقت^۱ یعنی امس والیوم۔ (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)۔
 حدیث ۱۵: ابو داؤد، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی: الوقت مابین ہذین الوقتین^۲ (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)۔
 حدیث ۱۶: نسائی و طحاوی و حاکم و زرار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی: الصلاة مابین صلاتک امس و صلاتک الیوم^۳ (نماز دیر وزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے) زرار کے یہاں ہے: ثم قال مابین ہذین وقت^۴ (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی و احمد و اسحق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی: مابین ہاتین الصلاتین وقت^۵ (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی: الصلاة فیما بین ہذین الوقتین^۶ (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)۔
 (نوع آخر) حدیث سائل جسے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا۔
 حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت صلاتکم بین ما رأیتم^۷ (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا)۔
 مسلم کے دوسرے طریق میں ہے: مابین ما رأیت وقت^۸ (اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

^۱ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب بیان الوقت دار الکتاب بیروت ۳۰۵/۱

^۲ جامع الترمذی باب ماجاء فی موافقت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۱/۱

^۳ سنن النسائی کتاب المواقیت آخر وقت الظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۵۹/۱

^۴ کشف الاستار عن زوائد البرزبار باب ای حین یصلی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۸۷/۱

^۵ سنن النسائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۱/۱

^۶ شرح معانی الآثار باب موافقت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱

^۷ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

^۸ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

ترمذی کے یہاں یوں ہے: مواقیت الصلاة کما بین ہذین^۱ (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)۔
حدیث ۲۰: مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الوقت بین ہذین^۲ (وقت ان دو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱: طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابان بلفظ عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بین صلاتی فی ہذین الوقتین کلہ^۳ (جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) ولفظ الحجج ثم قال ما بینہما وقت^۴ (اور کتاب الحج کے الفاظ یہ ہیں: پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے)۔

حدیث ۲۲: مالک و نسائی و زرار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما بین ہذین وقت^۵ (ان دو کے درمیان وقت ہے)۔ وفيہ الاختصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر قلت فقد رواہ الدار قطنی فی سننہ من حدیث قتادة عن انس مطولا واللہ تعالیٰ اعلم (اس روایت میں صرف فجر کا ذکر ہے، شاید اس میں اختصار ہے میں نے کہا دار قطنی نے اپنے سنن میں سے انس سے، روایت قتادہ مفصل ذکر کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔) (ت)

(نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳: مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول الله تعالى عليه وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیة فی قوم یؤخرون الصلاة عن وقتها قال قلت ماتا مرنی	حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

^۱ جامع ترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲/۱

^۲ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲۲۳/۱

^۳ شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱

^۴ مکتب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوۃ دار المعارف نعمانیہ لاہور ص ۱۲

^۵ النسائی، کتاب المواقیت، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۲/۱

قال صل الصلاة لوقتها الحديث ¹ ۔	کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴: احمد ابو داؤد ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ستكون عليكم بعدى امراء تشغلهم اشياء عن الصلاة لوقتها حتى يذهب وقتها فصلوا الصلاة لوقتها ² الحديث۔	میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ ان کے کام وقت پر انہیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵: ابو داؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كيف بكم اذا اتت عليكم امراء يصلون الصلاة لغير ميقاتها قلت فباتامرني اذا دركني ذلك يا رسول الله قال صلى الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة ³ ۔	فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا۔

(نوع آخر) ارشادِ صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہو گئی اور اس کی ممانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶: مسلم و ابو داؤد و نسائی و عیسیٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظهر ما لم يحضر العصر ووقت المغرب ما لم يسقط ثور الشفق ⁴ ۔ هذا مختصر	ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

¹ صحیح مسلم باب کراهية تاخير الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطالع کراچی ۲۳۱/۱

² سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی اذا اخر والصلوة عن وقتها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۱

³ سنن ابی داؤد، اذا اخر الامام الصلوة عن الوقت، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۶۲/۱

⁴ صحیح المسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

حدیث ۲۷: ترمذی و طحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلاة اولا و آخراً وان اول وقت صلاة الظهر حين نزول الشمس و آخر وقتها حين يدخل وقت العصر وفيه ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس وان آخر وقتها حين غيب الشفق ¹ ۔	بیشک نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا وقت عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸: مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و طحاوی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة ان تؤخر صلاة حتى يدخل وقت صلاة اخرى ² ۔	سو تے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاتے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتتہم صلاة الصبح ليلة التعريس وهو عند ابی داؤد و ابن ماجہ من دون قوله ان توخر (جب "ليلة التعريس" کی صبح کو ان سے فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان توخر" کا لفظ نہیں۔) یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر گناہ ہے۔

حدیث ۲۹: بزار و محی السنہ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن قول الله عز وجل الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ³ قال هم الذين يؤخرون الصلاة عن وقتها ³ ۔	فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

¹ جامع ترمذی باب ماجاء فی موافقة الصلوة مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کینی دہلی ۲۲/۱

² سنن ابی داؤد باب فی من نام الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۴/۱

³ کشف الاستار عن زوائد البرز، باب فی الذین يؤخرون الصلوة عن وقتها، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۹۸/۱

بغوی کی روایت یوں ہے:

ہمیں احمد بن عبد اللہ الصالح نے خبر دی (پوری سند کو ذکر کیا) مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے۔	اخبرنا احمد بن عبد اللہ الصالحی (فساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلواتہم ساہون قال اضاعة الوقت ¹ ۔

حدیث ۳۰: امام ابن ابان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

فرمایا ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر کا وقت مغرب تک اور	قال وقت الظهر الى وقت العصر ووقت العصر الى
مغرب کا عشاء اور عشاء کا فجر تک۔	المغرب وقت المغرب الى العشاء و العشاء الى الفجر ² ۔

حدیث ۳۱: امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا: مَا التفریط فی الصلاة (نماز میں تفریط کیا ہے؟) فرمایا: ان تؤخر حتی یجیئ وقت الاخری³ (یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری کا وقت آجائے)

حدیث ۳۲: نیز اُسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: قال تفوت صلاة حتی یجیئ وقت الاخری⁴ (فرمایا نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری کا وقت نہ آجائے) یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلے قضا ہو گئی۔ تنبیہ: ان آیات و احادیث سے جواب میں قائلین جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملا جی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مآل یہ کہ اگرچہ متکاثرہ و احادیث متواترہ ہر نماز کے لے جدا وقت بتا رہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہ عظیم و موجب عذاب الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء چار نمازوں کی پابندی وقت

¹ شرح السنۃ للامام البغوی باب مراعاة الوقت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۳۶

² کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوات الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۱/۱۰

³ شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴/۱

⁴ شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴/۱

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ احادیث اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض و طویل دیا گیا ہے **وانا اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ ت) ثبت العرش ثم انقش ارشادات صریحہ قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحان اللہ چند محتمل روایات جن میں روایت درایت سوہو احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نخواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا اور رسول کے صریح احکام کیونکر اٹھادے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انہیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزورِ زبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیث صحاح جو جمع پر قطعاً و یقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمانے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہو گئیں ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں نص قطعی یقینی مفسر ناقابل تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نہ لے کر اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت اُن کے لئے اوقات کی تعیین تو ضروریات دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام اُمت مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کر دینا وقت کھودینا حرام تو اب ظنیت و قطعیت عمومات کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اُس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہوئے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تواور جمع تقدیم میں بھی یہی جرات کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیث صحاح قطعاً و دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر و یقینی ہونا درکنار ابوداؤد و امام جلیل الشان تصریح فرما گیا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہے کہ اپنی زبان اپنا دعوٰی ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دہرایا ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: ملاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں پہلے دن کی ظہر حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقت ظہر ختم ہو جانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر و عصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا ملاجی اُس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت عہ نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

فامعیار الحق ص ۳۰۳

ایک مثل پر فارغ ہو لئے یہ معنی نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دونوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے مسلم نے عبد اللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وقت الظهر الى ان يحضر العصر اور کہا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوَّتًا ۝ یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے اسی واسطے فرمایا آنحضرت ؐ نے انما التفريط على من لم يصل حتى يجيئ وقت الصلاة الاخرى رواه مسلم وغیرہ تو مقتضا احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی پھر اگر حدیث جابر میں معنی وہ نہ کریں جو ہم نے کئے ہیں کہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہو گا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کرنی چاہے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں ¹ اھ لمحض۔

الحمد للہ یہ تو آئیہ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت ملاجی کی شہادت ہے کہ مقتضی احادیث و آیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری ادا نہیں ہو سکتی مگر مجھے یہاں ملاجی کا ظلم ظاہر کرنا ہے فاقول وبالله التوفيق
اولاً ² حدیث جبریل و حدیث سائل میں یہ معنی کہ ملاجی نے شافعیہ کی تقلید جامد سے سیکھ کر جمائے ہر گز نہیں جتے حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے: ان جبریل اتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حين كان الظل مثل شخصه فصلى العصر ثم اتاه في اليوم الثاني حين كان ظل الرجل مثل شخصه فصلى الظهر ³۔

دوسری روایت میں ہے: ثم مكث حتى اذا كان فيئ الرجل مثله جاءه العصر فقال قم يا محمد فصلي العصر ثم جاءه من الغد حين كان فيئ الرجل مثله فقال قم يا محمد فصل فصلي الظهر ⁴۔

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ امنہ

¹ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ ندویہ لاہور ص ۳۱۶ تا ۳۲۱

² واضح رہے کہ "اولاً" کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۷۸ کی طرف رجوع کریں۔ دائم

³ التسنائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰

⁴ التسنائی کتاب المواقیت اول وقت العشاء، مطبوعہ سلفیہ لاہور ۱/۶۲

مسند اسحاق میں ابی مسعود ہدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے: اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقَام فصلی العصر اربعاً ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال له قم فصل فقَام فصلی الظهر اربعاً¹۔ دارقطنی وطبرانی وابو عمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے: جاء ہ حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال یا محمد صلی العصر فصلی ثم جاء ہ الغد حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال صلی الظهر فصلی² یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امیں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ظہر کے لئے حاضر اس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لئے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی اس کے یہ معنی کیونکر ممکن کہ ختم مثل تک نماز سے فارغ ہو لے تھے۔ حدیث سائل بروایت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یوں ہے: امر بلالاً فقام الفجر حین انشق (الی قولہ) فقام الظهر فی وقت العصر الذی کان قبلہ³۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیا۔ دنیا آئیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل و سائل خاص اور آپ کے اصول میں عام و خاص متعارض نہیں بلکہ عام اُس خاص سے مخصوص ہو جائے گا و لہذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں ماننا نہ آیت و حدیث میں پھر اُن حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہو جاتی ہے۔⁴ احادیث میں دفع معارضہ یوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلاۃ الاخری⁴ سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے جب تک وقت مشترک باقی ہے قضا نہ ہوئی اور حدیث عبد اللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

¹ نصب الراية، بحوالہ سند اسحاق بن راہویہ باب المواقیف مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۳۳/۱

² دارقطنی بحوالہ سند اسحاق بن راہویہ باب المواقیف مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۵۶/۱

³ ترمذی باب المواقیف مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۵/۱

⁴ ترمذی باب المواقیف مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۵/۱

مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک عہ کو دفع کر سکیں، ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و ناانصافی کو دیکھئے کہ مسئلہ وقت ظہر میں آیت واحادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہر گز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے اب آیت واحادیث واجب التخصیص، اور اُن کے مقابل نری احتمالی چند روایات واجب الاعتماد و قطعی التخصیص، اور ان کے لئے آیات واحادیث کے مطابق صاف و نظیف محامل مردود و باطل، غرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوسرے در کی ہے۔ دیانت کاٹھو دونوں باگوں کستا ہے، پورب کی سڑک میں پچھم کارستہ ہے ع :

گر میں گیا ادھر سے ادھر سے نکل گیا

لطیفہ: حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا۔

اولاً: یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلاعذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ وہی دعوٰی باطلہ تخصیص بے محض ہے۔

ثانیاً: سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہو جانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً: عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہو گا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول: ملاجی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز سفر کا قضا ہونا سبب ارشاد ہوا تو خود سبب نص حکم نص سے کیونکر جُدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نا مقصود، اور نص اس کے مابین پر مقصور و محدود۔

عہ اقول: ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ مجمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتداء وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معذرا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے کہا لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

فامعیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلاتین ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷

راہگاہ: قیامت دلربا نزاکت تو یہی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت عہ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے نیند میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب عشا سفر کی کا۔

اقول: بھی یہ تو خوب ہی کیا، ہاں ملاجی! حدیث میں کا ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نمازوں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پہر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اٹھا رکھے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی اِنَّا اللہ وَاِنَّا الیہ راجعون ۵ ملاجی! دلی میں تو اچھے اچھے حکیم سنے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھالی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوال حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔
خامسا: اقول ملاجی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنی، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے متمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے رائے انکار یا یہ شور آشوری کہ اُسی پر انقطاع اُسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔
سادسا: اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی فہم کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محمل حدیث کا ہوگا۔

اقول: یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں، تو بھی نہیں کہا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابقا اقول: خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لا جرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت رکھے کہ یہ نماز وقت گزر جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کھلا کھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد خرابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کوفہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا بجا ہے پھر اُسے

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

فامعیار الحق ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، مَلَّاجی! کبھی کسی کڑے سے پالانہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحديث کا دعویٰ بھلا دیتا، سبحن الله تحریف احادیث اور اُس کا نام عمل بالحديث اسم طیب و عمل خبیث، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص عامہ

حدیث ۳۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بطرق عدیدہ والفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی و هذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثناء الاعمش ثنی عبارة عن عبد الرحمن عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال ما رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها الا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها¹ ولمسلم حدثنا يحيى بن يحيى وابو بكر بن ابى شيبة وابو كريب جميعاً عن ابى معاوية قال يحيى اخبرنا ابو معاوية عن الاعمش عن عبارة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا صلاتين صلاة المغرب والعشاء بجمع وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها² وحدثناه عثمان بن ابى شيبة واسحق بن ابراهيم جميعاً عن جرير عن الاعمش بهذا الاسناد قال قبل وقتها بغلس³ (یعنی حضرت حاضر سفر و حضر و مصاحب و ملازم جلوت و خلوت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین اولین فی الاسلام و ملازمین خاص حضور سید الانام علیہ افضل الصلوة والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیت عہ رسالت

عہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

قال قدمت انا واخي من اليمن فمكثنا حيناً ما نرى الا ان عبد الله بن مسعود رجل من اهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لما نرى من دخوله ودخول امه على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم⁴۔ (م)

فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں انہیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کا شانہ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ۱۲ امنہ

¹ صحیح بخاری باب متى يصلي الفجر بجمع مطبوع مطبع ہاشمی میرٹھ ۲۲۸/۱

² صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح مطبوع اصح المطابع کراچی ۱۷۱/۱

³ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح مطبوع اصح المطابع کراچی ۱۷۱/۱

⁴ صحیح بخاری مناقب عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت عہ والا منزلت منزلت بستر گتتری و مسواک و مطہرہ داری و کفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اُس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی

حدیث ۳۴: سنن ابی داؤد میں ہے: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي مُوَدُّدٍ عَنْ سَلِيمِ بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَطُّ فِي السَّفَرِ إِلَّا مَرَّةً^۱ (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب و عشاء ملا کر نہ پڑھی سو ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجہ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول: اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے، اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیم بن ابی یحییٰ لا باس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔) ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبدالعزیز بن ابی سلیم مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی

عہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی: اَللّٰہِ! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آ کر بیٹھ گئے میں نے بُوچھایہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابو درار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے۔ فرمایا:

اولیس عندکم ابن امر عبد صاحب النعلین | کیا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین و مسند خواب والوسادة والمطهرة^۲۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اٹھا کر رکھیں اُٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقات نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین الصلاتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷/۱

^۲ صحیح بخاری مناقب عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

التقریب۔ حافظ الثان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: سلیم بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ہریرۃ وابن عمر، وعنه ابن عجلان وداؤد بن قیس وابو مودود عبدالعزیز بن ابی سلیم، قال ابو حاتم، ما یحدثہ بأس، وذكرہ ابن حبان فی الثقات، روی لہ ابو داود حدیثاً واحداً فی الجمع بین المغرب والعشاء¹۔

ثم اقول: بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینہما قط الا تلك اللیلة (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے۔ ت) مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً وی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مل اور وہ بھی بصیغہ مجہول کو غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث سند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے۔

حدیث ۳۵: مؤطائے امام محمد میں ہے: قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الافاق یناھم ان یجمعوا بین الصلاة واخبرهم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول²۔ (یعنی امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے) الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمادیا اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے لگا مسئلہ کو درجہ اجماع تک مترقی کیا۔

اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق حقیہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں۔

علاء کا محتلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط سے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدر کی	واختلاطه لا یضر عندنا ما لم یثبت الاخذ بعده فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير کتاب الصلاة باب الشہید

¹ تہذیب التہذیب راوی ۳۷۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۲۲۸/۴

² مؤطا امام احمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۲

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجوان حماد بن سلمة ممن اخذ منه قبل التغير ثم ذكر الدليل عليه ثم قال وعلى الابهام لاينزل على الحسن¹۔ (ملخصاً)	کتاب الصلوة باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے۔ اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔ (ت)

اور امام کھول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعہ سے ہیں۔

والمرسل حجة عندنا وعند الجمهور اما ابهام شيوخ محمد فتوثيق المبهم مقبول عندنا كما في المسلم وغيره لاسيما من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنه فلقال ان يقول قد انجبر بالتعدد في فتح البغيث في ذكر الملقوب رونيها في مشايخ البخاري لابي احمد بن عدي قال سبعت عدة مشايخ يحكون وذكرها ومن طريق ابن عدي رواها الخطيب في تاريخه وغيره ولا يضر جهالة شيوخ ابن عدي فيها فانهم عدد ينجر به جهالتهم²۔	مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے، خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو، اور اس سے قطع نظریہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہو گئی ہے۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مشائخ البخاری" میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دے گر علماء نے بھی۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۳۶: امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسیٰ بن ابان میں روایت فرماتے ہیں: اخبرنا اسمعيل بن

ابرهيم البصري عن خالد الحذاء عن حميد بن هلال عن ابي قتادة

¹ فتح القدير کتاب الصلوة باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۴۰۲ھ

² فتح المغیث المقلوب دار الامام الطبری مطبوعہ بیروت ۱۴۱۱ھ

العدوی قال سمعت قراءة كتاب عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ثلث من الكبائر الجمع بين الصلاتين والفرار من الزحف والتهبة¹ (یعنی حضرت ابو قتادہ عدوی کہ اجلہ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفقہ و فرمان سنا کہ تین ۳ باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا) **اقول:** یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں واللہ الحمد۔

لطفہ: حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملاجی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔ **اقول:** اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لئے ہے، حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا: **اول:** انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ مابعد الہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطابق و منصوص عبارت النص ہے۔

اقول: اولاً اُس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا ملاجی مدعی اجتہاد و حرمت تقلید ابو حنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رد کرنے کیلئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متأخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہوگا اب نہ اُس میں شائبہ نصرانیت ہے نہ اِتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ أَتْرَابًا ثُمَّ ذُنُوبُ اللَّهِ² (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت) کی آفت کَبِيرٌ مَّقْتَتِلًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ³ (اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت) **حاشیاء:** بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نا مسلم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارح غیر متعلقہ

¹ کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۵

² القرآن ۳۱/۹

³ القرآن ۳۱/۶۱

بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی و معتبر کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدرالمختار وغیرہا من الاسفار قد ذکرنا نصوصہا فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ ۱۳۔

دوم: ایک رام پوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر^۱ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔) تو موجد ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اولاً: ملا جی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے^۲ ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلیٰ کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا^۳ اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اُس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مختلط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملا کی تقلید سے حلال بناؤ اِنْ خُذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُؤَسَاءَهُمْ^۴۔

ہاں! قول: ملا جی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و مجمل و متعین و محتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلیٰ حقیقی جمع کا اصل پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ: قول ملا جی کا اضطراب قابلِ تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نانی سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احادی الروایتین اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احادی الروایتین بھی گئی ابن مسعود خاصے مبشنان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم: جسے ملا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو میں چمک رہے^۵ ہیں کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

^۱ مسند ابی یعلیٰ مسند ابن مسعود حدیث ۵۳۹۱ مطبوعہ علوم القرآن بیروت ۱۸۱/۵

^۲ القرآن ۳۱/۹

فامعیار الحق ص ۳۹۷ ف ۲ معیار الحق ص ۴۰۰ ف ۳ معیار الحق ص

کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثنانہ کیا اور اب محمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقتائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقتائسہ سے و علیٰ ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملاجی نے گل سرسبد بنا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی و سلام اللہ را پیوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام خفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس و جلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کساء اب فقیر غفرلہ المولی القدير سے تحقیق حق سُنئے فا قول و بحول ربی اصول اولاً ملاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کر کے مغرب و صبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لفافہ تو بھگد اللہ تعالیٰ اوپر کھل چکا کہ شہرت در کنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ "صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس" اسے دست بردار ہوئے چار "باقی ماندہ میں دو" کی روایتیں زری بے علاقہ اُتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاهر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو اسے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت، انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انہیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عز وجل: وَجَعَلْ لَكُمْ سَرَائِیلَ تَقِیْکُمْ الْحَرَّ¹ (اور تمہارے لے لے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ت) خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قدمنا

عن سنن النسائي - ماجي ! يهايا بهي كهه ديجيو كه جمع سفر كو شهره چھوڑ ديا هے، اور سنه ے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل على هذا عند اهل العلم ان لا يجمع بين الصلاتين الا في السفر او بعرفة ¹ ۔	اہل علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا یقیناً مذکر خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر واشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر وہ مسئلہ جداگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں اور بلاشبہ اجتماع اُمت ہے کہ فجر حقیقہ وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے لفظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتها بغسل² اس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غلے کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد الله بن رجاء ثنا اسرا ئيل عن ابى اسحق عن عبد الرحمن بن يزید قال خرجنا مع عبد الله الى مكة ثم قدمنا جمعا (وفيه) ثم صلى الفجر حين طلع الفجر الحديث ³ وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زهير ثنا ابواسحق سمعت عبد الرحمن بن يزید يقول حج عبد الله رضى الله تعالى عنه فاتينا المزدلفة (وفيه) فلما طلع الفجر قال ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان لا يصلى هذه الساعة الا هذه الصلاة في هذا المكان من هذا اليوم الحديث ⁴ ۔	کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن رجاء نے اسرا ئیل سے، اس نے ابواسحق سے، اس نے عبد الرحمن سے کہ ہم عبد اللہ کے ساتھ مکہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی، الحدیث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمر بن خالد نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبد الرحمن ابن یزید سے سنا ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہوئی تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اسی جگہ، اسی دن، الحدیث۔ (ت)

¹ جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجمع بین صلاتین مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۶/۱

² صحیح مسلم استحباب زیادة التغلیس الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

³ بخاری شریف کتب المناسک باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی اصح المطابع کراچی ۲۲۸/۱

⁴ بخاری شریف باب من اذن واقام لکل واحدة منہما مطبوعہ قدیمی اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقۂ غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن خصوصاً لما جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو ان عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلیٰ الفجر ان صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر و مغرب مراد تو ان میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کیلئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے لما جی کی فہم بمیں اور ناحق آنچہ انسان می کند کی ہوس، ملا جی! اب اُس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھے خدا کی شان

اوگمان بردہ کہ من کردم چواو

فرق رائے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوہ تبوک میں منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو

وايضاً، خبر الجمع انما نقلوا في غزوة تبوك، وكان في تلك الغزوة الاف من الرجال، و كان كل صلوا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ولم يخبر منهم الا واحد او اثنان، ولم يشتهر، ولم يرو غيره، بل بعض الحاضرين انكروا ذلك، حتى قال ابن مسعود: ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها؛ الا صلى صلوتين جمع بين المغرب والعشاء بجمع، وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها، رواه الشيخان

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں، مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔ بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم و تاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہوا تھا، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کر دیا، یعنی مزدلفہ کی مغرب، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا، یعنی عرفہ کی عصر کا کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کر کے پڑھا تھا، عدم ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے، نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کر دیا کہ فجر کو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا، تو جب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رد کر دیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے۔ (ت)	وابوداؤد والنسائی، فنئی ابن مسعود، الذی قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تمسکوا بعہد ابن اُمّ عبد، تقدیم صلاة عن الوقت وتأخیرھا، واخبر بانہ لم یقع الا فی صلاتین، بین احدهما، وهو المغرب بجمع اخرھا الی وقت العشاء، ولم یبین الاخر، وهو العصر یوم عرفہ، بتقدیمہ فی وقت الظہر، لشہرتہ، و لیعلم بالمقایسة، واخبر خبرا اخر، وهو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب ردہ او تاویلہ¹۔

اور اس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک اور توار د حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محتمل کو اُن نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا یعنی یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا، فرماتے ہیں:

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ تھنہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسر ہے، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی، اس لئے یا تو غروب شفق کی، قرب غروب سے تاویل کرنی پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے	بل المراد بغروب الشفق، قرب غروبہ، لان القصة واحدة، وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التاویل، فیأول بقرب غروب الشفق، او یقال: هذا من وہم بعض الرواة، واما ما ذکرنا اولاً، فهو مطابق

¹ ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۳۶

للامر المتقرر في الشرع من تعيين الاوقات¹۔
جو ہم نے روایت ذکر کی ہے، وہ شرع میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے یعنی تعیین اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بمجد اللہ تعالیٰ تیسرا تواریخ اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہ یہی طریقہ مع شی زائد مولانا بحر قدس سرہ، چلے بعد عبارت مذکور فرماتے ہیں:

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابو داؤد کی روایت میں ایسا لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کر دیتے ہوں اور عصر اول وقت میں پڑھ لیتے ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو پڑھنے کیلئے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے، اگرچہ ادا اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے۔ (ت)

اور واقعی بمجد اللہ تعالیٰ یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر عالیہ ہیں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر قدس سرہ، سا فاضل جامع اجل و اغر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں انہیں افادہ فرما جائے ان کی شان تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار اُن کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں هكذا ينبغي ان يفهم المقام مگر فقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور اُن کے ساتھ اور دقائق و حقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جو ابے سبقت استحقاق و تقدم استعداد ہے ذلك فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ۝ ربی لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك

¹ رسائل الاركان تنمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی ص ۱۳۷ و ۱۳۸

² رسائل الاركان تنمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی ص ۱۳۸

وکمال الانک ودفور نعماتک صل وسلم وبارک علی اکرم انبیائک محمد والہ و سائر اصفیائک امین۔ مولانا قدس سرہ، ان نفائس عزیزہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

انظر مآدق نظر ائمتنا حیث لاتفتوت عنهم دقیقة ¹ ۔	دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فرو گزاشت نہیں ہوتا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ مالکان از مہ وکاشفان غم ایسے ہی دقیق النظر وعلی مدارک وشاہان بزم وشیران معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جیلہ اُن کے تو سن برق رفتار کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان و علم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کوران بے بصر اُن کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینہ عالمتاب میں اپنا منہ دیکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے

مہ فشانہ نور و سگ عو عو کند

کر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند روشنی پھیلاتا ہے اور ستتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض بدزبانوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلہ جمع میں ثلثی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اُس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس ہے اب بحول و قوت رب قدیر سب اہل انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تپانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً قول: وبالله التوفیق اگر نظر متبع کو رخصت جولاں دیجئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علما محض تنزیلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث سنن نسائی کتاب المناسک باب الحج بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے:

اخبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سليمان عن عمار بن عمير عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه في ما قال: قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها الا بجمع في مزدلفة وعرفات ² ۔	ہمیں خبر دی اسمعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے عمارہ بن عمیر سے عبدالرحمن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ و عرفات میں۔

¹ ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۳۸

² النسائی کتاب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۳۹/۲

مَلَّاجی! اب کہے مصیبت کا پہلا کس پر ٹوٹا! مَلَّاجی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائے کہ عنقریب مکہ کا پہلا ابو فنیس آتا ہے۔ مَلَّاجی! ادغوی اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغیرہما صحاح و سنن مسانید و معاجیم و جوامع و اجزا وغیرہما میں دیکھے صدہا مثالیں اس کے پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی بُوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے بُوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ^۱ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش بن عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ ہے اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی اُن سے حفص بن غیاث و ابو معویہ و ابو عوانہ و عبد الواحد بن زیاد و جریر و سفیان و داؤد و شعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ و اطوار و بسط و اختصار و ذکر و اقتصار میں طرق شتی پر آئیں کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصّحاحین کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر و فجر و صغیرہ مارایت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

کحدیث النسائی ایضاً فی المناسک، باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ، اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داود عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع ^۱ ۔	جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بالمزدلفہ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدم سے، اس نے داؤد سے، اس نے اعمش سے، اس نے عمارہ سے، اس نے عبد الرحمن ابن یزید سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بطریق کل ما ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا (سوائے جریر کے، اعمش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کئے ہیں وہ اسی طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ ت) کسی میں لفظ بغسل مفید واقع و مصرح مرام کی تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے۔ ت) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی و منافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعمش کی روایت بالمعنی سے ناشے ہو خواہ خود اعمش نے

^۱ سنن النسائی الجمع بین الصلوۃ بالمزدلفۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۳۰/۳

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنی کی اور ہر راوی نے اپنی مسوع پہنچائی چاہے یہ تنوّلِ اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمن سے ہوئی اور وہ سب اعمش نے سُنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل منتہائے سند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقاتِ عدیدہ میں حسبِ حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شبِ مزدلفہ راہِ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب و فجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کیلئے صرف انہیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکرِ فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشاءِ مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنت کیا ہے اس وقت یہ کچھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول: لطف یہ کہ یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسندِ جلیل و صحیح جس کے سب رواۃ اجلہ ثقات وائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی:

ابخرنا سلام بن سليم الحنفي عن ابي اسحق السبيعي عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة بن قيس والاسود بن يزيد قال كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه يقول لاجمع بين الصلاتين الا بعرفة الظهر والعصر¹۔	سلام بن سليمان الحنفي ابو اسحاق سبيعي سے وہ عبدالرحمن بن اسود سے وہ علقمة بن قيس اور اسود بن يزيد سے راوی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔

کیوں نہ تھا! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہر گز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض بلکہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظهر والعصر کا ذکر ہوگا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہذا الصلاتین معرف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ ثلثی! کتب حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

اس سے بجز اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشائی، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر ملاحی نے بحال مکارہ جو چوٹیں کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیاء پناہ رسالہ کو باذنہ تعالیٰ شب تمام کا مشردہ دیجئے واللہ المعین وبہ نستعین۔

لطیفہ: یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ، ملاحی تو ردِ احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راجح میں انہیں مکاروں کی دیواریں چسپی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انہیں مصیبت کا پہلا ٹوڑے گی۔ حضرت نے گل سرسبد کو گل نہ گلخن بنا چھوڑے گی لہذا نیام حیا سے تنہا ادا نکالی اور احادیث صحاح میں تکمیل مضمون فریقاً تکذبون و فریقاً تقتلون کی یوں بنا ڈالی فاحادیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمان بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمان بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد۔

اقول: اولاً وہی ملاحی کی قدیمی سفاہت تشیع ورفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً: صحیحین سے وہی بُرائی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم و غیر ہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاد اور مسلم و غیرہ کا اُستاد الاستاذ۔

ثالثاً: ملاحی! تم نے تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں، صحیحین دیکھئے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع^{عہ} موجود ہیں اور لہ^{عہ} افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت لہ اوہام یہم، ربما و ہم، یخطیئ، یخطیئ کثیراً، کثیر الخطأ، کثیر الغلط و غیر ہاوالے ذکر کر آئے، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کابل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقات کی

عہ^{عہ} مثل ابان بن یزید الطارمی، یزید بن ابی انیسۃ، عبد الرحمن بن غزوٰان و غیر ہم ۱۲ منہ (م)

عہ^{عہ} ۲ جن میں تیس ۳۰ سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہوئے ۱۲ منہ (م)

فامعیار الحق ص ۳۸۴

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف^{۱۳۱۳ھ} میں مطالعہ کیجئے اور سر دست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھے کہ ضعیف درجہ ثامنہ اور متروک اُس کے دو^۲ پایہ نیچے درجہ عاشرہ میں ہے خود عہ بعض ضعفار جال شیخین میں اگرچہ متابعۂ یایوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہونا واضح۔

عہ مثل اسید بن زید، اسباط	مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبدالکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ
ابوالیسع، عبدالکریم بن ابی المخار، والاشعث بن سوار، زمعہ بن صالح، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبدالرحمن مولیٰ بنی زھرہ، احمد بن یزید الحرانی، ابی بن عباس وغیرہم، قال فی التقریب فی الخمسة الاول: ضعیف، والسادس لیس بالقوی، والسابع مجهول، والثامن ضعفہ ابو حاتم، والتاسع فیہ ضعف۔ وعبدالکریم، علم لہ المزی فی التہذیب خت، وتبعہ فی البیزان، فقال: اخرج لہ خ تعلیقاً، وم تابعہ۔ وكذا تابعہ الحافظ فی رموز التقریب، ثم نبہ ان الصواب خ، حیث ذکر مالہ فی الجامع الصحیح، ثم قال: هذا موصول و لیس معلقاً۔ وقال فی الرفاعی: ذكرہ ابن عدی فی شیوخ البخاری، وجزم الخطیب بان البخاری روی عنہ؛ لكن قد قال البخاری: رأيتهم جميعين على ضعفه ^۱ ۔ اھ قلت: المثبت اثبت، فلذا	لئی اور دوسرے۔ تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔ عبدالکریم کے لئے مزی نے تہذیب میں "خت" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلیق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعۂ روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("خت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے تو عبدالکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے، پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلیق کے طور پر۔ (اس لئے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہے کیونکہ "ت" تعلیق کی علامت ہے) (محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے

^۱ تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۶۴۲۱ محمد بن یزید دار الکتب العمیۃ بیروت ۲/ ۱۳۸ ۷/ ۱۴

رابعاً: یہ سب کلام ملاجی کی غیبی بول عیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھے تو پھر حسبِ عادت جو روایت حدیث بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمان۔ اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے روایت نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہذا وہاں بس نہ چلا سلیمان کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمان بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود، ملاجی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے، سچے ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب رحم بالغیب پر ایمان قل ھاؤاؤہر ھاؤاؤہر ان کنتم صدیقین ﴿۱۰﴾ حق طلبان و حق نیوش کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث امش عن عمارۃ عن عبدالرحمن عن عبداللہ بخاری مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام امش ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث و ابی معویۃ و جریر کلہم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سُن چکے۔ ثلث نسائی کتاب الصلاۃ میں ہے: اخبرنا قتیبة ثنا سفیان نا الاعمش عن عمارۃ الخ۔ ششم: نسائی مناسک باب الوقت

کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لئے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لئے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے ("م" سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلیح، عباد اور ان جیسے اور کوئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لئے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
علمنا علیہ خ. و اخرناھا عن لمکان تردد الحافظ۔ والانصاف ان فلیحاً وعباداً وامثالها ایضاً ضعفاء، والعدر ما افاده الامام ابن الصلاح وتبعه النووی وغیرہ فارجع واعرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم (م)

¹ نسائی النسائی الجمع بین المغرب والعشاء الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معویۃ عن الاعمش عن عمارۃ
الخ ہفتم: سنن ابی داؤد حدثنا مسدد وان عبد الواحد بن زیاد و ابا عوانۃ و ابا معویۃ حدثوہم عن
الاعمش عن عمارۃ^۲۔

ہشتم: امام طحاوی حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والغریابی قالوا ثنا سفیان عن الاعمش عن
عمارۃ بن عمیر^۳ الخ۔ یہ امام اعمش اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلہ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ
سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز سے روشن تر ان کا اہم مبارک سلیمان ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف
ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں بند نہ کر دیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمان نہیں دو ۲ ورق لوٹے تو اسی
تقریب میں تھا: سلیمان بن مہران الاعمش ثقہ حافظ عارف بالقراءات ورع^۴ (سلیمان بن مہران اعمش، ثقہ
ہے، حافظ ہے، قرآن کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔ ت) جن حضرات کا جوش تمیز اس حد تک پہنچا ہو ان سے کیا کہا جائے کہ ان
سلیمان سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنہیں التزام تھا کہ ضعیف لوگوں
سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین میں مذکور وہ
اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً: حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا: اخبرنا سلیمان
بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بیدھڑک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی
چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، ملاجی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے
مجرد نام بے ذکر میز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہے تو عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں مگر جب سدید کہیں حدثنا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک
ہیں، محمد بن کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد بن شعبہ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا و علیٰ ہذا القیاس
صدہا مثالیں ہیں جنہیں ادنیٰ ادنیٰ خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ ملاجی! یہ

^۱ سنن النسائی الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۳۶/۲

^۲ سنن ابی داؤد باب الصلوۃ بحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۶۷

^۳ شرح معانی الآثار للجمع بین اصلا تین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

^۴ تقریب التذیب ترجمہ نمبر ۲۶۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۹۲

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خُصّ تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو اُن سے اور انہیں شعبہ سے اکثر روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انہوں نے حسبِ عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

- طریق شعبہ: (۱) کتاب الافتتاح باب التطبيق خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ عن سلیم بن^۱ الخ۔
- (۲) کتاب الطہارۃ باب النضح خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ^۲ الخ۔
- (۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر خبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبہ^۳ الخ۔
- (۴) کتاب الامامۃ، الجماعۃ اذا کانوا اثینین خبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ^۴ الخ۔
- (۵) کتاب السہو باب التحری خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ^۵ الخ۔
- (تصریح اسمعیل سوی مامر)
- (۶) کتاب الامامۃ الرخصۃ للامام فی التطویل خبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث^۶ الخ۔

^۱ النسائی باب التطبيق مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۲۳/۱

^۲ النسائی باب النضح مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۹/۱

^۳ النسائی الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۶۷/۱

^۴ النسائی الجماعۃ اذا کانوا اثینین مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۹۷/۱

^۵ النسائی باب التحری مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۲۶/۱

^۶ النسائی الرخصۃ للامام فی التطویل مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۹۴/۱

(۷) کتاب قیام اللیل، باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث^۱ الخ۔ (۸) کتاب الزکوٰۃ، عطیۃ المرأة بغیر اذن زوجها اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث^۲ الخ۔ (۹) المزارة احادیث النہی عن کرم الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث^۳ الخ۔ (۱۰) القسامة والقود، باب عقل الاصابع اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث^۴ الخ۔
(الفتح للنسائی)

(۱۱) کتاب الحيض مضاجعة الحيض في ثياب حیضتها اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد هو ابن الحارث^۵ الخ۔ (۱۲) قبیل کتاب الجمعة باب اذا قيل للرجل هل صليت اخبرنا اسمعیل بن مسعود ومحمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد هو ابن الحارث^۶ الخ۔ (۱۳) کتاب الصیام التقدم قبل شهر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وهو ابن الحارث^۷۔ (۱۴) المزارة من الاحادیث المذكورة اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وهو ابن الحارث^۸۔ (۱۵) کتاب الاشربة الترخيص في انتباز البسر اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد یعنی ابن الحارث^۹ الخ۔

کیوں ٹمّا جی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھپکاو، وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نہ اسمعیل ہوتا تو ٹمّا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل دہلوی موجود،

^۱ سنن النسائی باب وقت رکعتی الفجر مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۰۶

^۲ سنن النسائی عطیۃ المرأة الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۸۹

^۳ سنن النسائی الثالث من الشروط في المزارة والوثائق مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۱۴۴

^۴ سنن النسائی باب عقل الاصابع مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۲۴۷

^۵ سنن النسائی مضاجعة الحيض الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۴۳

^۶ سنن النسائی باب اذا قيل للرجل الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۱۶۰

^۷ سنن النسائی التقدم قبل شهر رمضان مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۴۹

^۸ سنن النسائی المزارة من الاحادیث المذكورة مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۱۴۶

^۹ سنن النسائی الترخيص في انتباز البسر الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۳۲۱

مُلاحِظی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق و تلمیحِ باطل و تلبیسِ عامی و اغوائے جاہل، طوائفِ ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را خدا اور سول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ مُنہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے، حدیث کے متون و شروح و اصول و رجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنسنے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرطِ صحت ایمان و حسن نیت واللہ الہادی لقلبِ اخبت۔ الحمد للہ مہرِ حق متجلی ہوا اور آفتابِ صواب متجلی، جن جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہوا کہ اُن میں ایک حرفِ مثبت مقال نہیں مذہبِ حنفی اثباتِ صوری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا، روشن ہوا کہ قرآن و حدیث اُسی کے موافق دلائلِ ساطعہ اُسی پر ناطق جن میں رد و انکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہ تعالیٰ بطفیلِ مسئلہ وہ تازہ مجملہ کہنہ مشغلہ اعوائے عمل بالحدیث کا اشتغلا اُس کا بھرم بھی من مانتا کھلا کہ ہواسے غرض ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام پُرانے پُرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بتائیں، بخاری و مسلم پس پشت ڈالیں، اُن کے رواۃ و اسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں پیچ، امام مالک و امام شافعی کی تقلیدِ حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پے غام، مگر جب خفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑ اُس کا دامن تھام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، اُن میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا، بس حضر مل گئے غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کوڑا کھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اُسی سے خفیہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبار و رہبان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہو اب تو مکت ہے۔ مسلمانو! حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر در جام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہِ ہدٰی ہے راہِ ہدٰی کا والی خدا ہے، اللہ الحمد ولی الہدایۃ منہ البدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام وحسن الختام

الحمد للہ سخن اپنے ذرہ اقصیٰ کو پہنچا اب تلخیص کلام و حاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے:

اؤلا جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ و حجاب اور اُس کا انکار انکار آفتاب۔

۱۱۱۱ کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلًا پتا نہیں اُس کی نسبت ادعای قطعی ثبوت محض نفع العنکبوت۔

۱۱۱۲ جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیسا کہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعیف و مناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوس اثبات مہمل و محتمل۔

۱۱۱۳ جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصًا حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اُسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس۔

خامسًا نماز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اور اظہر ضروریات دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک پچہ جانتا ہے یونہی اوقاتِ خمسہ غایت شہرت و استغناضہ پر بالغ حد تو اتر ہیں مگر حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لئے اوقاتِ مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا تو کیا یا فعلًا کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوہ تبوک میں ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرتِ رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہی جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلانہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظر انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف تو فر دواعی نقل آحاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ تو فر مجبور اور بالفرض کوئی روایت مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دُور۔

سادسًا نمازوں کے لئے تعین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہے جیسے عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضحل۔

سابعاً بالفرغ اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابلِ سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاضر و معجب مجتمع ہوں تو حاضر مقدم ہے۔

ہمنا جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے توجع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ و فعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرنج تو مجموع قول و فعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ۔

ہاسکا افضیت راوی اور مرنج منع ہے کہ ابن عمرو انس میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبد اللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمسکوا بعہد ابن ام عبد¹۔ (ابن ام عبد کی باتوں سے تمسک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(نوٹ: اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد)

مرقاۃ میں ہے اسی لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں²۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

ان اشبه الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد ³ ۔ رواہ البخاری فوالترمذی والنسائی۔	یشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبد اللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کیف ملعی علما⁴ (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی) نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لامتی ما رضی لھا

¹ جامع الترمذی مناقب عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲/۲

² مرقات المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدایہ ملتان ۴۰۹/۱۱

³ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۷۴

(جامع الترمذی، مناقب عبد اللہ بن مسعود امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲۲/۲)

ف۔ مشکوٰۃ میں یعنی یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں۔ کان اقرب الناس ھدیا و دلا و سمنا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما علم احد اقرب سمنا و ھدیا و دلا بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔

⁴ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ عبد اللہ بن مسعود مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۵۹/۳

ابن ام^۱ عبد۔ (میں نے اپنی اُمت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے رواہ الحاکم بسند صحیح۔

لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

هو عند ائمتنا افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة	ہمارے ائمہ کے نزدیک ابن مسعود خلفائے اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)

عاشراً عہ اگر بالفرض براہین منع وادّ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاق اُس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عند اللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے ادائی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے، یہاں جو ملّا جی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعویٰ بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اُن کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو ٹیکڑوں اعمال باطل ہو جائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے، ان جھوٹی بالاخوانیوں سینہ زوری کی کُن ترانیوں کا کچا چٹھا بعونہ تعالیٰ سب کھل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یو نہیں تو آفتاب پر خاک اڑا کر اندھوں کو سُجھادیا کرتے ہیں کہ خفیہ کا مذہب بے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم و احادیث رسول کریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اُن قاہر دلیلوں کو جنہیں سُن کر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بتاؤ اور عمل بالحدیث و دین و دیانت کا نام لیتے نہ شرماء انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

آدمیاں کم شند ملک گرفت اجتہاد

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظر احقاق حق لکھے۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے

عہ یعنی نصوص منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کر کے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

^۱ المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳/۱۷۱

^۲ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع المناقب الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر، مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱۱/۳۰۹

شرحتاد و شامت ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہ ثبات واستقامت مقلدین کرام بنائے، یہ امید تو ان شاء اللہ تعالیٰ القریب الحجب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ حنفیت کو ہدایت ملنے عنادِ حنفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں انہیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریفِ تعصبِ مکابری تحکم کا کیا علاج ہے سو اس کے کہ شر شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتو سل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب اتی اعوذ بک من ہمزات الشیطنین واعوذ بک رب ان یحضر و ۰ وصلى الله تعالى على الهادي الامين الامان المأمون محمد وآله وصحبه الكرام والذين هم بهديهم يهتدون، الحمد لله کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجاہ پانزدہم ماہ رجب المرجب ۱۳۱۳ھ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حجاز البحرین الواقع عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ نام ہوا ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين آمين سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب اليک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۸۷)

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اُس وقت سورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی نہیں، بینوا تو تجربہ۔

الجواب:

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التحیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھنے پایا کہ سورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہو گئی مثلاً جب تک پہلی بار لفظ السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہو گئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ نماز سے باہر کر دیتا ہے الا من علیہ سہو بشرط ان یأتی بالسجود (مگر جس پر سجدہ سہو ہو، بشرطیکہ سجدہ کرے۔ ت) اور اگر طلوع شمس دونوں امر کے بیچ میں ہو یعنی قعدہ بقدر تشہد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قضا نہ رہی۔

در مختار میں ہے: ایسا منافی نماز کہ جس میں نمازی کے

فی الدر المختار: ولو وجد المنافی بلا صناعہ

عمل کو دخل نہ ہو، اگر قعدے سے پہلے پایا جائے تو نماز بالاتفاق باطل ہو جائے گی اور اگر قعدے سے بعد پایا جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک باطل ہو جائے گی، مثلاً فجر کی نماز کے دوران سورج کا طلوع ہو جانا اور یہ نماز نفل نہیں بنتی، ہاں اگر طلوع ہو... الخ اور شامی میں رحمتی سے، اس نے تجنیس سے نقل کیا ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہوا اور کہا "السلام" تو ایک شخص آیا اور "علیکم" کہنے سے پہلے اقتداء کر لی تو وہ اس نماز میں داخل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صرف "السلام" کہنا بھی سلام ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (ت)	قبل القعود بطلت اتفاقاً، ولو بعده بطلت عنده، كطلوع الشمس في الفجر - ولا تنقلب الصلاة نفلاً الا فهماً اذا طلعت¹ او الخ اه ملتقطاً وفي ش عن الرحمتي عن التجنيس: الامام اذا فرغ من صلاته، فلما قال: السلام، جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول: عليكم، لا يصير داخلاً في صلاته، لان هذا سلام؛ الا ترى انه لو اراد ان يسلم على احد في صلاته ساھياً فقال: السلام، ثم علم فسكت، تفسد صلاته²۔

مقتدیوں کو چاہئے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۸) از جبل پور عقب کو توالی مرسلہ مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۳۵ھ حضور پرنور بعد سلام نیاز گزارش ضحہ کبریٰ نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر غلام بھول گیا۔

الجواب:

نور دیدہ سعادت مولانا المکرم جعلہ المولیٰ تعالیٰ کا سلمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت مزاج جناب مولانا المکرم اکرمہم السلام و سلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لئے بھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف و حسبنا المولیٰ الکریم اللطیف جس دن کا ضحہ کبریٰ نکالنا منظور ہو اُس دن کے وقت صبح و وقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں یہ وقت ضحہ کبریٰ ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

¹ دُر مختار باب الاستخلاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۷-۸۸

² رد المحتار باب صفۃ الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۳

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۷۲ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پنجشنبہ بحساب قواعد بشرط رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں: نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲ یعنی تفاوت آیا مثال دوم ۳۰ ماہ مبارک کو انس علیہ السلام^۱، واللہ تعالیٰ اعلم

نیم سحری	۲۶	۳۴	۴
۱۰	۵۳	۲۳	
۵	۲۶	۲۶۲۵=۲۴	۴
۱۱	۲۶	۲۶۰۵=۲۵	۴
۳	۵۱	۵۴	
۱۱	۱۳	۲۹	
۵	۲۳	۱۸	۵
۱۱	۲۳	۱۸	۵

مثال دوم ماہ مبارک کو

انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۹) از ششسرام مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اوّل مدرسہ مذکور ۹ رمضان ۱۳۳۵ھ بحضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خاکسار حضور والا کے قواعد فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سال تمام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ: پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائی، جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں، چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۷۳ منٹ ۲۵ سیکنڈ اور طلوع ۵ بج کر ۴۴ منٹ ۱۹ سیکنڈ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۳۴، اور طلوع ۵ بج کر ۴۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے عشاء کا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی مستخرج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سو اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا میں نے بوجہ موافق الحجتہ ہونے کے عرض بلد اور مہل سے تفریق کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے عمل کیا ہے اور جگہ کیلئے میل کو عرض بلد سے کم

^۱ نوٹ: انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مربوط عبارت اصل مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

الجواب:

ولدی الاعز جلعہ اللہ تعالیٰ کا سسم ظفر الدین اتمین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و میل متفق الجبرۃ ہوں تفاضل لیا جائیگا یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائیگا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض حء ہے اس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل میل کلی الح الر ہے ہی حء الح ہو، نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی حء ہو اس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی حء الح ہو گا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہو گا اور اس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ان کی جیبیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت قاطع عرض ہو گا مثلاً صبح وعشا ہے راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھججتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۸۶۷۸۵۹۲ء ۹۰۱۱ اور وقت عشا ۴۶۳۱۲۴ ت آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۶۱۹۶۸۴۹۲ء ۹۰۱۱ اور وقت عشا ۸۵۶۳۱ ات ایک گھنٹہ دس ۱۰ منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مؤامروہ سے ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور اس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴ء ۳۴ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴ء ۱۰۳۴ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہو گا یہ وقت غروب وہی ہے غروب ۳۱ء ۶۲۶۵۴ طلوع ۷۹ء ۵۳۳۰۵ + ۳۴ء ۱۰۳۴ + ۳۴ء ۱۰۳۴ = ۶۳۷۲۸۵۵ = ۱۳ء ۵۴۳۴۰ جو آپ نے نکالا تین سکند کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا اور میں نے الح حء الرجوب باسقاط خیف ثوانی میل کلی ہے پھر آپ نے بُعد سمتی افق مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا صء حء نالیا ہو گا اور اب میں صء حء لد مر رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکند کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۵۲ آلی جو ۲۳ جون کی تعدیل مر صدی ہے اور ۹ منٹ فصل طول مل کر

۱۰۵۲ اونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پر زائد کسی۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

معدل تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۴۳ اور طلوع ۱۹ ۳۴
اس کا تمام ۲۲۳۵ - تمام غروب ۲۲۳۵
۲۱۴۳ =
نصفہ ۱۰۵۲
یہ منٹ سکند آگے جو تعدیل مرصہ ۲۳ جون کے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳ ۲۶ آیا اور طلوع ۲۴ ۳۳ تو آپ کے
اور یہاں کے محسوب ہیں ۲۱ سکند کا تفاوت ہے غیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں
رکھتا کہ غروب سارے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا پانچ منٹ زیادہ، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے
طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی
کے کرائے میں تعدیل ریلوے ملاوی ظلی میل راس السدطان ۱۹ ۲۶ ۲۴ ۳۴ اس جیب کی قوس تقریباً
۴۵ ہس ہے جس کا وقت + ظلی عرض مدراس ۱۴ ۵۶ ۳۶ ۹۴ الجح + غروب نجومی ۲۵ الجح اور قاتی
طلوع نجومی ۵ لونب | تعدیل بھی

انہوں نے ظاہر دی قیاسی ہے۔ ۵ الجح + لونب
+ ی نیب + ی نیب
= ولولہ = مرصہ
{ غروب
طلوع }
۲۴ ۳۴ ۵
یہ ان کا مشاغلہ ہے۔ ریا وقت مشاغلہ انہوں
نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملا خط ہو۔
وقت حقیقی ۳۶ ۲۶ ۱۰۲۴
+ تعدیل ریلوے ۵۶ ۳۸
سکندوں میں فرق ہے وہیں۔

مؤامرات

مدراس ن ۵۴ - ۲۴ عرض

مرصہ نصف اول

۹۴۳۳۸۹۴۶

نایا ۳۴۴

۲۴ - ۲۴ = ۰

۱۳ - ۲ = ۱۱

۱۰ - ۲۳ = ۱۳

۹۴۳۳۹۳۵۳



۳۱۸

$$\begin{array}{r} 108 \\ 118 - 23 \\ \hline 59 - 11 - 30 \end{array}$$

= نصف اول

$$\begin{array}{r} 28 \quad 28 \quad 30 \\ \hline \end{array}$$

= نصف دوم

$$979329353$$

= صرف نصف اول

$$978665124$$

= دوم

$$7032369$$

= قاطع میل

$$70113930$$

= عرض

$$978592489$$

= لورج

$$1968$$

= لورج

$$808$$

$$973511$$

= لا

$$1072659$$

= + لورج

$$979146$$

$$77134$$

= تحویل

$$4 - 74 - 0$$

= + وقت لورج

$$4 - 74 - 77134$$

= عشاء

$$7 - 13 - 557872$$

= صبح

صرف نصف اول

$$\begin{array}{r} 778880298 \\ 689 \\ \hline 778881087 \end{array}$$

منجہ

$$75750$$

$$1034$$

$$71850$$

$$12750$$

$$75500$$

$$74183$$

صرف نصف دوم

$$978665124$$

$$553$$

منجہ

$$978665124$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لورج} \\ 7 - 34 - 0 \\ 1072659 \\ \text{رفصل} \end{array} \right\}$$

$$90 - 32 - 5471$$

$$8768$$

$$90 - 32 - 5471 = \text{بدرستی افقی مطلق}$$

$$15 - 25764 = \text{نصف قطر اسطرک}$$

$$90 - 50 - 30799 = \text{بدرستی افقی اسطرک}$$

$$10 - 22 - = \text{بدرستی اسطرک پراس}$$

$$2) 101 - 13 - 30799 = \text{مجموعہ}$$

$$50 - 34 - 75500 = \text{نصف اول}$$

Majlis of Dawate Islami

$$\begin{array}{r}
 ۴۸۶ (۴۸۶) \\
 ۴۲۰ \\
 \hline
 ۵۱۸ \\
 ۴۸۰ \\
 \hline
 ۳۸۳ \\
 ۳۶۰ \\
 \hline
 ۲۳ \\
 \hline
 \text{وقت نصف دوم} \\
 ۸۱۰۰۱۴۲ \\
 ۱۱۳۳ \\
 \hline
 ۹۸۱۰۱۳۰۵
 \end{array}
 \quad
 \begin{array}{r}
 ۴۰-۱۳-۳۵۲۹ = \text{نصف دوم} \\
 ۹۸۸۸۱۰۸۴ = \text{نصف اول} \\
 ۹۸۸۱۰۱۳۰۵ = \text{نصف دوم} \\
 ۲۰۳۴۳۴۶ = \text{قسط میل} \\
 ۲۰۱۱۳۹۳۰ = \text{عرض} \\
 ۲۴۴۰۶۹۵ = \text{لوریل} \\
 ۶۹۵۱۳ = \text{لوریل} \\
 ۱۱۸۱ \\
 ۹۸۵۱۵۹ = \text{لا} \\
 ۱۰۸۱۰۸۱ = \text{+ لوفضل} \\
 ۹۸۶۲۴۰ \\
 ۳۰۸ = \text{تحریل} \\
 ۶-۲۶-۵۰ = \text{وقت لوریل} \\
 ۶-۲۶-۵۳۳۰۸ = \text{غروب} \\
 ۵-۳۲-۵۴۹۲ = \text{طلوع}
 \end{array}$$

مسئلہ (۲۹۱ و ۲۹۰) از شہر جامع مسجد مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام

شخصے در نماز فجر بود کہ ناگاہ بشنید کہ گوئندہ میگفت کہ آفتاب برآمد الحال ایں کس در نماز است نماز را بگذار باز واپس اعاده کند یا سلام بدہد بعد از طلوع	کوئی آدمی فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "سورج نکل آیا ہے" اب یہ آدمی جو فی الحال نماز میں ہے اپنی نماز پوری کر کے اس کا اعادہ کرے یا

آفتاب بخواند، بینوا توجروا۔	سلام پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب:

نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل در یابد اعاده نماید ایں زمان بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع بانگ برآرند کہ آفتاب برآمد و الله تعالیٰ اعلم۔	نماز پوری کرے، بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ سورج نکلنے والی بات درست تھی تو اعاده کرے۔ آج کل اکثر لوگ وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہونے پر شور مچا دیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
سوال دوم: چه میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را ایں قدر تاخیر میکنند کہ از برآمدن آفتاب پنج دقیقه یا ده دقیقه مہماند کہ سلام میدہایں طور نماز بغیر کراہت ادا میشود یا نہ، بینوا توجروا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا یہ نماز بغیر کراہت کے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب:

در بحر الرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر وقت ظہر اول تا آخر پنج کراہت ندارد یعنی بخلاف باقی اوقات کہ آخر آنها مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاه کافی دارد بایں طور نماز او بلاشبہ بے کراہت است کہ بُوئے از کراہت ندارد، واللہ تعالیٰ اعلم۔	البحر الرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے اوقات میں اول سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے بخلاف باقی اوقات کے کہ وہ آخر میں مکروہ ہو جاتے ہیں، اس لئے جو شخص وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو اس کی نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۹۶ تا ۲۹۷) از جڑودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے؟

(۲) ظہر کا اول وقت کے بجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کسے بجے سے کسے بجے تک رہتا ہے اور جماعت کے بجے ہونا چاہئے

موسم گرم اور موسم سرما کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

کیا ہیں؟

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے، جماعت کے بجے ہونا چاہئے؟

(۴) جس جگہ اُفق نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے؟

الجواب

(۱) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۴ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے، جب اُفق صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ کچھلی کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہوگا اور بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ تعدیل ایام و اختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل بیت نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جواز تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم خوت تک سرما مگر یہ یہاں کہ فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ٹکٹ مارچ تک سرما سمجھنا چاہئے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ ابر تقییل چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاصلہ نہیں، مغرب کا

وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

از موضع سراں ڈاک خانہ بشندور تحصیل ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۷ اشعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیان حضرت احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ کے بعد بہزار آداب التماس کہ یم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام اعظم اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مفصلہ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر تحقیق عمیق و تدقیق مابین ارشاد فرمادیں عند اللہ ماجور ہوں گے اما مسئلہ اولیٰ فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس سے بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدخول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی نہیں ہوتا آپ تحریر فرمائیں کہ بارہ ۱۲ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ، پھر جب سایہ بڑھنے میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہیرہ نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھانے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ، اور سایہ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ شناخت ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل زوال یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی بوقت دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے پس عصر کے واسطے مقیاس کی بنیاد سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر دو چند کیا جائے فرائد سنہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصلی کو چھوڑ کر دو چند کیا جائے۔ عبارت فرائد سنہ کی یہ ہے۔

فی الزوال کی پہچان۔ زوال سے پہلے ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں نصب کی جائے تو اس کا سایہ کم ہوتا جائیگا، جب سایہ ٹھہر جائے اور گھٹے بڑھے نہ تو یہ قیام ظہیرہ کا وقت ہے۔ جب بڑھنے لگے تو سورج کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اب جہاں سے بڑھنے کا آغاز ہوا ہے وہاں ایک لکیر بطور نشانی لگا دو، اس لکیر سے لکڑی تک جو سایہ ہے یہ فی الزوال ہے، جب لکڑی کا سایہ اس کی ایک مثل یا دو مثل ہو جائے یعنی لکیر سے، نہ کہ لکڑی کی جڑ سے، تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا اور عصر کا وقت داخل ہو جائے گا اور زوال کا سایہ شمالی کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

معرفة فیئ الزوال یغرز خشبة مستویة فی ارض مستویة قبل الزوال فالظل ینقص فاذا وقف لم ینقص ولم یزد فهو قیام الظہیرة فاذا اخذ فی الزیادة فقد زالت الشمس فخط علی راس الزیادة خطا فیکون من راس الخط الی العود فیئ الزوال فاذا صار ظل العود مثله او مثلیه من راس الخط لا من موضع غرز العود خرج وقت الظہر ودخل وقت العصر و فیئ الزوال یکون الی الشمال¹۔

اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں ان کو بنور سواد منور فرماؤ۔

الجواب:

نصف النہار فی الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فرامد سنیہ سے نقل کی ہموار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطہ شمال کی جانب ہو گا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فی الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اُسے ف الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کا نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب سایہ لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کمپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانب قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہو اب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فی الزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک نقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اُس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو اُس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارہ ۱۲ سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلد کی وقت سے دوپہر کبھی سو بارہ ۱۲ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسط ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس ۴۹ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہو گا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقت ظہر ہو جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۸) از مرنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خان مرحوم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقات نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب:

حدیث میں سنتِ اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا: "رُوئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔" نمازوں کے لئے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طہیین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ صفر ۱۳۳۸ھ

مسئلہ (۲۹۹) از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ۲۰ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس ۲۰ منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود و قعود کہ وہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سہ گئے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب:

اذانِ مغرب میں بلاوجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ نخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمانوں کا فعل حتی الامکان محملِ حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گنہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم (۳۰۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبیلہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۱) از موضع باکڑی ضلع گورگانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئلہ محمد یسین خان ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ
علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے، فقط۔

الجواب الملقوظ:

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے اُن کو چاہئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں، وھو تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۳۰۲) از بے پور بیرون اجمیری دروازہ، کوٹھی حاجی عبدالواجد علی خان مسئلہ حامد حسن قادری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحساب دھوپ گھڑی قریب سو اسات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اُسے قرائن صحیحہ سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما دَلّ علیہ حدیث انزل فاجدح لنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ فاصلے باختلافِ عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان میں کم از کم ایک گھنٹا ۱۸ منٹ کا فاصلہ ہے سواست پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سواست کے قریب غروب ہوتا ہے اذانِ مغرب وعشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہو جاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹا چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہبِ صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نمازِ عشا زروئے مذہبِ حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۳) چہ میفرماید علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت اویکمان ست یا صرف در نماز فرض، بینوا تو جبروا۔	کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو فرائض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرضی نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا تو جبروا۔ (ت)

الجواب:

تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقاً حتی صلاۃ الجنائزۃ و رکوع و سجود و قرات و قعود در ہر نماز مطلق اگرچہ نافلہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و نیز در سنت فجر علی الاصح و خروج بصر خود علی تحریح البروعی بخلاف الکرخی ایمنہ فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جاشرط است ائرس رائتکبیر و قرات و مریض مؤمی رابر رکوع و سجود تکلیف نہ ہند و فی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلانیۃ الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدبته الركوع ییشیر براسه للركوع لانه عاجز مما هو اعلی ^۱ اھواللہ تعالیٰ اعلم۔	تکبیر تحریمہ، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرات اور قعود (نماز جنازہ کے علاوہ) ہر نماز میں، خواہ نقلی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا بروعی کی تحریح بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا بروعی کی تحریح کے مطابق، کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرائض ہیں اور تعدیل ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گوٹکا تکبیر و قرات کا اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع و سجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کُبرے کا کُبر اپن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

^۱ مرقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب شروط الصلوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵

مسئلہ (۳۰۴) نہار عربی و شرعی میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عربی طلوع مرئی کنارہ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے

واحتزت بذلك عن النهار النجومی فانه من انطباق مركز الشمس على دائرة الافق من قبل المشرق الى انطباقه عليها في جهة المغرب، فيكون العرفی اكبر من النجومی ابداً بقدر ما يطلع نصف كرة الشمس ويغرب النصف كما لا يخفى، ويقدر ما يقتضيه الانكسار الافقى في الجانبين، وهو قدر اربع وثلاثين دقيقه من دقائق فلك البروج، في كل جانب۔	اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے پر ختم ہوتی ہے تو نہار عربی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تقاضے کے اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلك بروج کے دقیقوں میں سے چونتیس ۳۴ دقیقوں کے برابر ہوتا ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل حمل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ^۱ بجے نکلا اور چھ^۱ بجے چودہ^{۱۲} منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صادق چمکی تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۳ ۱/۲) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ^۱ گھنٹے سینتالیس^{۲۵} منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۴ ۳/۴) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو ضحہ کبری کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روزِ تحویل حمل یعنی بیس^{۲۰} اکیس^{۱۱} مارچ کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس^{۳۴} منٹ کا وقت استواء ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ ظاہر کہ یہ مقداریں اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیں گی، یہ قول ائمہ خوارج کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا، والمختار میں ہے:

عزافی القہستانی، القول بأن المراد انتصاف النهار العرفی، الى ائمة	قسمتانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عربی کا انتصاف ہے، ائمہ ماوراءالنہر کی طرف منسوب کیا ہے اور

اس قول کو کہ نہار شرعی کا انتصاف مراد ہے، یعنی ضحوة کبریٰ زوال تک،ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے اور یہاں کچھ اور بحثیں ہیں جنہیں ہم کسی اور تحریر میں بیان کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماوراء النهر،وبان المراد انتصاف النهار الشرعی،وهو الضحوة الکبریٰ الی الزوال،الی ائمة خوارزم^۱ وههنا ابحاث سنوردها ان شاء الله تعالى فی غیر هذا التحریر ع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۰۵) مسئلہ حافظ علی بخش ساکن قصبہ اتولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) ۱۴/ اگست کو دھوپ گھڑی سے انج کر ۱۷ منٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۳۳ منٹ سے ضحوة کبریٰ شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوة کبریٰ سے لے کر حقیقی نصف النهار تک کوئی نماز مثل عیدیں و جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجے میں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائے گا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوة کبریٰ سے نصف النهار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں، ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتا دیہا کما وجبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی زوال آنے پر پھر کہی جائے کیا ہو حکم کل اذان قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نومنت زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہ بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظة التي فبدلناہ بالتحریر ۱۲ مصحح الفقیر حامد رضا خان غفرلہ

^۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۷۱ھ

میں ۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے زوال ہے، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۲ بج کر ۲۶ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) مسئلہ عبداللہ دکاندار مقام درو ضلع غنی تال روزہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ:

(۱) صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے لفظوں میں شک رہتا ہے اور بارہ "مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگادیتے تاکہ تسکین ہو۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھنٹا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھنٹا شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انہیں ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۵ منٹ۔

(۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۷) مسئلہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیور ضلع بھاگل پور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے، بینوا اتوجروا۔

الجواب: عادت کریمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لئے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں، اول کہ وہ امام معین ہو، دوم عالم دین، سوم حاکم اسلام، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنجم سربر آوردہ شریعہ جس کا انتظار نہ کرنے سے اسے ڈاکا خوف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۸) از مقام آہور ملک مارواڑ متصل آیر پتور اپیر محمد امیر الدین، روزیک شنبہ بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ نماز عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یازبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:

بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یا دیر، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقتِ کراہت آئے اُس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکار الہیہ کسی جائیں کہ آفتاب نکلے اور ڈوبے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۹) بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے مگر جب عصر میں وقتِ کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ، دُر مختار میں ہے:

مکروہ تحریمی ہے اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو۔ بوقتِ طلوع، استواء اور غروب۔ (ت)	وکرہ تحریمياً، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاة مطلقاً، ولو قضاء او واجبة او نفلا او علی جنازة وسجدة تلاوة وسهو، مع شروق واستواء وغروب

¹

ردالمحتار میں ہے:

نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت)	یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاة، فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ ² ھ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ در مختار کتاب الصلوٰۃ یتب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱

² ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب طلوع الشمس من مغربہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۳۷۳

مسئلہ (۳۱۰) از سہادر ضلع ایٹہ مسئلہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اُس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔

(۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۱) مسئلہ منشی عبدالرحمن صاحب اعظمی از ریاست بے پور گھاٹ دروازہ ۲۳ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہئے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر کتنے منٹ طلوع آفتاب کو باقی رہنا چاہئیں: مفصل طور پر بیان فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب:

آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کمانی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہوا افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر^۱ (فجر کو خوب روشن کرو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ ت) مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۲) مرسلہ ولی احمد قلعی گمرانی کھیت صدر بازار ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیکم کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ۝

^۱ مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبائے دہلی ص ۶۱

الجواب:

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایہ اصل کے سوا دوشل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۳ بج کر چالیس^{۲۰} منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۷ منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس^{۲۰} منٹ پہلے وقتِ کراہت شروع ہو جاتا ہے، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ^{۲۰} منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۳) ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ناجائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا^۱ (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا والہ بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس فی النوم تغریط انما التغریط فی الیقظة ان تؤخر صلاة حتی یدخل وقت صلاة اخرى ^۲ ۔	سونے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسرے نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہِ رسالت پناہ ہم رکاب نبوت مآب رہا کرتے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاب کے لئے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء ملا کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اُس جناب

^۱ القرآن ۱۰۳/۴

^۲ مسند احمد بن حنبل مسانید ابن ابی قتادة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰۵/۵

سے ہے: قال ما رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها الا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها¹۔ وفي لفظ للنسائي كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها الا بجمع وعرفات²۔ سيدنا امام محمد موطا شريف میں بسند صحیح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: انه كتب في الافاق بينها هم ان يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم ان الجمع بين الصلاتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر³ (یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا ہے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے پاس جمع حقیقی پر قرآن و حدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اُس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض و مسافر کے لئے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً کو نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہو سکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح و صریح مفسر اُن کے ہاتھ میں اصلاً نہیں جو نہ تعالیٰ اس کا نہایت ثانی و وافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلاتین^{۳۱۳} میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے وبالله سببخنه وتعالى اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معکسر بنگلور مولانا مولوی جناب مولوی احمد رضا خان صاحب قادری الخفی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والظاکم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطرلاب اپنے سامنے رکھے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کر کے اصطرلاب پر شاقول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کر کے ایسا ایک ہی کامل محنت کر کے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ اس سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ^۳

¹ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس لصلاة الصبح مطبوعه اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

² سنن النسائی الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ، مطبوعہ، سلفیہ لاہور، ۳۹/۲

³ موطا امام محمد، باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس مجتہدانی لاہور ص ۱۳۲

درجہ پر واقع ہے اور یہ معکسر بنگور دو سو سترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۱۵ لحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو^۲ لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہر گز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ^۳ درجہ پر ہے، بینواتوجروا۔

الجواب:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدّم و تاخّر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جز میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جز مذکور میں سات بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزیاد و تنقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النهار و مطالع البروج و قوس النهار و قوس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انخفاض و غیر ہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے متبدل ہو جاتے ہیں مدراس بنگور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے، مدراس تیرہ^۳ درجے ۵ دقیقہ ہے اور بنگور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ^۲ درجے اُسٹھ^{۵۹} دقیقہ اور علی قول آخر ۱۲ درجے ۵۵ دقیقہ پر ہے۔ یہ چھ^۱ یا دس^{۱۰} دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۲۸ درجے ۲۱ دقیقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کچھ بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوئی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علمائے نزدیک مردوں کو دو اٹا ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سو ایوم الخ کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے صرح بہ فی عامۃ کتبہم (فقہا کی عامہ کتب میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث صریحہ معتبرہ دارد، ترمذی ابو داؤد و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر¹ (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے)

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی: فکلما اسفرتہ بالفجر فانه اعظم للاجر²۔ ولفظ ابن حبان: کلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم لاجورکم³ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کرو گے ثواب زیادہ پائو گے اور طبرانی وابن عدی نے انہی صحابی سے روایت کیا:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لبلال: يا بلال! اناد بصلاة الصبح حتى يبصر القوم مواقع نبلهم من الاسفار ⁴ ۔	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے۔

اور پُر ظاہر کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی، ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على شيء، كما اجتمعوا على التنوير ⁵ ۔	اصحاب رسول صلى الله تعالى عليه وسلم نے ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفار پر۔

حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کی تشریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقتِ عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا:

ان هاتين الصلاتين حولتا عن وقتيهما في هذا المكان⁶ (یعنی یہ دونوں

¹ مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۱، جامع الترمذی ماجاء بالاسفار بالفجر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲۲/۱

² المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رافع بن خدیج مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۵۱/۴

³ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ حدیث ۱۳۸۷، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲۳/۴

⁴ مجمع الزوائد باب وقت صلاۃ الصبح مطبوعہ دار الکتب بیروت ۳۱۶/۱

⁵ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی ای وقت ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۶/۱

⁶ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ متی یصلی الفجر مجمع مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۸/۱

نمازیں اپنے وقت سے پھر دی گئیں اس مکان میں (بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے: صلی الفجر قبل وقتہا بغسل^۱ صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے معمر احادیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معبود مقصود ہے وہو المطلوب، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضور و سفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لئے استیذان معاف تھا کل ذلک ثابت بالا حدیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت) تو ان کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے، اس مضمون کا مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لئے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبیر و ضعیف و مریض حاجتمند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شکی ہوئے، ارشاد ہوا:

یا معاذ! افتنان انت؟ یا معاذ! افتنان انت؟ قالہ ثلثاً ^۲ اھ۔	اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ کہی۔ (ت)

اور اوّل وقت نماز کی فضیلت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم و اقدم ہے آخر نہ دیکھا کہ تطویل قرأت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے معمر نماز فجر کے بعد تا با شراق ذکر الہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے، بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اوّل تغلیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حلوانی و قاضی امام ابو علی نسفی وغیرہ عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقرات مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدیث پر متنبہ ہو تو وضو کر کے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کہلئے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالا جماع مکروہ،

^۱ صحیح مسلم باب استحباب التغلیس بصلوٰۃ الصبح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷

^۲ صحیح مسلم، باب قراۃ فی العشاء، بصلوٰۃ الصبح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۸

ففي غنية المستمل للعلامة الحلبي اثر عن البدائع وحده (يعني التغليس) مادام في النصف الاول من الوقت. وفيها. عن الفتاوى الخانية. وحد التنوير مآقال شمس الائمة الحلواني والقاضي الامام ابو على النسفي: انه يبدأ الصلوة بعد انتشار البياض في وقت لوصلي الفجر بقراءة مسنونة مابين اربعين آية الى ستين آية. ويرتل القراءة فاذا فرغ	غنية المستملی میں علامہ حلبی نے بدائع سے یہ اثر نقل کیا ہے کہ اس کی مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ وقت فجر کے پہلے نصف تک۔ اسی میں فتاویٰ خانہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوانی اور قاضی امام ابو علی نسفی کے بقول تنویر کی مقدار یہ ہے کہ نماز سفیدی پھیلنے کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قراۃ مسنونہ سے پڑھے، اور جب نماز سے فارغ ہو تو یاد آئے کہ طہارت میں سہو ہو گیا تھا تو (اتنا وقت باقی ہو کہ) وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز پڑھ سکے، جیسا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا تھا۔ محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے مطابق ہے۔ انتہی۔
من الصلاة. ثم ظهر له سهو في طهارته. بمكنه ان يتوضأ ويعيد الصلاة قبل طلوع الشمس. كما فعل ابوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما. وعلى هذا. ما في محيط رضي الدين والخلاصة والكافي وغيرها¹؛ انتهی قلت: ومثله في فتاوى قاضى خان، ونحوه في الفتاوى العالمگیرية عن التبیین۔ وقيل: يؤخرها جداً لان الفساد موهوم فلم يترك المستحب	میں نے کہا، اسی کے مطابق فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے اور عالمگیری میں بھی تبیین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے بعد طہارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آتا اور اس طرح) نماز کا فاسد ہونا، محض فرضی صورت ہے،

¹ التعلیق المجلج لما فی منیة المصلی مع منیة المصلی، شرط خامس الوقت، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

نوٹ: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقی غنیۃ المستملیٰ فرما کر منیۃ المصلیٰ کی شرح حلبی کبیر کی طرف اشارہ کیا ہے، فقیر نے حلبی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں مل سکی، ہو سکتا ہے کاتب کی غلطی سے غنیۃ المستملیٰ لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ المجلیٰ ہو، کیونکہ التعلیق المجلیٰ جو منیۃ المصلیٰ کی شرح پر ایک حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ المجلیٰ کے حوالہ سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ المجلیٰ بھی اس وقت دستیاب نہیں۔ اسی لئے التعلیق المجلیٰ سے حوالہ نقل کیا ہے۔ (نذیر احمد سعیدی)

اس لئے اس کی وجہ سے مستحب (تنویر) کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تنویر ہونی چاہئے کہ تیر گرنے کی جگہ نظر آسکے۔ پھر جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے۔ یہ خیال رکھے اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک ہونے لگے۔ انتہی لمخض۔ اور بحر الرائق میں ہے علماء نے کہا ہے کہ اتنی تنویر کرے کہ اگر (نماز کے بعد) نماز کے فاسد ہونے کا پتہ چلے تو قرأتِ مستحبہ کے ساتھ اسی وقت میں لوٹا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ بہت تاخیر کرے کیونکہ (اس طرح نماز کا) فاسد ہونا ایک مفروضہ ہے، اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (کتاب سے مراد کنز ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے اور کوئی قید نہیں لگائی) لیکن اتنی تاخیر بہر حال نہ کرے کہ سورج چڑھ جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ تنویر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں پڑھے، لیکن واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر نہ کرے۔ اور مبتغی میں ہے کہ عورت کے لئے صبح میں تغلیس بہتر ہے، اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جماعت سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ انتہی مافی البحر۔ اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ صبح

لاجلہ۔ وقیل: حدہ ان یری مواضع النبل۔ ثم کما فی محیط رضی الدین وغیرہ، لایؤخرها تأخیرا یقع الشک فی طلوع الشمس^۱۔ انتھی ملخصاً۔ وفی البحر الرائق، قالوا: یتسفر بها بحیث لو ظهر فساد صلاته ہمکنہ ان یعیدھا فی الوقت، بقرأة مستحبة۔ وقیل: یؤخرها جدا، لان الفساد موہوم فلا یتروک المستحب لاجلہ۔ وهو ظاہر اطلاق کتاب (یعنی الكنز، حیث قال: وندب تأخیر الفجر، ولم یقید بشیء) لکن لایؤخرها بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس۔ وفی السراج الوہاج: حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی، ولا یخفی ان الحاج بمزدلفۃ لایؤخرها۔ وفی المبتغی، بالغین المعجبة، الافضل للمرأة فی الفجر الغسل، وفی غیرھا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعة^۲۔ انتھی مافی البحر۔ وفی الدر المختار: والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر بأسفار والختم به، هو المختار، بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد۔ وقیل: یؤخر جدا، لان الفساد موہوم، الاحاج بمزدلفۃ۔

^۱ تعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی، شرط خامس الوقت، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

^۲ البحر الرائق کتاب الصلوۃ مطبوعہ انجاء سید کمپنی کراچی ۱/۷۴۷

کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں کرے۔ یہی مختار ہے، اس طرح کہ اس میں چالیس ۴۰ آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتہ چلے تو وضو کر کے لوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت مؤخر کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا موہوم ہے، البتہ مزدلفہ میں حاجی کسے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لئے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (ت)	فالتغلیس افضل، کبراً مطلقاً ^۱ ۔

اُس شخص کا اول وقت اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالف سنت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے، آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر، مینواتوجروا۔

الجواب:

موسم گرما میں ظہر کا ابراد کر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح ہے اور اول وقت میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول۔ حضور فرماتے ہیں:

اذا اشتد الحر فأبردوا بالظھر، فان شدّة الحرّ من فيج جهنم ^۲ ۔ متفق علیہ۔	جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدّت گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے۔

اور بخاری و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان الحر ابرد الصلاة واذا كان البرد عجل ^۳ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجل فرماتے۔

اور بخاری مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال:

اذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	یعنی مؤذن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۰/۱

^۲ صحیح مسلم استیعاب الاراد بالظہر فی شدۃ الحر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲۲۴/۱

^۳ سنن النسائی تعجل الظہر فی البرد مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۵۸/۱

الظهر، فقال: ابرد، ابرد، اوقال: انتظر، انتظر، وق ال: شدّة الحرّ من فيح جهنّم، فاذا اشتد الحر فا بردوا عن الصلاة۔ حتی رأینا فیعی التلول ¹ ۔	دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا: انتظار کر، انتظار کر، اور فرمایا، حتی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے:

کنامع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر فأراد المؤذن ان یؤذن الظهر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأینا فیعی التلول ² الحدیث۔	ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا: ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا بھی حکم فرمانا وارد ہوا وقت و مسلم ثقہ
فزیادۃ مقبولة (میں نے کہا مسلم ثقہ ہے اس لئے اس کا اضافہ مقبول ہے۔ ت)

اقول: اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہئے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم
ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم
آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوئی ہوگی۔ علما
فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا۔ بخلاف اشیائے مستطیلہ مانند
منار و دیوار وغیرہا، امام ہمام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں
ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے ابو داؤد و نسائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

قال: کان قدر صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الظهر في الصيف، ثلاثة اقدم	گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم

¹ سنن ابی داؤد وقت صلوٰۃ الظهر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸

² سنن ابی داؤد وقت صلوٰۃ الظهر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پُر نور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایہ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب سمت الہر اس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا، یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی،

ابوداؤد و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے جتنا ہو گیا، الحدیث۔ اور بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے کہ جن لوہ زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، مگر سال کے سب سے طویل دن میں مکہ اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اھ۔ میں کہتا ہوں: یوں لگتا ہے کہ صاحب مبسوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ تھوڑا ہونا لیا ہے، ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میل کلی سے ایک درجہ اور تینتیس دقیقہ زائد ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ اور مکہ کا عرض "کامحہ" ہے جو میل اعظم سے ایک درجہ اور سینتالیس دقیقہ کم ہے، اس لئے سب سے طویل دن میں

اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: امنی جبریل عند البیت مرتین، فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وكانت قدر الشراك²، الحدیث۔ وفي البحر الرائق عن المبسوط، واعلم ان لكل شیء ظلًا وقت الزوال الالبكة والمدینة فی اطول ایام السنة، لان الشمس فیہا تأخذ الحیطان الاربعة³ اھ اقول: وکانہ رحمہ اللہ، اطلق العدم واراد القلة، والا فالمدینة الطیبة عرضہا "الہ" حہ "زائد ا علی الميل کلی بدرجۃ وثلث وثلثین دقیقه، فکیف یعدم فیہا الظل؟ ومکہ عرضہا "کامحہ" اقل من الميل الاعظم بدرجۃ وسبع واربعین دقیقه، فلا یعدم فیہا الظل

¹ سنن النسائی باب الابراہ بالظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۹

² سنن ابی داؤد باب المواقیات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۶

³ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ انجیم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

وہاں سایہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ جنوبی طرف ہوتا ہے۔ معدوم ہونے کا وقت وہ ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں (یعنی جب آفتاب سمت الراس پر گزرے)۔ (ت)	فی اطول الایام؛ بل یکون جنوبیاً، وانما ینعدم حیث ذکرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور حد ابراد فضل شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باحادیث سیدنا ابی ذر و سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے سائے میں مسجد تک چلا آئے فی الدار المختار و تاخیر الصیف بحیث یشی فی الظل^۱ اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ ایک مثل کو پہنچے ادا کرے حیث قال وحدہ ان یصلی قبل المثل^۲ شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں امام کے نزدیک دو^۳ مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ظہر میں ابراد کا حکم ہے اور حرین شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین اشتداد گرمی کا وقت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



^۱ دُر مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۴۰۱ھ

^۲ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۴ھ

فصل فی اماکن الصلوة

مسئلہ (۳۱۷) از مقام چیئر گرھ علاقہ اوپور مسئلہ مولوی عبدالکریم صاحب بنارخ ۱۶ ربیع الاول شریف بروز سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دور دور تک زمین تراور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچھا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ ور کو ع سے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کر کے سوال کرنا وبال لانا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دینا ہے، حدیث میں ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)
نفل المسائل ¹ ۔	

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ²	(اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ ت)

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ^۱ (جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔ ت) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ^۲ (اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔ ت) نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۸) مسئلہ محمد خان نمبردار بڑودہ ڈاک خانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یک شنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عید گاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اتر جنگل اوسر بمملکت خود میں نے ایک چوتھرہ خام واسطے عید گاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہاء الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اوسر میں جگہ عید گاہ و متصل چوتھرہ عید گاہ اہل ہنود کے مُردے جلا کرتے تھے جب چوتھرہ عید گاہ قائم ہو گیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کر دیے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مُردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب :

اگر چوتھرہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مُردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اُس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی نجاستیں تھیں کھود کر پھینکوا دی پھر اُس زمین ہی کو نماز کے لئے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی کما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹) مسئلہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسماعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چوتھرہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عید گاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطی و گنہ گار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

^۱ القرآن ۱۶/۶۳

^۲ القرآن ۸۸/۲۲

^۳ صحیح البخاری باب بل۔ نبش قبور مشرکین الجالبیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۱/۱

چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عید گاہ پختہ بنوانا شروع کر دی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے، بینواتو جروا۔

الجواب :

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) از ندی پار بنی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی

محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد نامولوی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضحہ رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پیئے اس میں نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ جائے نماز برابر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اُس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینواتو جروا۔

الجواب :

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر حکم احادیث صحیحہ لعنت الہی اترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم شموذ کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بھگت الہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوری کا ہو کہ فساد فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوایں شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماوای ہے

کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چار پائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اُس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا منہ ہو جائے، دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو المسألة فی رد المحتار عن الغنیة والوجه الاول مما زدته (یہ مسئلہ در مختار میں غنیہ سے منقول ہے اور پہلی وجہ کا میں نے اضافہ کیا ہے) (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱) از موضع منڈپور تھانہ ڈاکخانہ میر گنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اس کی اجازت صریح کے گنہگار ہوگا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، پونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر اُن پر تخت رکھ لیے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بُنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نچانہ جھکے، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) از مین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور اذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اُس کا دینا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اس سے زائد نہ دے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چار پائی ہو یا زمین پر رکھا ہوا گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ ان لایتسفل بالتسفل، فحینئذ جاز سجودہ علیہ ¹ ۔	اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

تفسیرہ، ان المساجد لوبالغ لایتسفل رأسہ ابلغ من ذلک، فصح علی ظنفسہ وحصیر وحنطة وشعیر وسریر وعجلة انکانت علی الارض ² ۔	اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے کرنا چاہے تو نہ کر سکے، اس لئے دبیز کپڑے پر، پھوڑی پر، گندم پر، جھوپر، تخت پر اور گاڑی پر اگر وہ زمین پر کھڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے۔ (ت)

نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزئیہ ہے زبان عرب میں سریر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لایخفی علی من طالع الاحادیث الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۳) از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ جناب سید فخر الحسن صاحب نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیر آباد۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسائل:

(۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد الا المقبورة اھ تحریر فرمایا ہے:

اما مقبرہ از جہت آنکہ غالب دروے قذرات و اختلاط تربت اوست بانچہ جدا میگردد از مردہا ز نجاست و اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس بیچہا بکے نیست و کراہتے نہ و بعض برانند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است مطلقاً از جہت ظاہر ایں حدیث ³ ۔	قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی مردوں سے برآمد ہونے والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں بہر صورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر۔ (ت)

اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے: "حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس

¹ غنیۃ المستملی الخ المس من فرائض الصلوٰۃ السجدۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۹

² ردالمحتار فصل فی تالیف الصلوٰۃ الخ انتہائنا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

³ اشعۃ المعات باب المساجد الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۱۱ھ

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور خفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر دہانے یا بائیں جانب ہو تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے، اور شافعیہ کے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے، تو یہ صحیح نہیں¹ ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لفظ عمل علمائے خفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کے زور دار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے خفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے خفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں فرماتے ہیں

اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس بیچ بالکے نیست و کراہت نہ۔	اگر جگہ پاک و ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالہ کتب فقہ خفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از روئے دلیل نفی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کردئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چار مقامات متذکرہ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔

(۳) بموجب فتویٰ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر یمیناً و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا

¹ فتاویٰ عزیزی الصلوٰۃ فی المقابر کتب خانہ رحیمیہ یوپی (بھارت) ۱۰/۲

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قولِ اصح اور موافق عمل حضراتِ علمائے حنفیہ ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب:

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، علمگیری میں ہے:

یَا ثَمَّ بَوِطَ الْقُبُورُ لَانْ سَقْفَ الْقَبْرِ حَقَّ الْمَيِّتِ ¹	قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت
اَوْ قَدْ حَقَّقْنَا فِي اهْلَاكِ الْوَهَابِيِّينَ ²	میت کا حق ہے اہ اور اس کی تحقیق ہم نے اہلک الوہابیین میں کی ہے۔ (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پر ہے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہبِ اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرہا۔ مجتبیٰ۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

يَكْرَهُ اَنْ يَطَّأَ الْقَبْرَ اَوْ يَجْلِسَ اَوْ يَنَامَ عَلَيْهِ اَوْ يَصِلِيَ عَلَيْهِ اَوْ يَلِيَهُ ³	مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔ (ت)

جناز حلیہ پھر جناز رد المحتار میں ہے:

تَكَرُّهُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَالْيَهُ لَوْ رُوِيَ عَنْ ذَلِكَ ⁴	قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

² واضح رہے کہ "اہلک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین" فتاویٰ رضویہ کے اس مقام کے مترجم قاضی عبدالدائم دائم کے نانا جان قاضی محمد عمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افادات کا اضافہ فرمایا ہے۔ (دائم)

³ فتح المعین علی شرح الکنز، فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۲/۱

⁴ رد المحتار مطلب فی القراءۃ للمیت وابداء ثوابہا لمطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۶۷

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

انکان بینہ وبين القبر مقدار مالوکان فی الصلاة ویمز انسان لایکرہ۔ فہنا ایضاً لایکرہ۔ کذا فی التتارخانیۃ ¹ ۔	اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح تترخانہ میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

ولایفسدہا مروراً فی الصحراء او بمسجد کبیر بموضع سجودہ، فی الاصح، او مروءہ بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت ومسجد صغیر، فانہ کبقعة واحدة؛ وان اثم المار ² ھ۔	اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلہ والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو فاسد نہیں گزرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں، جامع المصنعات پھر جامع الرموز پھر طحاوی علی مرقا الفلاح ورد المختار علی
الدر المختار میں ہے:

لا تکرہ الصلاة الی جهة قبر الا اذا کان بین یدیه، بحیث لو صلی صلاة الخاشعین وقع بصرہ علیہ ³ ۔	قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے۔ (ت)

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین
علیہا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت
کی ہے۔) تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن الملک: انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلاة فیہا استننا بسنة اليهود۔ ھ	ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۱۷ھ

² الدر المختار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

³ رد المختار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۸۳ھ

وقيد "عليها" يفيد ان اتخاذ المساجد بجنبها لابس به۔ ويدل عليه قوله عليه السلام: لعن الله اليهود والنصارى، الذين اتخذوا قبور انبياءهم وصلحهم مساجد¹۔ اه	طریقے کی پیروی ہے۔ اہ اور "قبروں پر" کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر "قبروں کے پاس" مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواح طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

كانت اليهود والنصارى يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها. فقد اتخذوها واثناناً. فلذلك لعنهم، ومنع المسلمين عن مثل ذلك. اما من اتخذ مسجداً في جوار صالح، او صلى في مقبرة، وقصد الاستظهاً بروحه، او ووصل اثر ما من اثر عبادته اليه، لا للتعظيم له، والتوجه نحوه، فلا حرج عليه؛ الا ترى ان مرقداً لسبعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلي لصلاته²۔	یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔ (ت)

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲۱۹/۲

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲۰۲/۲

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله يهجو الله تعالى يهود و نصارى پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بُت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسلعل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (ت)	لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد۔ كانوا يجعلونها قبله، يسجدون اليها في الصلاة، كالوشن، واما من اتخذ مسجدا في جوار صالح، او صلى في مقبرة، قاصدا به الاستظهار بروحه، او وصول اثر مامن اثار عبادته اليه، لا التوجه نحوه والتعظيم له، فلا حرج فيه؛ الا يرى ان مرقد اسلعل في الحجر في المسجد الحرام والصلوة فيه افضل¹۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا (ت)	من اتخذ مسجدا في جوار صالح وقصد التبرك بقرب منه، لا التعظيم ولا التوجه اليه، فلا يدخل في الوعيد المذكور² ھ

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبيائهم مساجد فرماتے ہیں:

اس کی دو وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف	هو مخرج على وجهين، احدهما، انهم كانوا يسجدون بقبور الانبياء تعظيما لهم وقصدا للعبادة في ذلك۔ وثانيهما، انهم كانوا يتحرون الصلوة في مدافن الانبياء والتوجه

¹ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نوکسور لکھنؤ ۱۰۴/۳

² ارشاد الساری باب جواز الدفن باللیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۳۸۸

منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لئے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کس نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرک خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اہ مختصراً (ت)	الى قبورهم في حالة الصلوة. وكلا الطريقين غير مرضية. فاما اذا وجد بقربها موضع بنى للصلوة. او مكانا يسلم المصلي فيه عن التوجه الى القبور. فانه في فسخه من الامر. وكذلك اذا صلى في موضع قد اشتهر بان فيه مدفن نبى. ولم يرفيه للقبر علماً. ولم يكن قصده ما ذكرناه من الشرك الخفى؛ اذ قد تواطأت اخبار الامم على ان مدفن اسمعيل عليه الصلوة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم. وهذا المسجد افضل مكان يتحرى الصلاة فيه¹ اھ مختصراً

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہو گئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لئے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ (ت)	وفي شرح الشيخ ايضاً مثله. حيث قال: وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجواز نبى او صالح. وللصلوة عند قبرة. لا لتعظيمه والتوجه نحوه؛ بل لحصول مدمنه. حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة. فلا حرج في ذلك. لما ورد ان قبر اسمعيل عليه الصلوة والسلام في الحجر تحت الميزاب. وان في الحطيم. بين الحجر الاسود وزمزم. قبر سبعين نبياً. ولم ينه احد عن الصلاة فيه اھ وكلام الشارحين متطابق في ذلك²۔

¹ لمعات التفتيح شرح مشکوٰۃ المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلوة حديث ٤١٢ مطبوعه المعارف العلميه لاہور ٥٢/٣

² لمعات التفتيح شرح مشکوٰۃ المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلوة حديث ٤١٢ مطبوعه المعارف العلميه لاہور ٥٢/٣

امام اجل، برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف: ان کان موازیًا للکعبۃ تکرہ صلاتہ، وان کان عن یمنہ ویسارہ لا تکرہ ¹ ۔	ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلہ والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حاوی۔ (ت)

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

ان کانت القبور ما وراء المصلی لا یکرہ، فانه ان کان بینہ وبين القبر مقدار مالوکان فی الصلاة ویمر انسان لا یکرہ، فہہنا ایضاً لا یکرہ ² ۔	قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی، رد المحتار میں زیر قول در مختار واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ، والاظهر الکراہۃ³ (اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ (ت) تحریر فرماتے ہیں:

وفی البحر، قالوا: واشدھا کراہۃ ما یكون علی القبلة امام المصلی، ثم ما یكون فوق راسہ، ثم ما یكون عن یمنہ ویسارہ علی الحائط، ثم ما یكون خلفہ علی الحائط والستر ⁴ اھ	اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلہ والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورة لانه یکرہ فی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه۔ کما	تصویر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل رُود نہ ہو،

¹ کتاب التجنیس والمزید

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ وما لا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۱۱ھ

³ الدر المختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

⁴ رد المحتار مطلب فی الغرس فی المسجد مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ

فی جنائز المضررات ¹ ۔	جیسا کہ مضررات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر، وہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

ورأى عمر رضي الله تعالى عنه انس بن مالك رضي الله تعالى عنه يصلي عند قبر، فقال: القبر، ولم يأمره بالاعادة ² ۔	اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا: قبر، (یعنی قبر سے بچو) مگر انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (ت)

امام علامہ یعنی انس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

هذا التعليق رواه وكيع بن الجراح في مصنفه، فيما حكا ابن حزم عن سفين بن سعيد عن حبيد عن انس، قال: راني عمر رضي الله تعالى عنه اصلي الى قبر فنهاني، فقال: القبر امامك۔ قال: وعن معمر عن ثابت عن انس، قال: راني عمر اصلي عند قبر، فقال لي: القبر، لاتصل اليه۔ قال ثابت: فكان انس يأخذ بيدى، اذا اراد ان يصلي فيتنحي عن القبور۔ ورواه ابو نعيم شيخ البخاري عن حريث بن السائب، قال: سمعت الحسن يقول بينا انس رضي الله تعالى عنه يصلي الى قبر فناده عمر، القبر، القبر، وظن انه يعني:	اس تعليق کو کعب ابن جراح نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے سفیان ابن سعید سے، اس نے حمید سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا: "تمہارے سامنے قبر ہے"۔ ابن حزم نے کہا کہ معمر نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: "قبر، اس کی طرف نماز مت پڑھو"۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد انس جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تھام لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ اور بخاری کے استاد ابو نعیم نے حریث ابن السائب

¹ جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوة، المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۹۶۱

² صحیح بخاری ہل تنبش قبور مشرکی الجالیلیہ ویتخذ مکا نہا مساجد مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۲

سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے حسن کو کہتے سنا ہے کہ ایک دن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی: "قبر، قبر"۔ انہوں نے سمجھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "قبر" کہہ رہے ہیں، جب انہیں یقین ہو گیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قبر" کہا ہے تو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے لگے اور قبر سے گزر گئے۔ میں کہتا ہوں اس سے واضح ہو گیا کہ بخاری کی تعلیق میں "قبر کے پاس" سے مراد "قبر کی طرف" ہے۔ یعنی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے، چنانچہ انہوں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول "قبر، قبر" کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ کیا تم "قبر کی طرف" نماز پڑھ رہے ہو! بلکہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطہ ثابت جو روایت آتی ہے اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ "قبر کی طرف" نماز مت پڑھو، جیسا کہ یہ روایت تم پہلے سن چکے ہو اسی سے واضح ہو گیا جو ملتقی میں ہے کہ قبر پر پاؤں رکھنا، اس پر بیٹھنا، اس پر سونا اور اس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ (یعنی یہاں بھی "اس کے پاس" سے مراد "اس کی طرف" ہے۔ اس کو سمجھو اور استقامت اختیار کرو۔ ت)	القبر، فلما رأى انه يعنى: القبر، تقدم وصلى وجاز القبر¹ اھ اقول: وبه ظهر ان معنى "عند قبر" في تعليق البخارى "الى قبر" وبمثله صنع العينى، اذ قال بعدما نقلنا عنه قوله: القبر، القبر، اى اتصلى عند القبر² اھ۔ بل فى نفس حديث انس برواية ثابت، رآنى عمر اصل عند قبر، فقال لاتصل اليه³۔ كما سبعت۔ وبه اتضح ما فى الملتقى، يكره وطء القبر والجلوس والنوم عليه والصلوة عنده⁴ اھ فافهم واستقم۔

مسئلہ تو قبر کا تھا، رہا مقبرہ اُس میں بھی اصل منشاء کراہت قبر ہے اور اس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر کی ہیں ایک تشبہ اہل کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی تیسرے محل نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا، حلیہ پھر رد المحتار میں ہے:

اس میں اختلاف ہے کہ کراہت کی علت کیا ہے، بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں مُردوں کی ہڈیاں اور پیپ ہوتی ہے جو کہ نجس ہے لیکن اس پر اعتراض ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا آغاز اسی طرح ہوا تھا کہ لوگوں نے	واختلف فى علتہ، فقيل: لان فيها عظام الموتى وصديدہم، وهو نجس۔ وفيه نظر، وقيل: لان اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد۔ وقيل لانه تشبه باليهود۔ وعليه

¹ عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۴۲/۴

² عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۴۲/۴

³ عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۴۲/۴

⁴ ملتقى البحر مع مجمع الانهر فصل فی الصلوة علی الميت مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۷/۱

مشی فی الخانیة^۱۔

نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ خانہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود، خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات التفتیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوها قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ) فرمایا:

ای ولا تكونوا فی البیوت کالبیت الذی لا یعمل، اوتكونوا نائمین فتكونوا مشابہین للاموات، لان النوم اخر الموت، غیر مشتغلین بالعبادة، ثم اعلم، انهم اختلفوا فی الصلاة فی المقبرة، فکرها جماعۃ، وان کان المکان طاهراً، فتارة احتجوا بهذا الحدیث، لانه یدل علی ان الصلوة لاتكون فی المقبرة، لانه جعل کونها قبورا کنایة عن عدم الصلاة فیها، فیفهم ان لاصلوة فیها، وهذا ضعیف لما ذکرنا من معناه، علی انه ان دل فانما یدل علی عدم الصلاة فی القبر، لانی المقبرة، فافهم۔ وتارة بالحديث السابق (ای قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبورا نبیائهم مساجد) وهو ایضاً لا یتم لما علم من المراد به (ای ما قدمناه عنه عن التورپشتی وغیره من الشراح، فانه انما

یعنی تم گھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مُردہ ہوتا ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے نہ رہا کرو، جس طرح مُردے سوئے پڑے ہیں، کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح تم بھی کوئی عبادت نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے میں نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے، اگرچہ جگہ پاک ہو، اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "گھروں کو قبریں نہ بناؤ" سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے میں نماز نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی، تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی نہ کہ مقبرے میں نہ ہونے پر۔ (جبکہ گفتگو مقبرے کے بارے میں میں ہو رہی ہے) اس کو سمجھو، اور کبھی اس کی دلیل کو وہ حدیث پیش

^۱ رد المحتار کتاب الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۷۹ء

يدل على منع التوجه الى القبر، لا الصلاة في المقبرة مطلقاً) ومنهم من ذهب الى ان الصلاة فيها جائزة، ان كانت التربة طاهرة والمكان طيباً، ولم يكن من صديد الموتى وما ينفصل عنهم من النجاسات¹ اهـ

کرتے ہیں جو گزر چکی ہے (یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) یہ دلیل بھی نامکمل ہے جیسا کہ اس حدیث کی مراد سے معلوم ہو چکا (یعنی ہم نے تور پستی وغیرہ شرح سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مقبرے میں مطلقاً نماز کی ممانعت۔ اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مقبرے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ وہاں کی مٹی پاک ہو، جگہ عمدہ ہو اور مردوں سے پیپ اور دیگر جو نجاستیں خارج ہوتی ہیں، وہاں نہ ہوں (ت)

وانا قول وبالله التوفيق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ عامہ مقابر میں ہر جگہ مظنہ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا، لہذا ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبورِ مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحاوی ورد المختار فصل استنجاء میں زیر قول ماتن یکرہ بول فی مقابر (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

لان الميت يتأذى بما يتأذى به الحي، والظاهر انها تحريسية لانهم نصوا على ان المرور في سكة حادثة فيها حرام، فهذا أولى²،

کیونکہ جس کام سے زندہ انسان کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مردے کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ مقبرے میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبریں کھودنے میں بطنِ زمین کی مٹی اوپر آتی ہے اور وہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہوئے اجسام کی نجاست سے متنجس ہو چکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہو جاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنہ قبر مظنہ نجاست دونوں کراہت تزییہ کیلئے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملحق یقین ہے تو بوجہ علت اول حکم کراہت تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلانِ نماز کا حکم دیا جاتا از انجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تزییہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلومہ اگرچہ دھنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائے گا یہی محمل ہے اس کلام کا جو علامہ طحطاوی نے حاشیہ مرقاۃ الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاة فی المقبرة نقل فرمایا سواء كانت فوقه او خلفه او تحت ما هو واقف عليه³ (برابر ہے کہ مقبرہ

¹ لمعات التفتیح باب المساجد و مواضع الصلوة حدیث ۱۴۷ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۵۳/۳

² رد المختار فصل فی الاستنجاء مطبع مصطفیٰ البانی مصر ۲۵۲

³ حاشیہ الطحطاوی علی مرقاۃ الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

اس کے اوپر ہو یا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ ت) اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا اور نہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلیٰ کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہر گز مکروہ نہیں خانیہ^۱ و منیہ^۲ و زاد^۳ الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ^۴ و غنیہ^۵ و بحر الرائق^۶ و شرنبلالی^۷ علی الدرر و حلی^۸ و طحاوی^۹ و رد المحتار^{۱۰} وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

لاباس بالصلاة فيها اذا كان موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ^۱ ۔	مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہاں کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر اور نجاست نہ ہو۔ (ت)

زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے:

تكره الصلاة في المقبرة الا ان يكون فيها موضع اعد للصلاة لانجاسة فيه ولا قدر ^۲ فيه اهـ۔	مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں نماز کے لئے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اس تحقیق سے پہلے تین سوالوں کا جواب ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھریا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لئے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں، یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھانہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزر اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مُردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک و صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ رد المحتار مطلب فی احکام المسجد مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۴۱

^۲ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۹۶



باب الاذان والاقامة

مسئلہ (۳۲۴): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر^۱ الابصار و قایہ^۲ و نقایہ^۳ و غرر الاحکام^۴ و کنز و غرر الاذکار^۵ و وافی^۶ و ملتقى^۷ و اصلاح^۸ نور الایضاح^۹ و شروح^{۱۰} مانند در مختار^{۱۱} و رد المحتار^{۱۲} و اصلاح^{۱۳} و طحاوی^{۱۴} و عنایہ^{۱۵} و نہایہ^{۱۶} و غنیہ^{۱۷} شرح منیہ و صغیری^{۱۸} و بحر الرائق^{۱۹} و نہر الفائق^{۲۰} و تبیین الحقائق^{۲۱} و بر جندی^{۲۲} و قسستانی^{۲۳} و درر^{۲۴} و ابن ملک^{۲۵} و کافی^{۲۶} و مجتبیٰ^{۲۷} و ایضاح^{۲۸} و امداد الفتاح^{۲۹} و مراقی الفلاح^{۳۰} و حاشیہ مراقی للعلایہ الطحاوی^{۳۱} و فتاویٰ مثل ظہیریہ^{۳۲} و خانہ^{۳۳} و خلاصہ^{۳۴} و خزائنہ المفتین^{۳۵} و جواہر اخلاطی^{۳۶} و علمگیری^{۳۷} و غیرہا مالا مال ہیں، و هو الذی علیہ عامۃ الائمة المتأخرون والخلاف خلاف زمان لا برهان (عام ائمہ متأخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔ ت)

مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاة^۱ (تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔ ت) متن علامہ غزی ترمذی میں ہے: یتوب الا فی المغرب^۲ (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لئے تثویب کبھی جائے۔ ت) شرح محقق علانی میں ہے: یتوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل بماتعارفوه^۳ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف و مروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے تثویب کبھی جائے۔ الخ) حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے:

قوله یتوب، التثویب العودالی الاعلام بعد الاعلام در قوله فی الكل ای كل الصلوات لظهور التواني فی الامور الدينية قوله بماتعارفوه	قوله یتوب، تثویب، اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے۔ درر، قوله فی الكل یعنی تمام نمازوں میں کبھی چاہئے کیونکہ امور دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی و کاہلی آچکی ہے، قوله بماتعارفوا مثلاً کھانسنایا نماز کھڑی ہو گئی نماز کھڑی ہو گئی یا نماز نماز، اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنالیں تب بھی جائز ہے۔ نہر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے، اختصاراً۔ (ت)
کتنحنح اوقام قام او الصلاة الصلاة ولو احدثوا اعلاماً مخالفاً لذلك جازنهر عن المجتبى ^۴ ۵	ملتقطاً۔

شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے:

تثویب کل بلدة علی ماتعارفوه لانه للمبالغة فی الاعلام وانما یحصل ذلك بماتعارفوه اه ملخصاً ^۵	ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لئے ہے اور وہ متعارف و مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلاة خیر من النوم^۶ مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير

۱ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲

۲ در مختار فصل الاذان مجتبائی دہلی ۱/۲۳

۳ در مختار فصل الاذان مجتبائی دہلی ۱/۲۳

۴ رد المحتار، فصل الاذان، مصطفیٰ البابی مصر، ۲۸۶/۱

۵ شرح الوافی للنسفی

۶ المعجم الكبير للطبرانی مسند بلال بن رباح مطبوعہ المكتبة الفیصلیة بیروت ۱/۳۵۵

عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے: خص الفجر به لانه وقت نوم وغفلة¹ (وقت فجر کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ ت)

بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) از: بگلرام ضلع ہر دوی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ اذان دینا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے، میں نے یہاں کے لوگوں سے ذکر کیا ان لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا اُمید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے تکلیف فرما کر لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ کون سا مکروہ ہے؟

الجواب:

فتاویٰ امام اجل قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و شرح نقایہ للعلاء العلی البرجندی و فتاویٰ علمگیریہ وحاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح و فتح القدر شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع و کراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملتی والدین اوز جندی فرماتے ہیں: ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد² اذان مینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ (ت) امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں: لا یؤذن فی المسجد³ (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) علامہ زین بن نجیم و علامہ عبد العلی برجندی نے ان سے اور فتاویٰ ہندیہ میں امام قاضی خان سے عبارات مذکورہ نقل فرما کر مقرر رکھیں علامہ سید احمد مصری نے فرمایا: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم⁴ (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے۔ ت) امام اجل کمال الدین

¹ ہدایہ باب الاذان، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۷۰/۱

² فتاویٰ قاضی خان، مسائل الاذان مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱/۳

³ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱/۴۹

⁴ حاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

محمد بن المہام فرماتے ہیں:

تکبیر مسجد کے اندر کہی جائے اور اس کے بغیر کوئی اور صورت نہیں البتہ اذان منارہ پر دی جائے، اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہئے اور فقہانے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت)	الاقامة في المسجد ولا بد منه واما الاذان فعلى المئذنة فان لم تكن ففي فناء المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد¹۔

اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت نظر فقیر میں نہیں ہاں صیغہ "لا یفعل" سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت وعدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا: قول المص لا یزید یشیر الی عدم اباحة الزیادة² (مصنف کا قول "لا یزید" اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں۔ ت) نظیر اس کی "یفعل ویقول" ہے کہ ظاہراً مفید وجوب ہے کمانص علیہ ایضاً فیہا (جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے۔ ت) یونہی عبارت نظم میں لفظ "یکرہ" کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے:

جیسا کہ دُر مختار، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور مساجد میں بلند آواز سے منع کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے، اپنی مساجد کو اپنے ناسمجھ بچوں سے، دیوانوں سے، تلواروں کو سوتلنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے محفوظ رکھو، اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے، اور بارگاہ خداوندی اس ادب واحترام کے زیادہ لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمٰن	کما فی الدر المختار وردالمہتار وغیرہما من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت في المساجد کما فی حدیث ابن ماجة جنبا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم ورفع اصواتکم³ وقد نهوا عن رفع الصوت بحضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحذروا علی ذلك من حبط الاعمال والحضرة الالهية احق بالادب کما تری یوم القیمة "وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا" وبهذا یضعف ما یظن ان لیس

¹ فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑا ۲۱۵/۱

² حلیہ

³ سنن ابن ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۵/۱

فیه الاخلاق السنة فلا یکره الاتنزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنة المتوسطة متوسط بین کراہتی التنزیہ والتحریم وهو المعبر بالاساءة كما سیظهر لمن له البام بخدمة العلمین الشرفین الفقه والحديث فلیراجع ولیحرر واللہ سبخنہ وتعالی اعلم۔	کے لئے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی تو تُو نہیں سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔ اس گفتگو سے یہ گمان و قول ضعیف ہو جاتا ہے کہ یہ عمل صرف خلاف سنت ہے تو اس میں صرف کراہت تنزیہی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق یہ ہے سنت متوسط کا خلاف کراہت تنزیہی اور تحریمی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کو "اساءة" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہو جائیگا جس نے دو مقدس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے ذہن نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبخنہ وتعالی اعلم۔

(ت)

مسئلہ (۳۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو باواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بلانے سے آنا اس صورت میں بلانا مؤذن کا بعد اذان کے چاہئے یا نہیں، دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو مجد اجد ابلانے کا التزام کرنا جس سے انہیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی هذا التقدير اخلاء للاذان عما یقصد به (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اُس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اُنہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائیگا،

وقد صحَّ عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرهم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاة	یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رات گئے تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا: جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

ما انتظرتم الصلاة¹۔

یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو۔

فی الانقروية عن التاتارخانية عن المنتقى للامام الحاكم الشهيدان تاخير المؤذن وتطويل القراءة لادراك بعض الناس حرام هذا اذا كان لاهل الدنيا تطويلاً وتأخيراً يشق على الناس والحاصل ان التأخير القليل لا عانة اهل الخير غير مكروه ولا لباس بان ينتظر الامام انتظاراً اوسطاً ² ۔	انقروية ہیں تاتارخانیہ سے اور اس میں امام حاکم الشہید کی منتقی سے ہے کہ مؤذن کا اقامت کو مؤخر کرنا اور امام کا قرات کو لمبا کرنا تاکہ بعض خاص لوگ جماعت کو پالیں حرام ہے یہ حرمت اس وقت ہے جب یہ طوالت و تاخیر کسی دنیا دار کے لئے ہو اور لوگوں پر یہ شاق گزرے حاصل یہ ہے کہ تھوڑی تاخیر تاکہ اہل خیر شریک ہو جائیں مکروہ نہیں، امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی
کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے،

لقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ³ ۔	کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ (ت)

والله سبحانه وتعالى اعلم و علمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ (۳۲۷) از گلستہ دھرم تلا ۶۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ در صورت عدم جواز
بدون اجازت مؤذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت
دوسرے صاحب کہا کرتے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولیٰ ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند امام احمد و سنن اربعہ و شرح
معانی الآثار ہیں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، میں نے اذان

1 الصیح لمسلم باب فضل الصلوٰۃ المکتوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

2 فتاویٰ انقرویہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۵/۱

3 صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳

کہی تھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم اخو صداء فان من اذن فهو یقیم¹ قبیلہ صداء کا بھائی اقامت کہے گا کہ جواذان دے وہی تکبیر کہے۔ فی الدر المختار (در مختار میں ہے):

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقاً وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ ² ۔	مؤذن کی غیر موجودگی میں غیر کا تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گراں گزرے تو مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هذا اختيار خواهر زاده ومشى عليه في الدرر والخانية لكن في الخلاصة وان لم يرض به يكره وجواب الرواية انه لا بأس به مطلقاً اه قلت وبه صرح الامام الطحاوي في معاني الآثار معزيا الى اثبتنا الثلاثة وقال في البحر ويدل عليه اطلاق قول المجمع ولا نكرهها من غيره فبافي شرحه لابن ملك من انه لو حضر ولم يرض يكره اتفاقاً فيه نظر اه وكذا يدل عليه اطلاق الكافي معللاً بان كل واحد ذكر فلا بأس بان يأتي بكل واحد رجل آخر ولكن الافضل ان يكون المؤذن هو المقيم ³ اه الخ	یہ خواہر زادہ کا مختار ہے اور یہی درر اور خانیہ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کراہت ہے اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرج نہیں ہے میں کہتا ہوں امام طحاوی سے معانی الآثار میں ہمارے تینوں ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی تصریح کی ہے، اور بحر میں فرمایا قول مجمع کا اطلاق کہ ہم اسے غیر سے مکروہ نہیں سمجھتے اسی پر دال ہے اس کی شرح لابن ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے اور کافی کا اطلاق بھی اسی پر دال ہے اور استدلال یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا بجالائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کہے۔ (ت)

¹ شرح معانی الآثار باب الرجلین یؤذن احدهما ویقیم الآخر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

² الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۳/۱

³ ردالمحتار مطلب فی المؤذن اذا کان غیر مستحب فی اذانه مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۱/۱

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت تنزیہی اور اسکی نفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نفی کراہت کا قول کرتے ہوئے "لاباس" اور "لکن الافضل" کہا اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لاباس" سے تعبیر کیا حالانکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اس سے کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: اذا حملنا الكراهة على كراهة التنزيه ونفيها على التحريم حصل الوفاق الاترى الى قول الكافي النافي كيف يقول لاباس ولكن الافضل وكذلك عبدالامام الطحاوي وغيره بلباس وقد صرحوا ان مرجعه الى كراهة التنزيه۔

پھر یہ استمرار کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناد م ہوئے اور عرض کی: خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تو تمہیں کہو۔ انہوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد وابوداؤد¹ والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے انہیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذان کے بعد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، مع ہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے کہ وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

ہر گز نہ چاہئے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے: اجابة الاذان ح مكرهه² (اذان کا جواب

¹ سنن ابی داؤد الر جل یوزن ویقیم آخر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶/۱

² ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶/۱

اُس وقت مکروہ ہے۔ ت) نہر الفائق پھر دُر مختار میں ہے:

ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب ^۱ ۔	اس بات پر اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب زبانی نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والا فقیامہ للعود فلا صلاة ولا كلام الى تمامها وقال لا باس بالكلام قبل الخطبة وبعدها اذا جلس عند الثاني والخلاف في كلام يتعلق بالآخرة اما غيره فيكره اجماعاً وعلى هذا فالترقية المتعارفة في زماننا تكره عنده والعجب ان المرقی ينهى عن الامر بالمعروف بمقتضى حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله ^۲ املخصاً	اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہونا معتبر ہے۔ تو اس وقت سے تمام خطبہ تک نہ کوئی نماز جائز ہے نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین نے کہا: خطبہ سے پہلے اور بعد کلام میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں حرج نہیں۔ اور اختلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو، کلام آخرت کے علاوہ دنیاوی کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔ اسی بنا پر (خطیب کے سامنے) آیہ کریمہ ان الله وملائكته ان لا يظنن جیسا کہ ہمارے زمانے میں معروف ہے امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے، تعجب اس بات کا ہے کہ آیت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تقاضے کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دینے سے منع کرتا ہے پھر خود کہتا ہے پُچ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اھ ملخصاً (ت)

ہاں یہ جواب اذان یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کہا افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذہب (جیسا کہ مآ علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر فروع کتب مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دُعا کرے بلاشبہ جائز ہے وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ت) یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نہایة العناية وازالة الاوهام فی فتاؤنا بتأقیق الملك العلامة (اس مقام کی خوب تفصیل اور ازالہ اوہام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں۔ ت) واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

^۱ الدر المختار، باب الاذان، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵

^۲ الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ جبنی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳

رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

درست ہے اذلا حظ من الشرع (اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ ت) اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) دفع وبائے لئے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

درست ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبائی ان الاذان يحول الوباء واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بعد دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر لکھا، واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اذان منارہ پر کبھی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جدھر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دُور تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاوے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہندیہ میں ہے:

اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے کذا فی فتاویٰ قاضی خان سنت یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نواح کے

ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان السنة ان یؤذن فی موضع عالٍ یکون اسع

لجیرانہ ویرفع صوته کذا فی البحر الرائق ^۱ ۔	لوگوں کو آواز خوب سنائی دے اور اذان میں آواز بلند رکھے، کذا فی البحر الرائق۔ (ت)

مع ہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبیں دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ و مسجد کی بائیں ہے اور اُس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی توجہ دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۳) اذان واقامت کس جانب کو چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جس مسجد میں اذان کے لئے منارہ بنا ہو جب تو اُس کی جہت خود معین ہے اُس منارہ پر اذان دینا چاہئے خواہ وہ کسی جانب ہو۔

فی البحر الرائق تحت قوله ويجلس بينهما	البحر الرائق میں ماتن کے قول "و يجلس بينهما" کے تحت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اُسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اُس طرف مکان اُن کے دُور ہیں تو وہی جانب اذان کے لئے انب ہے۔

فانه انما شرع للاعلام فباكان ادخل في المقصود كان احسن بل رايث ائمتنا ربما مالوا الى هذا المعنى واليه اشاروا من دون تعيين لجهة ففي البحر الرائق ورد المختار عن السراج ينبغي للمؤذن ان يؤذن في موضع يكون اسبح للجيران	اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لئے ہے تو یہ مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہوگا اسے اپنایا جائے بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ائمہ عموماً اسی معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی جہت کا تعین نہیں کیا۔ البحر الرائق اور رد المختار میں سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے کہ وہاں سے گرد و نواح کے لوگوں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)

3-

1 فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقایم وکیفیتها مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

2 البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ امجد سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۱

3 رد المختار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۳

اور اقامت کی نسبت بھی تعین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے،

در مختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو، انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم کی رائے ہے، انتہی۔ اور رد المحتار میں ہے سنت یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج سے ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اذان و اقامت خود کہتے تھے۔ (ت)	فی الدر المختار الافضل کون الامام هو المؤذن¹ انتہی وفي فتح القدیر الافضل کون الامام هو المؤذن وهذا مذہبنا وعليه كان ابو حنیفة² انتہی وفي رد المحتار السنة ان یقیم المؤذن³ انتہی وفيه عن السراج ان اباحنیفة کان یبأشر الاذان والاقامة بنفسه⁴۔

اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیان افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیص جہت کچھ نہیں کرتے،

البحر الرائق میں ہے تکبیر کے لئے اذان کی جگہ بدل لینا مستحب ہے انتہی۔ اور اسی میں ہے اذان کا بلند جگہ اور تکبیر کا نیچے زمین پر ہونا مسنون ہے۔ (ت)	فی البحر الرائق یستحب التحول للاقامة الى غیر موضع الاذان⁵ انتہی وفيه یسن الاذان فی موضع عال والاقامة علی الارض⁶۔

ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۴) ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باران کے مسجدوں میں کہنا درست ہے

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۵/۱

² فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۲۳/۱

³ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۶/۱

⁴ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۵/۱

⁵ البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۱/۱

⁶ البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

یا نہیں؟ اور اس طرح سے بھی واسطے طلب باران کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو ہلانا اور گھمانا کیسا ہے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب:

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیر وغیرہ (جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر اذان بغرض طلب باران یا دفع وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر اولیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فیصل وغیرہ رہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت ہے، یونہی طریقہ مذکورہ لیس و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لئے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں آئی لیس شریف کیلئے حدیث میں آیا: لیس لما قرء لہ سورہ لیس اُس کام کے لئے ہے جس لئے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکت فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۵) ۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

جائز ہے بایں معنی کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ولہذا علما شریعت نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور، زریہ ملا ظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

سوال: اے علماء (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور میت پر نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء کب ہوئی؟ سب سے پہلے کس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی؟ کیا یہ مدینہ منورہ	الاستفتاء ما قولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هل هو اذن بنفسه عليه الصلاة والسلام امر لا ولو كان مرة في عمره عليه الصلاة والسلام، وفي ابتداء وجوب صلاة الجنازة على الميت اي زمان كان

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں؟ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس صحابی کی نماز جنازہ ادا فرمائی؟ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

وعلى من صلى أولا، في المدينة المنورة وجبت امر في مكة المكرمة واول الصلاة صليها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على اى صحابي كانت، وما كان اسمه رضى الله تعالى عنه بينوا تو جروا۔

الجواب:

در مختار میں فرمایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں بنفس نفیس اذان دی، تکبیر کبھی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس بارے میں تحقیق کی ہے اہ ردالمحتار میں کہا وہاں اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟ اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا، لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کبھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذان کا معنی یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، جیسا کہ محاورہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ دیا حالانکہ وہ خود عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے اھ

قال في الدر مختار وفي الضياء انه عليه الصلاة والسلام اذن في سفر بنفسه واقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزائن¹ اه قال في ردالمحتار، حيث قال بعد ما هنا هذا وفي شرح البخاري لابن حجر ومبايكثر السؤال عنه، هل باشر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الاذان بنفسه وقد اخرج الترمذي، انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن في سفر وصلى باصحابه وجزم به النووي وقواه، ولكن وجد في مسند احمد من هذا الوجه فامر بلالا فاذن فعلم ان في رواية الترمذي اختصارا وان معنى قوله اذن امر بلالا كما يقال اعطى الخليفة العالم الفلاني كذا وانما باشر العطاء غيره² اه ورايتني كتبت فيما علق على ردالمحتار مانصه اقول لكن سيأتي صفة الصلاة عند

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعه مجتبائي دہلی ۱۲۵۱ھ

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعه مصطفى الباني مصر ۱۲۹۵ھ

ذكر التشهد عن تحفة الامام ابن حجر المكي انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن مرة في سفر فقال في تشهده "اشهد اني رسول الله" وقد اشار ابن حجر الى صحته. وهذا نص مفسر لا يقبل التأويل. وبه يتقوى تقوية الامام النووي رحمه الله تعالى اه ما كتبت. وبه ظهر الجواب عن المسألة الاولى. واما بدء صلاة الجنازة فكان من لدن سيدنا آدم عليه الصلاة والسلام. اخرج الحاكم في المستدرک والطبرانی والبيهقي في سننه عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال اخر ما كبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على الجنازة اربع تكبيرات. وكبر عمر على ابي بكر اربعاً. وكبر ابن عمر على عمر اربعاً. وكبر الحسن بن علي على اربعاً. وكبر الحسين بن علي على الحسن بن علي اربعاً. وكبرت الملائكة على آدم اربعاً¹. ولم تشرع في الاسلام في المدينة المنورة اخرج الادام الواقدي من حديث حكيم بن حزام رضي الله تعالى عنه في ام المؤمنين خديجة رضي الله تعالى عنها انها توفيت سنة عشر من البعثة بعد خروج بني هاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حفرتها و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں اقول: عنقریب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلمات شہادت یوں کہے اشہد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی اور تقویت ملتی ہے اھ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے پہلے سوال کا جواب آگیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم

¹ المستدرک للحاکم التکبیر علی الجنازہ اربع مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۸۶/۱

مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصالبہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور اس سے جواب واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم	لم تكن شرعة الصلاة على الجنائز¹ اه وقال الامام ابن حجر العسقلاني في الاصابة في ترجمة اسعد بن زرارة رضي الله تعالى عنه ذكر الواقدي انه مات على راس تسعة اشهر من الهجرة رواه الحاكم في المستدرک وقال الواقدي كان ذلك في شوال قال البغوي بلغني انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة وانه اول ميت صلى عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم² اه وبه اتضح الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۷) از شہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذلک اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نسأل الله العافية (اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ ت) اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید اخبث فاسق و فجار ہے اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامت شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے حاصل نہیں ہوتا، نہ فاسق کی اذان پر وقتِ روزہ و نماز میں اعتماد جائز۔ لہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو

¹ الاصابة في تميز الصحابة ترجمہ خدیجہ بنت خویلد نمبر ۳۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۸۳/۴

² الاصابة في تميز الصحابة ترجمہ اسعد بن زرارہ نمبر ۱۱۱ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۴۹/۱

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جدا کر دینا ضرور ہے۔ در مختار میں ہے:

جزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبي لا يعقل، قلت وكافر وفاسق لعدم قبول قوله في الديانات ¹ ۔	مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچّے کی اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کافر وفاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ امور دینیہ میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المقصود الاصلی من الاذان في الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة، ثم صار من شعار الاسلام في كل بلدة وناحية من البلاد الواسعة فمن حيث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة فاذا اتصف المؤذن بهذه الصفات يصح اذانه والا فلا يصح من حيث الاعتماد عليه، وامان حيث اقامة الشعار النافية للاثم عن اهل البلدة فيصح اذان الكل سوى الصبي الذي لا يعقل، فيعاد اذان الكل ندباً على الصبح كما قدمناه عن القهستاني ² اهملخصاً۔	اذان کا مقصود اصلی شرع میں اوقات نماز کے دخول کی اطلاع ہے پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعائر اسلام کا درجہ پانچگی ہے تو دخول وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو، اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہوا تو اس کی اذان درست ہوگی اور اگر اس میں یہ صفات نہیں تو اس پر اعتماد ہونے کی حیثیت درست نہ ہوگی البتہ اس حیثیت سے کہ یہ ان شعائر میں سے ہے جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے تو یہ بچّے ناسمجھ کے علاوہ ہر کسی کی صحیح ہوگی لہذا صحیح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کا لوٹانا مستحب ہے جیسا کہ ہم نے قسستانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

اور جو اُس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انہیں باز آنا چاہئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِينَ خَصِيماً ۝ خيانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلّہ بریلی مسئلہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۳/۱

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۰/۱

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سُن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب:

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذانِ اوّل سُن کر نہ آنا حرام ہے ہو الصحيح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ (صحیح اور معتمد یہی ہے جیسا کہ دُر مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سُستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالیٰ

اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع پائندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان با آواز بلند چاہئے یا اوّل با آواز بلند اور ثانی پست کر کے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں یہی تھی، پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتا کر جگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز کے لئے جگانا موجبِ ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجاء و وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سُنتیں پڑھے اور تکبیر اولیٰ میں شامل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۱)

اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہئے یا صبح صادق میں؟

الجواب:

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۲)

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین و جمعہ میں کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عیدین 'میں' الصلوٰۃ جامعۃ "کہا جائے، اور جمعہ میں تثنیہ حسب استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت و مصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تثنیہ ہرگز نہ کہی جائے کہ اُن سے یہ عادت حسنہ چھڑا کر انتظار تثنیہ کا خوگر کر دینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے هذا هو التحقيق وبہ يحصل التوفيق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہو جاتی ہے۔

(ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۳) 'سوائے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نماز پنج وقتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نماز آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مرد شریر نہیں جس سے خوف ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہئے جب تک وقت کراہت نہ آئے، انتظار مسنون، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو جائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفرار و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۲۰ھ

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعت العلوم دوم جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دغوی کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہو لیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جان نماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دغوی کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور مؤذن "حی علی الفلاح"

تک پہنچ جائے اُس وقت امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت "قد قامت الصلاة" کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہدیں پائے یا سجدہ سہو میں اب جمعہ اُس کا ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب:

عمر و حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سُننا مکروہ ہے، یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکتبہ "حی علی الفلاح" تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

يقوم الامام والقوم عند "حي على الصلاة" ويشعر عند "قد قامت الصلاة" ¹	امام اور نمازی "حی علی الصلاة" پر کھڑے ہوں اور "قد قامت الصلاة" کے الفاظ پر امام نماز شروع کر دے۔ (ت)
محیط و ہندیہ میں ہے:	
يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة هو الصحيح ²	ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)
جامع المضمرات و عالمگیریہ و رد المحتار میں ہے:	
اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح" ³	جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔ (ت)
اسی طرح بہت کتب میں ہے۔	
اقول: ولا تعارض عندی بین قول الوقایة و اتباعها يقومون عند "حي الصلاة" والمحیط والمضمرات ومن معهما عند "حي على الفلاح" فاننا اذا	اقول: صاحب وقایہ اور ان کے تبعین "حی علی الصلاة" کے موقع پر کھڑا ہونے کا قول کرتے ہیں اور صاحب محیط، مضمرات اور ان کی جماعت "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑا ہونے کا قول

¹ مختصر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والا قایة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والا قایة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷

حملنا الاول على الانتهاء والاخر على الابتداء اتحد القولان، ای یقومون حين يتم المؤذن حى على الصلاة ويأتى على الفلاح وهذا ما يعطيه قول المضمرات يقوم اذا بلغ المؤذن حى على الفلاح ولعل هذا اولى مبانى مجمع الانهر من قوله وفى الوقاية ويقوم الامام والقوم عند حى على الصلاة ای قبيله¹ اه	کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جب ہم پہلے قول کو انتہا اور دوسرے کو ابتدا پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہو جاتا ہے یعنی جب مؤذن حی على الصلاة "پورا کر کے حی على الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اس کی تائید مضمرات کے ان الفاظ سے ہوتی ہے "اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن "حی على الفلاح" پر پہنچے اور یہ اس سے بہتر ہے جو مجمع الانهر میں اس کا قول ہے: وقایہ میں ہے کہ امام اور نمازی "حی على الصلاة" کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں اھ۔ (ت)

یہ اُس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے آتا نہ دیکھتے تکبیر نہ کہے
نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو لقلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتقوموا حتی ترونی (کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تم نہ کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ ت) پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت
دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صفت سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر
سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو لے
مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کبھی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس
وقت قیام کریں، ہندیہ میں بعد عبارت مذکور ہے:

فاما اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفون فكلما جاوز صفاً قام ذلك الصف واليه مال شمس الاثمة الحلواني والسرخسي وشيخ الاسلام خواهرزاده وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم يقومون كباراً والامام وان كان المؤذن والامام واحدا	اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے، شمس الاثمة حلوانی، سرخسی، شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں، اور اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں، اگر مؤذن اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے اندر

¹ مجمع الانهر شرح ملتقى البحر باب الاذان مطبوعه دار احياء التراث العربی بیروت ۸/۷۷

فان اقام في المسجد فالقوم لا يقومون مالم يفرغ عن الاقامة وان اقام خارج المسجد فمشايخنا اتفقوا على انهم لا يقومون مالم يدخل الامام المسجد ويكبر الامام قبيل قوله قد قامت الصلاة قال الشيخ الامام شمس الائمة الحلواني وهو الصحيح هكذا في المحيط¹۔	ہی تکبیر کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے خارج از مسجد تکبیر کہی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام "قد قامت الصلاة" کے تھوڑا پہلے تکبیر تحریمہ کہے امام شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے سلام سے پہلے جو شریک ہو لیا اس نے جمعہ پالیاد و ۲: رکعت پڑھے، در مختار میں ہے:

من ادرکہا فی تشهدا وسجود سہو علی القول بہ فیہا یتیمہا جبعة خلافاً لہم²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس شخص نے جمعہ کی نماز میں تشهد یا سجدہ سہو میں اس قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا تو وہ نماز کو جمعہ کے طور پر پورا کرے اس میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۴۵) ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاة ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاة اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ محض غلط و خلاف سنت ہے، عللگیر یہ و محیط سرخی میں ہے: یرتب بین کلمات الاذان والاقامة کما شرع³ کلمات اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر مشروع ہوئے ہیں۔ (ت) مسند احمد و سنن ابی داؤد و غیر ہما میں عبد اللہ بن زید عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۵۷

² در مختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۵۶

فرشتے نے کہا یوں کہا کرو (کلماتِ اذان یہ ہیں):

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ¹۔

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی، حضور نے فرمایا:

ان هذه لرؤيا حق ان شاء الله تعالى، ثم امر بالتأذين، فكان بلال مولى ابي بكر يؤذن بذلك	ان شاء الله تعالى یہ خواب بیشک حق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال مولى ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ اس طور پر مذکور پر اذان دیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہما میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتیں کے بعد یوں ہی ہے: حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ³۔ غرض دونوں حی علی الصلوٰۃ ایک ساتھ، پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی شک نہیں، ہاں بعض علما نے منہ پھیرنے میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الصلوٰۃ پھر اسی کو بائیں طرف کہے، پھر ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الفلاح پھر اسی کو بائیں طرف کہے، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی، مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلوٰۃ دہنی طرف کہہ کر دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کہے۔ ردالمحتار میں ہے: يلتفت فيهما يمينًا بالصلوة ويسارًا بالفلاح وهو الاصح (اصح یہ ہے دونوں میں حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طرف حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف منہ پھیرے۔ ت) "تستأني عن المنية" وهو الصحيح كما في البحر والتبيين (اور صحیح یہی ہے جیسا کہ بحر و تبیین میں ہے۔ ت) وقال مشايخ مرويينة ويسرة في كل. قال في الفتح

¹ سنن ابی داؤد باب کیف الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۷۲

² سنن ابی داؤد باب کیف الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۷۲

³ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب بدء الاذان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۵

الثانی اوجہ وردہ الرملی بآنه خلاف الصحيح المنقول عن السلف^۱ اھ باختصار مشائخ مرو نے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھیرے (جیسے کہ قسمتی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ ہے، اور رملی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اھ اختصار۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

بعد اذان کے سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہو یہی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آجماعت تیار ہے، یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں انہیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحق تو ہیں ہے نہ لائق رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری

یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و نماز جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب جاصلاتہ صلاۃ پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتداء جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب:

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ^۲ (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت) آواز بلند دوبار پکارنا مستحب ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

یستحب ان ینادی لها الصلوٰۃ جامعۃ بالاتفاق ^۳ ۔	یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔ (ت)

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

^۱ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۸۵ھ

^۲ فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۱۰ھ

^۳ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰

در مختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا:

يثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل بماتعارفوه ¹ ۔	متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان واقامت کے درمیان تثویب کہنی چاہئے۔ (ت)

ردالمختار میں ہے:

قوله في الكل اي كل الصلوات لظهور التواني في الامور الدينية قال في العناية احدث المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه في جميع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول يعني الاصل وهو تثويب الفجر وماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ² ۔ ۱ھ	"في الكل" سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے کیونکہ دینی امور میں سُستی غالب آچکی ہے۔ عنائہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ (ت)

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں: الصلاة على الميت يرحمكم الله (میت پر نماز
جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیہ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا لِأُمَّتٍ دَعَا إِلَى اللَّهِ
(اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الى الهدى فله اجره واجر من تبعه ⁴ ۔	جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اُس کے لئے اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اُس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے، اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور زعم بدعت کا رد ہزار بار ہو چکا، ہر نو پید بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا، کتابیں تصنیف کرنا، صرف و نحو وغیرہما علوم کہ زمانہ
رسالت میں نہ پڑھے تھے، پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار ہا جدید باتیں کرتے ہیں
کہ زمانہ رسالت میں اس ہیت کدائی سے موجود نہ تھیں، بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لئے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں واللہ بلیغہ وتعالیٰ

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۷

² ردالمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۶

³ القرآن ۳۱/۳۳

⁴ مسلم شریف باب من سن سن الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱

نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یوں ہیں من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئاً الخ۔ نذیر احمد سعیدی

اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۳۸) از دمن خرو عملداری پر تگال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزئی ہے اور عمرود درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جسر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمر و پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از کمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کمرہ شیخ علاء الدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ باعث استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

لا یؤذن قبل الوقت ویعادیہ وانکار السلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انه لم یجز قبل الوقت ¹	قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے تو وقت کے اندر پھر لوٹائی جائے اور اسلاف کا رات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

الححر الرائق میں ہے: لا یجوز قبلہ² (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت)

ختم سحری کے لئے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صحیح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحر سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لئے ہے

¹ تبیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ المطبعة الکبری الامیریہ مصر ۱۱/۹۳

² الححر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۶۲

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلات ہے انہیں میں سے میرٹھ کی "دوامی جنتری" بھی سراپا غلط و بطالت ہے یوں ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی و جہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض فتوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۰) از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونسواڑہ آمد مسجد مرسلہ محمد الدین مجددی ۷ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لئے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں: الصلاة سنة قبل الجمعة الصلاة رحيم الله (جمعہ سے پہلی سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہو گا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیا تشویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اُس کی کوئی اور صورت ہے؟ مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر اجر عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب:

تشویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انہیں لفظوں سے کہ الصلاة السنة قبل الجمعة الصلاة رحيم الله تعالیٰ (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ در مختار میں ہے:

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت میں تمام لوگوں کے لئے اذان و اقامت کے درمیان معروف طریقہ پر تشویب کہی جائے۔ (ت)

يثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل
بما تعرفوه الا في المغرب¹

¹ در مختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

بما تعارفہ سے مراد مثلاً کھانسنہ، نماز کھڑی ہو گئی، نماز کھڑی ہو گئی، نماز، نماز، اور اگر اس کے علاوہ کوئی الفاظ اطلاع کے لئے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز ہیں۔ نہر نے مجتہدی سے نقل کیا ہے۔ (ت)	بما تعارفہ کتنحنح واقامت قامت، والصلوة الصلوة، ولو احدثوا اعلاماً مخالفاً لذلك جاز، نہر عن المجتبیٰ ¹ ۔

اسی میں عنایہ سے ہے:

کہ متاخرین نے اصل یعنی تشویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تشویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)	احداث المتأخرون التشویب بین الاذان والاقامة، علی حسب ما تعارفہ فی جمع الصلوات سوی المغرب، مع ابقاء الاول، یعنی الاصل، وهو تشویب الفجر، وما راہ المسلمون حسناً، فهو عند الله حسن ² ۔

مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں: (مثلاً)

(۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنتِ جمعہ نہ پڑھنا۔

(۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنت قبل الجمعہ کو اذان مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت

دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔

(۳) بغیر اس کے یہ سمجھا کہ سنتیں نہ ہوں گی۔

(۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا۔

(۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا۔

(۶) نہ پکارنے والے کو تقلید سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔

(۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں، ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان

ساتوں رسوم و خیالاتِ باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے۔

¹ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۷۱

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۷۱

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد ¹ - والله تعالى اعلم	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں پس وہ مردود ہوگی۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۱) جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ

نماز جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اذان کے بعد صلاۃ تثنویب ہے اور تثنویب کو علماء نے ہر نماز میں مستحب رکھا ہے۔ در مختار میں ہے۔

يثوب في الكل للمكمل بما تعارفوه الا في المغرب ² -	مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت تمام لوگوں کے لئے متعارف طریقے پر تثنویب کہنی چاہئے۔ (ت)

عنایہ میں ہے: فی جمیع الصلوات سوی المغرب³ (مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں تثنویب جائز ہے۔ (ت) در مختار میں ہے:

التسليم بعد الاذان حدث في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة ⁴ -	اذان کے بعد صلاۃ و سلام ہر سو مواعظ کو عشاء کی نماز کے موقع پر پڑھا جاتا تھا پھر جمعہ کے دن شروع ہوا اس کے دس سال بعد مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان کے بعد شروع کر دیا گیا پھر مغرب میں بھی دو دفعہ پڑھا جاتا شروع ہو گیا اور بدعت حسنہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

يؤذن ثانياً بين يدي الخطيب أفاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا كان اكثر من واحد اذنوا واحداً بعد واحد ولا يجتمعون كما في الجلابي والتمرتاشي ذكره	اور مؤذن دُوسری بار خطیب کے سامنے اذان دے (جب خطبہ پڑھنے کے لئے وہ منبر پر بیٹھے) ماتن نے فعل مؤذن کو بصیغہ واحد لاکر افادہ کیا کہ جب مؤذن ایک سے زیادہ ہوں تو اذان یکے بعد دیگرے کہیں

¹ سنن ابن ماجہ باب اتباع ستر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱

² در مختار باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳/۱

³ عنایہ مع فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۱۳/۱

⁴ در مختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۴/۱

القہستانی^۱ - واللہ تعالیٰ اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلابی اور ترمناشی میں ہے۔
اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۲) اولاً از شہر بسروچ لال بازار چنار واڑ مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی۔

ہاجی احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولانا حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب بعد سلام علیک کے بندہ، غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلاۃ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اُس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایۃ الاوطار سے اور ماتہ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتویٰ جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے سات ۷ اعتقاد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روز جمعہ کو نذاجو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لئے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے اس میں لکھا ہے یہ نذاجائز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خان صاحب احمد آبادی نے ایک فتویٰ اس نذاکے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہنا گناہ بتانا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگواتا ہے غلام گنگوہار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الوری کے میرے گناہ بخشے آمین! عباس میاں ولد علی میاں۔

خط ہانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات حامی شرع مبین مولانا واولنا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجیبی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہی میں جا کر کچھ پڑھانی الحال بسروچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بسروچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلہ عالم نفس تشویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تشویب کا ثبوت کسی کتاب خفیہ سے نہیں یہ بدعت مذمومہ ہے آپ نے تشویب کو اسی مستشار العلماء میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

^۱ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۱۳

تشویب کو بجز اللہ کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفس تشویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اس کے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، یہ مستشار العلماء اس نے چھوڑ کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں ان کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرمائے، آمین۔ رقیہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم لك الحمد صل على المصطفى وآله وصحبه وبارك وسلم

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ہم خادمان دارالافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیاد و یانت کس درجہ تک پہنچتی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اُس کے بعد اصل سوال تشویب کا جواب جو بعون الوہاب العظمت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاویٰ رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندیہ پر یہ امر یہاں داعی ہوا کہ دارالافتاء کا فتویٰ تشویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتاء میں ملک گجرات شہر بسروچ محلہ گھونسواڑہ مسجد آمد سے محمد دین مجددی نے بھیجا، اور ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دارالافتاء سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العظمت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہذا اطلاع مسلمین کے لئے ان کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان ان صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور ان کے ضرر سے محفوظ رہیں کسی مسئلہ میں ان کے شور غل پر کبھی کان نہ رکھیں کہ کوئی عقل مند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ تعالیٰ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آگئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اُترے، کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا انہیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا، جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

اور ہٹ دھرم بے حیا کہیں علاج نہیں، ہم پہلے فتوئے تثویب میں اُن کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ع

ایں خانہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوئے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کیلئے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انہیں لفظوں سے کہ الصلاة السنة قبل الجمعة الصلاة رحکمہ اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انہیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمایا۔
دوسری خیانت عبارت ردالمحتار او قامت تک نقل کر کے "الح" بنا دیا حالانکہ فتوئے مبارکہ میں وہ یوں تھی:

او قامت قامت او الصلاة الصلاة ولو احدثوا اعلاماً مخالفاً لذلك جاز نہر عن المجتبیٰ ¹ ۔	نماز کھڑی ہو گئی، نماز کھڑی ہو گئی، نماز، اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لئے بنائی جائے تو جائز ہے یہ نہر میں مجتبیٰ سے نقل ہے۔ (ت)

یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاة السنة قبل الجمعة کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا۔
تیسری خیانت اس کے بعد فتوئے مبارکہ میں یہ عبارت تھی: اُسی میں عنایہ سے ہے:

احداث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه فی جمیع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثویب الفجر ومارأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ² ۔	متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

یہ بھی اسی جرم پر اڑالی گئی کہ اُس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ماتعارفوه موجود تھا۔

¹ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۷

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۶

چوتھی خیانت فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنالیے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزورِ خیانت اعتقاد میں داخل کر کے مسلمانانِ ہسروچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی مہر یہ چھاپی محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان ۱۳۰۱ھ کی مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۷ھ میں گم ہو گئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل

مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں شعر کندہ ہے

یا مصطفیٰ یار حمیہ الرحمن

یا مرتضیٰ یا غوثا السیانی

غالباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے، ایک صاحبِ مذہباً دیوبندی سکنا رام پوری سُتی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لئے فتوائے مبارکہ کی کتاب الخطر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبد القادر خان رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دو بجے کی ہونا چاہئے یا سوم کی، اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، باقی یہ تعینیں عربی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کہ بعد لفظ وبدعت اور بڑھاد یا وہ اب تک فتوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الخطر ص ۳۱۰ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کہ بعد بڑھایا اور وبدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پر جملہ فارسی کا عطف ہو گیا جو ہر گز اعلیٰ حضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں، افترا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد وبدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا، طرہ یہ کہ مجموعہ فتاویٰ گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المائیدہ الحاضرہ کا یہ فتویٰ مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں ص ۱۵۰ پر یوں بنادیا جہالت وبدعت ہے ان کو سُوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوائے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں، حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دو بجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ

کہ خاص اس تعین کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ کہ سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوم تو جائز ہی رہا، لہذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنٹھ جوڑا ملا، غرض

بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

آٹھویں خیانت یونہی مجموعہ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷ پر مجدد المائے الحاضرہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خور داڑھی منڈا گستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر تعظیماً بٹھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کجائز اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق ناروغضب الرحمن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با وضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شریعہ کے ساتھ استہزاء کفر ہے یونہی داڑھی رکھنے کی توہین کلمہ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوے مبارک میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شراب خور توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیاتداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کے لئے اس کا سرنامہ یہ لکھ دیا فتویٰ در باب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب، سچ ہے "بے حیا باش و آنچه خواہی کن" (بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتارہ۔ ت) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

نویں خیانت حیاتداروں کو اور تیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں لے بڑھی متبعین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعہ مبتدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدانے حرام کیا بلکہ کفر و مستحق ناروغضب الرحمن تعالیٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدارا انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا ظلم یہ کہ مستحق ناروغضب الرحمن کو اُس تارک الصلاۃ شرابخور توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاء نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا، مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع

آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق ناروغضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بکمال بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعظم حضرت مجدد دین و ملت سے کردی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر لکھتے ہیں، سچ ہے جب "لعنة الله على الكاذبين" سے حصہ لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کیلئے

بھی باقی نہ چھوڑیں۔ مسلمانو! اللہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر ہنسنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! اللہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکرر کرتا ہوگا، "ولاحول ولا قوۃ الا باللہ" خود اعلیٰ حضرت کے یہاں اُن کے پردادا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وقت سے بفضلہ تعالیٰ آج تک کہ سو برس کامل سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد کمال اہتمام و اعلان عام کے ساتھ ہوتا ہے بجزمہ تعالیٰ ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص اعلیٰ حضرت کے دولت خانہ فیض کاشانہ کے لئے اُسی زمانہ سے مخصوص ہے، اعلیٰ حضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں مگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکر ولادت اقدس روز اول سے خود حضرت بانی مجلس صاحب خانہ کا حصہ ہے جو بعونہ تعالیٰ سو برس سے آج تک ناغہ نہ ہوا سو اُسے ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ کے کہ اس کی بارہویں مبارک کو اعلیٰ حضرت بجزمہ اللہ تعالیٰ سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ مطہبہا وبارک وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اُس سال اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیابت کی پھر اعلیٰ حضرت اور اُن کے والد ماجد قدس سرہ، کے فتاویٰ و مستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب و استحسان میں موجود ہیں، معتقدین اعلیٰ حضرت اس تمام آفتاب عالم تاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کر کے کوؤں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف ہزار تف مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی، پھر دعوائے دین و دیانت باقی ہے، سبحن اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی خیر اتنی اچھی کبھی کہ معتقدین اعلیٰ حضرت کے لئے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیاء و صلحاء کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوفِ خدا نہ شرم رسولِ دہائے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ اُن کو دھوکے دیں اُن کے عقائد کو ضرور پہنچائیں ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبا لگائیں مگر بجزمہ اللہ ان کی خاک اُٹ کر انہیں کے منہ اور اُن کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید۔

گیارہویں خیانت خیر یہ "تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ" جیسی تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سبب خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کے کو تک کہ اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد وجد امجد و پیر و مرشد و حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراش لیں ان کے مطبع گھڑ لئے صفحے دل سے بنالیئے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی طرف بے دھڑک نسبت کر کے چھاپ دیں اور سر بازار اپنی حیا کی اوڑھنی اتار، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم فلاں فلاں کتابوں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جرات ہو تو اتنی تو ہو، اس کا حال العذاب البئیس و اباحت اخیرہ و رماح القہار و غیرہا میں بارہا چھاپ دیا، اب پھر سُن لیجئے اسی رسالہ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین العظمت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محل مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ ایک بار اذان ہو چکی ہے کہ کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کردی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاکر جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب:

اگر مسجد مسجد محلہ ہے جہاں کے لئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولیٰ ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاکر جائے اور اگر مسجد عام ہے، مثلاً مسجد بازار و سراوا سٹیشن و جامع تو ہر گز نہ رُکے اذان پوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولیٰ ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رک جائے یا پوری کرے اور اتمام اولیٰ ہے۔

اور یہ اس لئے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں دوسری جماعت کے لئے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی مسجد میں دوسری جماعت کے لئے اذان کا اعادہ ہے اور یہ مسنون ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے اور نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی تو اب اس سے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہانے "اثویب" کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)	وذلك لان في الاولى اعادة اذان لجماعة ثانية في مسجد محلة 'وهو لا يجوز' وفي الثانية اعادة اذان لجماعة اخرى في مسجد شارع 'وهو مسنون' فلا يترك' وفي الثالثة لانهم ولا طلب فخير واتمام ذكر شرع فيه افضل لاسيما وقد استحسنوا التثويب - والله سبحانه وتعالى اعلم -

عہ یہ یہیں تک ناتمام تھا لیکن مفید تھا اس لئے چھاپ دیا ۱۲

مسئلہ (۳۵۳) از مقام کبیر کلاں ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ
اقامت صف کے دہنی جانب کبھی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فضیلت دینے یا بائیں کی ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کبھی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف الفضل الیمین عن الشمال (کیونکہ دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے۔ ت) ورنہ بائیں طرف الحصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟
- (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟
- (۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟
- (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر، اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟
- (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟
- (۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنون کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟
- (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مُردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مُردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم تھے، اگر یہ اعتراض ہو سکے گا

تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اُس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، بینوا تو جروا۔

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

عن السائب بن يزيد رضى الله تعالى عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابي بكر وعمر ¹ ۔	سائب بن يزيد رضى الله تعالى عنه سے مروی ہے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی (اذان کا) مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو "بین یدیہ" سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں "بین یدی" ہے اور ساتھ ہی "علی باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر "بین یدیہ" کے لئے درکار ہے۔

(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لایؤذن فی المسجد^۲ (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن

¹ سنن ابی داؤد باب وقت الجمعہ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱۵۵/۱

² فتاویٰ قاضی خان باب کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۱۷۱/۳

فی المسجد^۱ (مسجد میں اذان نہ ہو) خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد^۲ (مسجد کے اندر اذان نہ کہیں) خزانۃ المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ) ص ۱۹ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایؤذن فی المسجد^۳ (مسجد کے اندر اذان منع ہے) بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لایؤذن فی المسجد^۴ (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے) شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ (فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد^۵ (اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو) غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۵۷ الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله^۶ (اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر) فتح القدير طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد^۷ (علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے) ایضاً باب الجمعة صفحہ ۲۱۴ هو ذکر الله فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله^۸ (جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے) طحاوی علی مرقی الفلاح طبع مصر صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستان عن النظم^۹ (یعنی نظم امام زندویسی پھر قسستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔) یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالح صاحب لکھنوی عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: "قوله بین یدیه" ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون هو الثاني^{۱۰} (یعنی بین یدیه کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو) جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت

1 خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الصلوۃ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۴۹/۱

2 خزانۃ المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ) ص ۱۹

3 فتاویٰ ہندیہ الباب الثاني فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵/۱

4 البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

5 شرح النقایہ للبرجندی باب الاذان نوکشتور لکھنؤ ۸۴/۱

6 غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوۃ اول السنن الاذان مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۷

7 فتح القدير کتاب الصلوۃ باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۱۵/۱

8 فتح القدير باب الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۹/۲

9 طحاوی علی مرقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۰۷/۱

10 عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ باب الصلوۃ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۲۴۵/۱

کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ "بین یدیہ" (امام کے سامنے۔ ت) سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخو ابھی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اُس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق، بہر کیف اتنا ان کے کلام میں صاف مصرح ہے کہ اذانِ ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلافِ سنت ہے واللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہر گز نہ چاہئے۔

(۵) ظاہر ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰:

المطاف هو ماكان في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم مسجداً ¹	(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں مسجد حرام مطاف تک ہی تھی)۔ (ت)

تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف، حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہر گز جائز نہیں، فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علمگیر یہ صفحہ ۴۰:

تكره المضضة والوضوء في المسجد الا ان يكون ثمة موضع اعد لذلك ولا يصلى فيه ²	مسجد میں وضو اور کلی کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں ان کے لئے جگہ بنائی گئی ہو، اور وہاں نماز ادا نہ کی جاتی ہو۔ (ت)

وہیں ہے: لا يحفر في المسجد بئر ماء ولو قد يمة تترك كبئر زمزم³ (اور مسجد میں کنواں نہیں کھودا جائے گا اگر وہاں قدیم اور پرانا کنواں ہو تو چھوڑ دیا جائے جیسے زمزم کا کنواں۔ ت)

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک

¹ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی اماکن الاجابة مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۲

² فتاویٰ ہندیہ باب السالغ فصل ثانی مطبوعہ نورانی مکتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱۱۰/۱

³ فتاویٰ ہندیہ باب السالغ فصل ثانی مطبوعہ نورانی مکتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱۱۰/۱

بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو "بین ید یہ" وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے متشبیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا، اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر و بر جندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع وضو چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صفاً بلاشبہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قطع صفاً قطعہ اللہ¹۔ (جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے) رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ یہ کہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہو اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔ اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باوازم ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باوازم دُعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹:

اماماً یفعلہ المؤذنون حال الخطبة من الترضی ونحوہ، فمکروہ اتفاقاً ² ۔	یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و در مختار و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ

¹ سنن النسائی کتاب الامامۃ فضل الصف مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

² در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے:

اماحركات المكبرين وصنعهم، فاننا ابرأ الى الله تعالى منه ¹ ۔	یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا، پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔
(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احيا سنتي، فقد احبني، ومن احبني كان معي في الجنة ² ۔ اللهم ارزقنا۔	جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما، رواہ السجزي في الابانة والترمذي بلفظ من احب (اسے سجزي نے ابانہ میں روایت کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ت)

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احيا سنة من سنتي قد امنت بعدى فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً ³ ۔ رواه الترمذي ورواه ابن ماجة عن عمرو بن عوف رضي الله تعالى عنه۔	جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسك بسنتي عن فساد امتي فله	جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

¹ فتاویٰ اسعدیہ کتاب الصلاة مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر ۸/۱

² جامع الترمذی باب اخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

³ جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲، سنن ابن ماجہ باب سن سنة الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی

اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بھیقتی نے زہد میں روایت کیا۔

اجر مائة شهيد¹۔ رواہ البيهقي في الزهد۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مُردہ ہو گئی اور سنت مُردہ جیسی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑ جائے۔
(۸) اہیاء سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۹) حوزہ کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُس کی فصیل ان احکام میں خارج از مسجد ہے لہذا موضع اعد للوضوء کما تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کیلئے بنائی گئی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)
(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کوڑ لگالیں۔
مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض: حضرات! اہیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ²۔

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے اور اس وقت

¹ کتاب الزہد الکبیر للبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار القلم الکویت ص ۱۵۱

² القرآن ۲/۱۵

لازم ہے کہ ان دسوں ۱۰ سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی:

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے؟

(۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط؟

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیسا سب ہندی علما سے بجالاتے ہیں یا سو ۱۰۰ میں کتنے؟ بیٹواتجروا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۵۶) از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقتدر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم و محترم و معظم ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ بات کہ س اذان کا کتب سے داخل مسجد ہونا معمول و مروج ہوا، یقینی طور سے تحقیق نہیں ہوا، علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتب فقہ میں نظر پڑا ہو تو لکھئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط۔

الجواب:

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعویٰ کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ "بین یدیہ" (خطیب کے سامنے۔ ت) دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے، دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دے دی گئیں مسجد کریم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص محاذات منبر اطہر میں تھا کما فی الصحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) لہذا در مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر زاد عثمان علی الزوراء" (حضرت عثمان نے مقام زور پر اذان کا اضافہ کیا۔ ت) سے استناد کرنے والے علما کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار ہیں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہو سکتا ہے کہ فقہانے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون لکھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۷) مسئلہ قاضی محمد عمران صاحب از ربلی شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ بزمانہ حضرت تاج مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

ہوتی تھی اور دوسری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی "اذان علی باب المسجد" ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب:

زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہہ اقدس میں مسجد کریم کے دروازے پر۔ زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب بابِ جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب بابِ الرحمة ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

دخل رجل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر. ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب. فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً، فقال يا رسول الله الحديث ¹ ۔	ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحديث (ت)

اس دروازے پر اذانِ جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری یہیں قدرے کسل واقع ہوا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی، مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلافِ سنت ہے، یہ نہ زمانہ اقدس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت و خلافت ہائے راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

¹ صحیح بخاری باب الاستقواء فی المسجد الجامع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۷۱ھ

پہلے کس نے بدلی، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۸) از پبلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپیاں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
اذان جو خارج مسجد کھنسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستور قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ در صورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب:

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف و اجتناب منکر، دوسرے امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وار تکاب بے ادبی دربار عزت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرائی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواخذہ اُن پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بُرا جانے، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، وقال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ^۱ (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت)

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَبْصُرُكُمْ مَنْ صَلَّى إِذَا قَامَ إِلَيْكُمْ ^۲	اے اہل ایمان! تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، وذلك اضعف الایمان ^۳	تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (ت)

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کر سکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

^۱ القرآن ۶/۱۶۴

^۲ القرآن ۵/۱۰۵

^۳ سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۲۶۵

اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ و فساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کرا سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچاتا تو حالت اکراہ تھی اس وقت اس پر مواخذہ نہ ہوتا، قال تعالیٰ:

مگر وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)	إِلَّا مَنْ أَكْرَاهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ¹

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی و فتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا، سیکانص علیہ فی الھندیہ وغیرہ اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلانہ رہے، قال تعالیٰ:

تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)	فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْأِعُوا وَأَطِيعُوا ²

باوصف قدرت بندوبست و استعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لئے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دیگا، نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہیہ نامہ لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد و مکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان و جائداد سے ہلکانہ جانے، ہاں دوسروں کے سرچڑھنے اور فتنہ فساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ:

(فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)	وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ³

وقال تعالیٰ:

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلے (ت)	لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ⁴

¹ القرآن ۱۶/۱۰۶

² القرآن ۶۴/۱۶

³ القرآن ۲/۱۹۱

⁴ القرآن ۷/۵۶

اس امت کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال ہیں کیا جائیگا۔ (ت)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ¹

نسأل الله العفو والعافية، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم والله تعالى اعلم۔

مسئلہ (۳۵۹) از سہاور ضلع ایڈمرسلہ چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

اذان ثانی جمعہ خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کبھی جائے تو اس میں کچھ حرج ہے یا باب مسجد پر ہی ہونا ضروری ہے، ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت، دوم یہ کہ محراب مسجد بھی اس بارے میں باب مسجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں، دیوبندی صاحب کا مقولہ ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور اسی لئے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ کہ اگر باب مسجد دالان و صحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً و جنوباً واقع ہو اور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذان ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جودی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے نیچے اتر کر، یہاں تو آج وسط باب پر کبھی گئی ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو والسلام فقط۔

الجواب:

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کمانی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) لہذا علی الباب ہوتی تھی ورنہ خصوصیت باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذات خطیب و اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوار قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں نہ اس میں محاذات خطیب ہو اور منتہائے درجہ جانب شرق پر جو درہختے ہیں یہ محراب نہیں ان کو "بین الساریتین" کہتے ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہاں خلاف سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لئے کہ امام اور جملہ مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلاف سنت ہے کمانی شرح النقایہ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے۔ ت) شرعی

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُس کی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب نماحاذات منبر میں بنالیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اُس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موذن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فضیلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۰) مسئلہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر بریلی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل، کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھاتے ہیں وہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلویا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری اذان جمعہ کی خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیہ نہیں ہے اور بدعت حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ بدعت حسن کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہوگی تو کون سی ہوگی بدعت حسن ہوگی یا بدعت سیہ ہوگی، اگر بدعت حسن ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر بدعت سیہ ہوگی تو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ والی کو اندر دلانا کس نے شروع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، رہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا اُسی حالت میں باقی رکھی جیسی زمانہ رسالت و زمانہ خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۴۳۵ میں فرماتے ہیں:

یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ

فلما کان عثمان، امر بالاذان قبلہ علی

الزوراء، ثم نقله هشام الى المسجد، اى امر بفعله فيه، وجعل الآخر الذى بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى انه ابقاه بالمكان الذى يفعل فيه، فلم يغيره، بخلاف ماكان بالزوراء فحوله الى المسجد على المنار انتهى¹۔

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لیا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی، بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا انتہی۔

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات ہیں مونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنت بتاتے ہیں، اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں سے پہلے اذان ثانی امام کے رو برو ہشام نے کہلوائی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی، پھر اس سے کیا ہوا، غرض ہشام بیچارے سے بھی ہر گز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول و فعل کیا حجت تھا، وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرایا سولی دلوائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ لغش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا برسوں سولی پر رہی جب ہشام مر گیا تو لغش مبارک دفن ہوئی ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جسم مبارک پر ایسا جالاتان دیا کہ بجائے تہبند ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی سے پشت اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی، کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعویٰ محض باطل و

1 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۳۵۷ھ

بے اصل ہے۔

(۱) بدعتِ حسنہ سنت کو بدلانا نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ معہدہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

یعنی قیام تعظیمی ہیں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے۔	یحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرة ^۱ ۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہو کر چوبدار چلاتا ہے کہ درباریو چلو ہر گز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچھریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کمرہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کمرہ سے باہر جا کر کیا اگرچہ اسی خاص کمرہ کچہری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے تو بے ادب گستاخ بنا کر نہ نکالا جائیگا، افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین جل جلالہ، کے دربار میں روار کھو۔

(۳) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہانے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو، درمختار میں ہے:

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)	یحرم فیہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر، الا للمتفقہ ^۲ ۔

نہ کہ اذان کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البناۃ شرح الہدایۃ للامام العینی (جیسا کہ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لئے مساجد کی بنانہ ہو صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

^۱ فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴۹/۱

^۲ الدر المختار آخر باب ما یفید الصلوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۳/۱

جو گئی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ (ت)

من سمع رجلاً ينشد ضالة في المسجد، فليقل لاردها الله عليك، فان المساجد لم تبين لهذا¹۔

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، درمختار میں ہے: کہ انشاء ضالة² (مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لئے ڈھونڈتا اور مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، اگر اذان دینے کے لئے مسجد کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو، یہ کیونکر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجہ نہ ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ولہذا علمائے سنت کی تعریف میں "مع التواك احیاناً" مانو، کیا کہ ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصلاً ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر اذان دلائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عباراتیں اصل فتوے میں گزریں اور خفیہ کے یہاں مطلق کراہت سے غالباً مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلاف پر دلیل درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی دربار معبود ہے۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نفی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالباً اُس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قول مصنف "لا یزید علیہا شیئاً" کا ظاہر اشارۃً واضح کر رہا ہے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں۔ (ت)

ظاہر قول المصنف ولا یزید علیہا شیئاً، یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ علیہا³۔

¹ الصحیح لمسلم کتاب المساجد باب النبی عن نشد الضالۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۰۱

² الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۳/۱

³ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ہدایہ میں قول امام محمد قرا وجہر (وہ پڑھے اور جہر کرے۔ ت) پر فرمایا: یدل علی الوجوب^۱ (یہ وجوب پر دال ہے۔ ت) عنایہ میں فرمایا: لانه بمنزلة الامر بل أكد^۲ (یہ بمنزلہ امر بلکہ اس میں اُس سے بھی زیادہ تاکید ہے۔ ت) فتح القدیر میں فرمایا: ما یدل علی الوجوب وهو لفظ الخبر^۳ (جو وجوب پر دال ہے وہ لفظ خبر (قرا) ہے۔ ت) ان وجوہ پر نظر انصاف کے بعد مجموع سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سیدہ ہے ہر گز حسنہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۱) مرسلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری از مقام شہر ہمیر پور صوتی گنج صدر بازار ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن جی علی الصلاۃ جی الفلاح کہے تو سامع کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

جی علی الصلاۃ و جی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہئے، اور بعض اوّل کے جواب میں جی لاحول اور دوم کے جواب میں ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ ت) کہتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ جی علی الصلاۃ کے جواب میں کہے جی علی الصلاۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور جی علی الفلاح کے جواب میں کہے جی علی الفلاح لاحول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مسئلہ (۲۶۳) از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جی علی الصلاۃ جی علی الفلاح کے وقت مؤذن دائیں بائیں رخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی دائیں بائیں رخ کرنا سنت ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

علماء نے اقامت میں بھی دھننے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اسے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ ادھر ادھر منتظر اقامت ہوں، در مختار میں ہے: ویلفت فیہ وکذا فیہا

^۱ ہدایہ کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ دہلی کالونی کراچی ۹۸/۱

^۲ عنایہ حاشیہ علی فتح القدیر کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۸۷/۱

^۳ عنایہ حاشیہ علی فتح القدیر کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۸۷/۱

مطلقاً¹ (اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں۔ ت) قنیت میں ہے:

الاصح ان الصلاة عن يمينه، والفلاح عن شماله، مت، شم، قع، ضح، والاقامة كذلك اه ای مجد الائمة الترجماني وشرف الائمة المكي والقاضي عبد الجبار والايضاح اوضياء الائمة الحجبي ² ۔	اصح یہ ہے کہ جی علی الصلاة کے وقت دائیں اور جی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت، شم، قع، ضح۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اه یعنی "مت" سے مجد الائمة ترجمانی، "شم" سے شرف الائمة المکی، "قع" سے قاضی عبد الجبار اور "ضح" سے ايضاح يا ضياء الائمة الحجبي مراد ہیں۔ (ت)

اُسی میں ملقط سے ہے:

لايحول راسه في الاقامة عند الصلاة والفلاح الا لاناس ينتظرون الاقامة ³ ۔	تکبیر کے اندر جی علی الصلوة اور جی الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں۔ (ت)

مسئلہ (۳۶۴) از دمن خرد عملداری پرنگال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشہد ان محمد رسول اللہ جو اذان و اقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے احیاناً عمدتاً ترک کرے تو وہ شخص قابلِ ملامت ہے یا نہیں۔

الجواب:

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصلاً ملامت روا نہیں جانتا فاعلون پر ملامت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر احیاناً کرے احیاناً نہ کرے ہرگز قابلِ ملامت نہیں فان المستحب هذا شأنه (کہ مستحب کا درجہ و مقام یہی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۳۶۶) از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود قاری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ:

حضور پُر نور کے نام مبارک سُن کر ہاتھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

¹ در مختار باب الاذن مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

² قنیت باب الاذان مطبعة مشتهرة بالمسائنة انڈیا ص ۹۱ و ۲۰

³ قنیت باب الاذان

الجواب:

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیتِ محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از اور یا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحلیم صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹھے چومنا اس کا جو طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بختیسے۔

الجواب:

جب مؤذن پہلی بار اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر^۱ (اے اللہ! میری آنکھوں اور سمع کو نفع عطا فرما۔ ت) رد المحتار عن جامع الرموز عن كنز العباد (رد المحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں كنز العباد سے منقول ہے۔ ت) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں کمابینا فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۸) از حبیب والہ ضلع بجنور تحصیل و ہامپور مدرسہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوٰۃ یر حکم اللہ الصلوٰۃ کئی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے کہ منع نہیں مگر چہ منقول نہ ہو جیسے تشویب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روى الامام الشافعى عن الزهرى قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	امام شافعى نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے لئے مؤذن کو

^۱ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۹۳

یأمر المؤذن في العیدین. فيقول الصلاة جامعة	حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے الصلوة جامعة (جماعت نماز تیار ہے)۔ (ت)

لاجرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارنا مستحب فرمایا، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے:

يقول اصحابنا وغيرهم انه يستحب ان يقال الصلاة جامعة ² ۔	ہمارے علماء شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ "الصلاة جامعة" کہنا مستحب ہے۔ (ت)

مرقاۃ علی قاری میں ہے:

يستحب ان ينادى لها الصلاة جامعة ³ ۔	نماز کے لئے "الصلوة جامعة" کہنا مستحب ہے۔ (ت)

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاۃ یرحمکم اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) انہیں کے معنی میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں۔

اقول: وما روى مسلم عن جابر رضي الله تعالى عنه: ان لا اذان للصلاة يوم الفطر، ولا اقامة ولا نداء ولا شيعي فهي فتوى منه رضي الله تعالى عنه انما روايته ما ذكر اولاً قال لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الاضحى ⁴ ، وليس فيه الانفي الاذان، وزاد جابر بن سبرة وغيره نفي الاقامة، وقد انعقد على نفيهما الاجماع، ولا نظر لخلاف شاذ، فلا حاجة الى ما ذكر الامام النووي في قول جابر رضي الله تعالى عنه، يتناول على ان المراد الاذان، ولا اقامة ولا نداء في معناهما ولا شيعي من ذلك ⁵ اه	اقول: وہ جو مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید الفطر کے لئے نہ اذان نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی تھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے ان سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفی اذان ہے حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور خلاف شاذ قابل توجہ نہ ہوگا تو اب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں امام نووی کی اس تاویل

¹ الامام الشافعي من قال لا اذان للعیدین مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۵/۱

² شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

³ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب صلاۃ العیدین مطبوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۰۰/۳

⁴ صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

⁵ شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

ومن العجب ما وقع في الاشعة تحت حديث جابر بن سمره رضي الله تعالى عنه صليت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير اذان ولا اقامة، انه زاد في رواية، ولا الصلوة جامعة¹ اه فلا اثر له في صحيح مسلم، ولو كان لم يدل الاعلى عدم المواظبة، ولم يعارض ما ثبت في مرسل الزهري، ومرسل الثقة حجة عندنا، والله تعالى اعلم۔	کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی ندا ہوتی تھی، اور اشعۃ اللمعات کے اس مضمون پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرہ کی اس حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغير اذان و اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی، کہا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "الصلوة جامعة" کے الفاظ بھی نہیں کہے جاتے تھے، یہ کلمہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدم مواظبت پر دلیل ہے یعنی بیہنگی نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض نہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۶۹) از بریکانیر مارواڑ مہادنان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومتے نہیں یہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چومے وہ مردود و ملعون ہے، اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور چومنا جائے تو کیا ذمے گناہ ہوگا اگر چومنا منع ہے تو وہ شخص کو جو نہ چومنے والوں کو کلمات مندرجہ بالا کہتا ہے اُس کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سُن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کمافی کنز العباد و جامع الرموز ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ کنز العباد، جامع الرموز اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر پر مردود و ملعون کہنا سخت باطل و مردود ہے ہاں جو بر بنائے وہابیت اسے بُرا جان کر نہ چومے تو وہابی ضرور مردود و ملعون ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۰) از بریلی مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) الاقامة حق للمؤذن ولا يقيم بغير اذنه، سبعت من اساتذة مروية، وان قال الامام	(۱) تکبیر مؤذن کا حق ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

¹ اشعۃ اللمعات الفصل الاول من باب صلوة العیدین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۵۹۷۱ھ

یہ سنا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کھڑے "تکبیر پڑھ" تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟	بغیرہ اقم، فهو ایضاً جائز بغیر الکراہة، صحیح، ام لا۔
(۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر بکبر اجازت امام کے بغیر تکبیر کہہ دے اس کے قول پر عمل جائز نہیں اور اس کی تکبیر پر رکوع وسجدہ کرنے والے کی نماز باطل نہ ہوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟	(۲) والمکبر فی یوم العید والجمعة ان کبر بغیر اذن الامام، لایجوز الاخذ بقوله ولا بطلت صلوٰة من رکع اوسجد بتکبیرہ، صح ام لا۔

الجواب:

(۱) ان کان المؤذن حاضراً لا یقیم غیرہ الا باذنه ولا ینبغی للامام ان یامر غیرہ بالاقامة الا بوجه شرعی مثل ان تكون اقامته مشتملة عن لحن وذلك لانه یوحش المؤذن به۔	(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لئے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ (ت)
(۲) هذا باطل لا اصل له، ویجوز التبلیغ عن الحاجة وان لم یأذن الامام، بل وان نہی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔	(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت نہ دے بلکہ وہ منع بھی کر دے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۷۱) ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جائے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا جب حی علی الفلاح بکتر کہے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جو کہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا، حوالہ وہ دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۲)

از چنٹوڑ گڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد صاحب

۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر بکتر شروع کر دے اب امام حجرہ سے روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے جی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے بصورت احیاناً یا بصورت دواماً، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام بکتر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ بکتر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے المؤذن املک بالاذان، والامام املک بالاقامة^۱ (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اُسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور جی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے، یوں ہی بعد خطبہ اُسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہ حکم قوم کے لئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۳)

از جرودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب

۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے یا بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہئے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب:

تکبیر کھڑے ہو کر سُنا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے اور جب بکتر جی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۴)

محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب ۱۴

محرم ۶ ۱۳۳۳ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بلا اذان جماعت اولیٰ مکروہ و خلاف سنت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش

۱ کثر العمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۲۰۹۶۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۷۹۴

۱۵ محرم ۱۳۳۹ هـ

مسئلہ (۳۷۵) مسائل از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ نیتھے خاں

(۲) اذان نابالغ دے تو جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) تکبیر واجب ہے ماسنت؟

(۴) مصلیٰ پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کے لئے اذان سنتِ مؤکدہ و شعارِ اسلام و قریب بواجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یوں ہی تکبیر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب امام مسجد میں بہ تہیہ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصلے تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئله (۳۷۶) از شهر مسئوله وکیل الدین طالب علم مدرسه منظر الاسلام ۶ محرم ۱۳۳۹ هـ

[illegible]

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سخت اشد کبیرہ ہے بکر پر تو یہ فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور آواز ہونا مستحب ہے کہ اوروں کو بھی ترغیب و تہذیب ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۷) از شہر محلہ ملوک پور مسئلہ شفیق احمد خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا چاہئے یا بیٹھ جانا چاہئے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب:

امام کے لئے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمگیری میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاة ادرہر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ سرادپائے کو، جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلاة جماعت قائم ہو گئی۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

۹ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۸) از شہر بازار شہامت گنج مسئلہ مشیت خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھنا آواز بلند چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ و سلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب:

پڑھنا چاہئے اور صلاۃ و سلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لئے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۹) از شہر محلہ صالح نگر مسئلہ کفایت دری ساز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا ہمنیال ہے اگر وہ اذان دے سُننی کی مسجد میں تو اس کا جواب سُننی دے یا نہیں؟ اور جب سُننی اس مسجد میں نماز کے کیلئے جائے تو اپنی اذان کہے یا اس کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

اسم جلالت پر کلمہ تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسمائے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اُس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے: ویعاد اذان کافر وفاسق^۱ (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ دُر مختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کہتا ہے کہ امام و مقتدی بیٹھ کر سنیں، عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر سننا چاہئے اور یہ رواج قدیم ہے اور یہ نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب:

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً رد فرض ہے قال اللہ تعالیٰ:

بیشک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔	إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا^۱

رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرما دیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو، جب پڑھا جائیگا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا فلذا ہر بار درود پڑھنے میں اداۓ فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارے قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فَاَقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ^۲ (پس پڑھ قرآن سے جو تمہیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسئلہ شرعیہ کوئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہ جہالت نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ توہین شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں جب بکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مطابقت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاۃ جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیانہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر

^۱ القرآن ۵۶/۳۳

^۲ القرآن ۲۰/۷۳

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات¹ - والله تعالى اعلم -	اگر کوئی تکبیر کے وقت آیا تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر تکبیر سُننا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو اُٹھے مضمرات میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۸۱) از ریاست رام پور محلہ مردان خان گلی موچیاں مسئلہ محمد نور ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور بانی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحن مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھانہ ہو صاف میدان حد بستہ ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی سنا ہے کہ جماعت پر حق سبحانہ کی رحمت اول امام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک، جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلیان پر رحمت حق نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور پُرا نی مسجدوں میں داہنی جانب اور بائیں جانب بُرج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذن نے اُس کو چھوڑ دیا صحن مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منڈھیر وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے: لا یؤذن فی المسجد^۲ (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نظم زند و لیبی و جامع الرموز میں ہے: یکرہ الاذان فی المسجد^۳ (مسجد میں

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاة باب فی الاذان فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۷۱

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴۹۱، فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵۱، البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

^۳ جامع الرموز کتاب الصلاة فصل الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳۳/۱

نوٹ: جامع الرموز میں یہ عبارت بالمعنی ہے بالفاظ نہیں۔ جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں: بانہ لا یؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم^{۱۱}۔ نذیر احمد سعیدی

اذان مکروہ ہے۔ ت) اذان کے لئے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر ہو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیل مسجد پر اُس طرف ہو جدھر مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جدھر چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمت الہی پہلے امام پر اُترتی ہے پھر صفِ اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صفِ اول کے دہنے پر پھر بائیں صف پر پھر دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بایاں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبہ معظمہ ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۲) از روبرو دایہ مہ سانسہ۔ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان چاندرا سول مسؤلہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر پنجوقتہ نمازوں کے وقت پر بجانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔
بینوا اتوجروا۔

الجواب:

یہ سخت حرام اور ناپاک و ملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۸۳) از اکثر اضلع بلا سپور۔ سی پی مسؤلہ عبدالغنی امام مسجد جامع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو پنک کر نالی میں موٹر گڑوؤں کا ایک ہی نمبر کالچی گانے والا بھانڈ بھی مسخر اچور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگنے پر کہا تم نے دودھے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لائین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سنا اور ۱۵ رمضان کو عین جماعتِ فجر کے وقت جھاڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ موت موت موت تو آگ نہ موتو، بے حیا لڑکا فساد ہی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی بہکاتا تھا لہذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سخت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہر گز اجازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الامام ضامن والمؤذن مؤتمن^۱ (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداؤد والترمذی

^۱ جامع الترمذی باب ماجاء ان الامام ضامن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹/۱، سنن ابی داؤد باب ملایب علی المؤذن مطبوعہ آفتاب عالم پریس

وابن حبان والبیہقی عن ابی ہریرۃ و احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح (اسے ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا و لہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز و سحری و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا، تنویر میں ہے:

یجوز اذان صبی مر اھق و عبد و اعی ¹ ۔	قریب البلوغ سچھے، غلام اور نابینا کی اذان جائز ہے۔ (ت)

تمیین الحقائق میں ہے:

لان قولھم مقبول فی الامور الدینیۃ، فیکون ملزماً، فیحصل بہ الاعلام بخلاف الفاسق ² ۔	کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر ہے لہذا ان کا قول ملزم ہوگا اور اس کے ساتھ اعلام حاصل ہو جائیگا، بخلاف فاسق کے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

یؤخذ مما قد منأه من انه لا یحصل الاعلام من غیر العدل ولا یقبل قوله انه لا یجوز الاعتماد علی المبلغ الفاسق خلف الامام ³ ۔	ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ اعلام بغیر عدل کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا قول قبول نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق کبتر پر اعتماد جائز نہیں۔ (ت)

در مختار میں ہے:

وجزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبی لا یعقل قلت وكافر وفاسق لعدم قبول قوله فی الدیانۃ ⁴ ۔	مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل، ناسمجھ سچھے کی اذان پر عدم صحت کے ساتھ جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اور کافر و فاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

¹ دُر مختار شرح تنویر الابصار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

² تمیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱/۹۳

³ رد المحتار مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۹۰

⁴ در مختار مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

غنیہ میں ہے:

يجب إعادة اذان السكران والمجنون والصبي غير العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد على قولهم¹ اه وقد نقله في رد المحتار واقره بل ايدبه بحث البحر فلا وجه لبحثه في الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود باذانه كما تقدم-	نشہ کرنے والے، دیوانے، نابالغ بچہ کی اذان لوٹائی جائیگی کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل نہیں ہو پاتا اور رد المحتار میں اسے نقل کر کے ثابت رکھا بلکہ بحر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کی اذان سے اعلام کا حصول مسلمہ طور پر نہیں ہوتا۔ (ت) واللہ تعالیٰ
اعلم	اعلم

مسئلہ (۳۰۴) از سینوریم ضلع نینی تال مسئلہ سراج علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لئے اذان پڑھوئے کیا اہمیت رکھتی ہے مجدد کے علاوہ کسی اور جگہ دوچار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع، یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا، شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اذان الحی یکفینا² محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے،

یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۵) از بریلی بازار مسئلہ عزیز الدین خاں دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارنا اور اذان ثانی باہر مسجد کے کہنا وہابیہ کا کام ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز سے پہلے صلاۃ پکارنا مستحسن ہے حرمین شریفین و تمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۹

² رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۹۱

کہنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں، اذانِ ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروق اعظم کی سنت ہے، اُسے وہابیہ کا کام کہنا محض جہالت و حماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سُنی سنائی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معلن بھی نہیں اور اس کی طہارت و قرأت صحیح ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔





رسالہ

منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین^{۱۳۰۱ھ}(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)^{۱۳۰۱ھ}

مسئلہ (۳۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے

چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

تمام نجویان اللہ کے لئے جس نے گروہِ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ و سلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاة والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمدنا الرفیع ذکرہ فی الصلاة والاذان، والجیب اسمہ عند اهل الایمان، وعلی آلہ وصحبہ

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ، لا شریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا رحم الراحمین، مولیٰ جلیل کا عبد ذلیل عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درنا خلیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دے۔ (ت)

والمشروحة صدورهم لجلال اسرارہ والمفتوحة عيونهم بجمال انوارہ، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، وان محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه اجمعين، وعلينا معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين آمين، قال العبد الذليل للمولى الجليل عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الحنفي القادري البركاتي البريلوي، نور الله عيونہ واصلح شيونہ مستعيذا برب الفلق من شر ما خلق وحامدا لله على ما لهم ووفق۔

الجواب:

حضور پُر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگلی یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اُس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علماء و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکرم و علیہم جمیعاً الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقیاتی، مختصر الوقاۃ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہ کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان کے صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم قنوجی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارے میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و ترجیح و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوں، مقاصد میں فرمایا:

لا یصح فی المرفوع مِنْ کُلِّ هَذَا شَيْءٍ ¹ ۔	بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

کل ما یروی فیہی ہذا فلا یصح رفعہ البتۃ ² ۔	اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمعیل جراحی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

لَمْ یَصَحَّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٍ ³ ۔	بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح و تماسک و صلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتقریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علما و قبول قدماء حدیث کے لئے قوی، دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اُس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر انصاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ	یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

¹ المقاصد الحسنہ حرف الیمیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

² الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

³ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۳

تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل به لقوله عليه الصلاة والسلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ¹ ۔	عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

توصدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوعہ درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنیۃ فی الاحادیث الدائرة علی الاسنۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالإسلام ديناً وبمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم نبياً ط اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے سنایہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے نجوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔	یعنی مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سُن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانب باطن سے نجوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشہد ان محمد عبداً ورسوله، ورضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم نبياً ط اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے سنایہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے نجوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وكذا ما وردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر ^۲	یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

¹ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

² المقاصد الحسنیۃ حروف الی حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۳

الرداد الیہانی المتصوف فی کتابہ "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعه عن الخضر علیہ السلام انه قال من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله، مرحبا بجيبی وقرۃ عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم، ثم یقبل ابها میہ ویجعلها علی عینیہ لم یرمد ابدا¹	رداد یحییٰ صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر مرحبا بجیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا:

ثم روى بسند فيه من لم اعرفه عن اخي الفقيه محمد بن البابا فيما حكى عن نفسه انه هبت ريح، فوكت منه حصاة في عينه فاعياه خروجها والتمته اشد الالم، وانه لماسع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله، قال ذلك فخرجت الحصاة من فورة، قال الرداد رحمه الله تعالى، وهذا يسيير في جنب فضائل الرسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم²۔	یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہر گز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انہوں نے مؤذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رواد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

وحكى الشمس محمد بن صالح نالمدني امامها وخطيبها في تاريخه عن المجد احد القدماء من المصريين، انه سمعه يقول من صلي	یعنی شمس الدین محمد بن صالح المدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا

¹ المقاصد الحسنه حروف الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٢

² المقاصد الحسنه حروف الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٢

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔	على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع ذكره في الاذان، وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلها ومسح بهما عينيه لم يرمدا ابدا¹۔

پھر فرمایا:

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندي سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیدِی یا رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیبَ قَلْبِی ویا نُورَ بَصْرِی ویا قُرَّةَ عَیْنِی، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔	قال ابن صالح، وسعت ذلك ايضا من الفقيه محمد بن الزرندي عن بعض شيوخ العراق او العجم انه يقول عندما يمسح عينيه، صلى الله عليك يا سيدى يا رسول الله يا حبيب قلبى ويا نور بصرى ويا قرة عيني، وقال لى كل منهما منذ فعله لم ترمد عيني²۔

پھر فرمایا:

یعنی امام ابن صالح مروح نے فرمایا اللہ کے لئے حمد و شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھانہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ³۔	قال ابن صالح وانا والله الحمد والشكر منذ سعة منهما استعملته، فلم ترمد عيني وارجو ان عافيتهما تدوم واني اسلم من العي ان شاء الله تعالى³۔

پھر فرمایا:

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے	قال وروى عن الفقيه محمد بن سعيد الخولاني قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن علي بن محمد بن حديد الحسيني، اخبرني الفقيه الزاهد ابلالي

¹ المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

² المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

³ المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

عن الحسن عليه السلام، انه قال، من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمداً رسول الله مرحباً بجيبي وقرّة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ويقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيّه لم يعم ولم يرمد¹۔	حضرت امام حسن علی جدہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِجَيْبَيْيْ وَقُرَّةَ عَيْنِي مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہونہ آنکھیں دکھیں۔

پھر فرمایا:

وقال الطائوسي، انه سمع من الشمس محمد بن ابي نصر البخاري خواجه، حديث من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري ابهاميه ومسهما على عينيّه، وقال عند المس "اللهم احفظ حدقتي ونورهما ببركة حدقتي محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونورهما لم يعم²۔	یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمات شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن پوئے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ احْفَظْ حَدَقَّتِي وَنُورَهُمَا بِبَرَكَهٖ حَدَقَّتِي مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنُورَهُمَا، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية "صلى الله تعالى عليك يا رسول الله" وعند الثانية منها "قرّة عيني بك يا رسول الله" ثم يقال "اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين" فانه صلى الله تعالى عليه وسلم يكون قاعداً له	یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہد ان محمداً رسول اللہ سننے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ط کہے اور دوسری بار قُرَّةَ عَيْنِي بِكَ یا رسول اللہ ط پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ط کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کثر العباد

¹ المقاصد الحسنة باب الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان ص ٣٨٢

² المقاصد الحسنة باب الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان ص ٣٨٥

الى الجنة كذا في كنز العباد¹۔

میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیة² یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہانے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا (شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکہ المحمییہ مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابهامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان، هل هو جائز ام لا، اجبت بمانصہ نعم تقبیل الابهامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل هو مستحب صرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب ³ ۔	یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں: وروی تجربة ذلك عن كشيدين⁴ یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کامل کے لئے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد بسیط درکار واللہ الموفق ونعم المعین فاقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق۔

افادہ اول: (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

¹ جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۵/۱

² فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

³ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعینی بعض الاجابت المشترکہ الخ نوکثور لکھنؤ ۵۱۱/۳

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور اُن سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس کی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ بالآئکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عندا تحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ عہ میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیئٌ انتہی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوته علی الصحیح بل کہا یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً ^۱ ۔	ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی انتہی حسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اُسی عہ میں ہے:

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحة نفی الثبوت علی وجه الحسن ^۲ ۔	یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ عہ^۳ میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انه حدیث لا یصح ای	یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے
عہ ^۱ : ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ: عہ ^۲ : آخر صفة الصلاة قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ: عہ ^۳ : ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ	وضو کے بعد تالیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت) صفة الصلوٰۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلوٰۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت) گیارہویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشور کے دن اہل و عیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ حلیۃ الحلی
^۲ حلیۃ الحلی

لذاتہ فلاینفی کونہ حسناً لغیرہ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کمابین فی علم الحدیث ^۱ ۔	یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں:

من نفی الصحة لا ینتفی الحسن ^۲ اھ لایصح ملخصاً	ملخصاً یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصاً

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

هذا القسم من الحسن مشارک للصحيح فی الاحتجاج به وان کان دونہ ^۳ ۔	یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

لا یصح لا ینافی الحسن ^۴ اھ ملخصاً	یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصاً

سیدی نور الدین علی سمودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قد ینکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ، اذا الحسن رتبة بین الصحیح والضعیف ^۵ ۔	یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجت ہے، اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینہی ان ینتعل الرجل قائماً^۶ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام
ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا:

^۱ الصواعق المحرقة، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

^۲ نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

^۳ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علمی لاہور ص ۳۳

^۴ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

^۵ جواہر العقیدین فی فضل الشرفین

^۶ جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث ¹ ۔	دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں عہ :

نفیہ الصحة لاینافی انه حسن کما علم ² ۔	صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ ست دائرہ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست ³ ۔	اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتیٰ کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الممام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انه لم یصح ان سلم لم یقدح لانه الحجیۃ لاتتوقف علی الصحة بل الحسن کاف ⁴ ۔	یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ تحت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عہ: المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱

² شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۵۵/۵

³ شرح صراط المستقیم عبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۲

⁴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸/۳

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہونہ نہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائیگا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتداء و انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُن کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سوء حفظ یا تدریس وغیرہ، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعت و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانہا پہنتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہیں شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہو نا بشرطیکہ هنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب رائج پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سننہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متم کذاب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظر تدقیق میں یوں کہے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افتراء ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ و سیرد علیک تفصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلیٰ العلیٰ (اس کی روشن تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، واللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت و حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لئے دیدہ و دانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن مکر و تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے:

امام سند الحفظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زر قانی و علامہ سمودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالت النص و فحوی الخطاب اس دعوٰی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے:

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی آلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر: فان الوضع اثبات کذب و الاختلاق، و قولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم، وانما هو اخبار عن عدم الثبوت، و فرق بین الامرین ¹ ۔	یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ آلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا:

وهذا یجب فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لا یصح" او "نحوہ" ² ۔	یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاقل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً ³ ۔	یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث،	یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

¹ مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحہ نوکثور لکھنؤ ۵۰۶/۳

² تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰/۱

³ القول المسد والحدیث السالغ مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن لیس بصحیح وهذا صادق بضعفه ¹	حکم کیا یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لا یلزم عن عدم الصحة وجود الوضع كما لا یخفی ²	یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روزِ عاشور اُسرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم "لا یصح هذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت لا یلزم من عدم صحته ثبوت وضعه وغایتہ انہ ضعیف ³	یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے نقل:

ان لفظ "لا یثبت" لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ ⁴	یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلًا ویذهب بالداء اصلاً (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو بڑے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت قول امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں:

هو یفید انہ غیر موضوع كما لا یخفی ⁵	یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

¹ التعقبات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ سائگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۹

² موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

³ موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث الاتحال یوم عاشور الخ حدیث ۱۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۴۱

⁴ مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

⁵ موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور قطع بوضوح تام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دغوی کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدّدہ ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائیگا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے، یا متکلمین طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لکن الوہابیہ

قوم یجہلون۔

افادہ دوم: (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالتِ قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور، جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ ۲ دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)	وهذا على نزاع فيه. فان من العلماء من نفى الجهالة برواية واحد معتدداً مطلقاً او اذا كان لا يروى الا عن عدل عنده، كـيحيى بن سعيد القطان وعبد الرحمن بن مہدی والامام احمد في مسنده. وهناك اقوال آخر۔

۳ سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابو حنیفہ خلافاً للشافعی¹ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

¹ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث معرفۃ من قبل روایتہ ومن تردد دار الامام الطبری بیروت ۵۲/۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قَالَ فِي شرح المذهب، ذكره في التدريب، وكذلك مَالِ إِلَى اختياره الامام ابو عمرو بن الصلاح في مقدمته، حيث قال في المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأى في كثير من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من الرواة الذين تقادم العهد بهم وتعذرت الخبرة الباطنة بهم ¹ ۔	یہ شرح المذهب میں ہے، تدريب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابو عمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انہوں نے تیسویں ۳۰ نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پُرانا ہے اور ان کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)

اور دو^۲ قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا هل يقبل المجهول	وهو على ثلاثة مجعول
مجهول عين من له راو فقط	ورده الاكثر والقسم الوسط
مجهول حال باطن وظاهر	وحكمه الرد لدی الجماهر
الثالث المجهول للعدالة	في باطن فقط فقد رأی له
حجية بعض من منع	ما قبله منهم سليم ^۲ عه فقطع

(مجهول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائیگا یا نہیں؟ اس کی تین ۱۳ اقسام ہیں، مجهول عین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ: ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی
الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه رضى الله تعالى
عنه۔ (م)
اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب راوی شافعی ہیں ان کے
نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

¹ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعه فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

² الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من قبل روایتہ ومن تردد دار الامام الطبری بیروت ۲/۴۳

اسی طرح تقریب النووی و تدریب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهراً وباطناً، ومجهولها باطناً مع وجودها ظاهراً وهو المستور، ومجهول العین، فاما الاول فالجمهور علی انه لا یحتج به، واما الاخران فاحتج بهما کثیرون من المحققین ¹ ۔	مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمهور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالبؒ کی قدس سرہ المکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس سرہ ہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض ما یضعف به رواة الحديث وتعلل به احادیثهم، لا یكون تعلیلاً ولا جرحاً عند الفقهاء ولا عند العلماء باللہ تعالیٰ مثل ان یكون الراوی مجهولاً، لا یثارة الخمول وقد ندب الیه، اولقلة الاتباع له اذ لم یقم لهم الاثرۃ عنه ² ۔	یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نحوہی باطل و مجہول ہو، بعض متشددین نے اگر دعویٰ سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

¹ مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

² قوت القلوب فصل الجادی واثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۷۷۱

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔	جہالۃ بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارہ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال ^۱ ۔

مرقاۃ شرح عہ^۱ مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیہ راو مجہول، ولا یضر لانه من احادیث الفضائل^۲ (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انہ عہ^۲ لیس بموضوع وفی سندہ مجہول^۳ (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے) امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی ہالی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

یعنی روی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متمم نہ ہو۔	لو ثبتت عہ ^۳ جہالۃ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعاً ما لم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع ^۴ ۔

عہ^۱: ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)
عہ^۲: یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً ۱۲ منہ (م)
عہ^۳: قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صلاة التسبیح لکن اہملہ ابو الفرج بجہالۃ موسیٰ بن عبد العزیز ۱۲ منہ۔ (م)
فضیلت اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دوت سے بھر دیگا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسیٰ بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

^۱ رسالہ فضائل نصف شعبان

^۲ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۱/۲

^۳ الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

^۴ ہالی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۴۲/۲

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی و آلی میں فرماتے ہیں:

لا یلزم ^{عہ} من الجهل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعاً ^۱ ۔	راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة^۲ (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدود فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے آلی و تعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیعی مبادکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع ^۳ ۔	یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ترویج فاطمہ من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونه کذباً فیہ نظر، وانما هو غریب فی سندہ مجهول ^۴ ۔	اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقاتی شرح مواہب میں فرماتے ہیں^۲:

عہ: ۱: قالہ فی حدیث وعبد تارک الحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہوا اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)
عہ: ۲: باب وفاة امہ وما یتعلق بابو یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہ	باب وفاة امہ وما یتعلق بابو یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ آلی مصنوعہ صلوۃ التسمیۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱۸/۲

^۲ کتاب الموضوعات فی حدیث انشاء الشعر بعد العشاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۶۱/۱

^۳ القول المسدود الحدیث الثانی مطبوعہ دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶

^۴ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۳۳

قال السهيلي في اسناده^ع مجاهيل وهو يفيده ضعفه فقط، وقال ابن كثير منكر جدا وسنده مجهول وهو ايضا صريح في انه ضعيف فقط. فالمنكر من قسم الضعيف، ولذا قال السيوطي بعد ما اورد قول ابن عساكر "منكر" هذا حجة لما قلته من انه ضعيف، لا موضوع. لان المنكر من قسم الضعيف، وبينه وبين الموضوع فرق معروف في الفن، فالمنكر ما انفرد به الراوي الضعيف مخالفا لرواته الثقات فان انتفت كان ضعيفا وهي مرتبة فوق المنكر اصلح حالا منه¹ اهملخصا	امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لئے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فن اصول حدیث میں فرق واضح اور
مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)	مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں، تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادہ سوم: (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسال^ع بعد	اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں
عہ: یعنی حدیث احياء الابوين الکریمین حتیٰ اُمنابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م) عہ: ۲: قوله كالا رسال ای علی تفسیر وهو منہ علی آخر وهو علی اطلاق ۱۲ منہ (م)	یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت) قوله كالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وملتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۹۶۱

عدالة الرواة وثقتهم لایضر ¹ ۔	کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ^{عہ} میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذلك فان المنقطع کالمرسل فی قبوله من الثقات ² ۔	یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاہ^{عہ} میں فرماتے ہیں:

قال ابو داود هذا مرسل ای نوع مرسل وهو المنقطع لکن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور ³ ۔	ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمهور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)

اور جو اُسے قاض جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاہ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لا یضر ^{عہ} ذلك فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع	یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عہ: ۱: اول صفة الصلاة في الكلام على زيادة وجل ثناؤك في الثناء ۱۲ منه (م)	صفة الصلوٰۃ کی ابتدا میں جہاں ثناء میں "وجل ثناؤک" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ
عہ: ۲: تحت حدیث امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضأ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)	(ت) اس کا ذکر المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)
عہ: ۳: تحت حدیث اذارکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر هو لایضر ذلك ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان ربی العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

¹ فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹/۱

² حلیہ الحلی

³ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضو مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۴۳



یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً ^۱ ۔	میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔
افادہ چہارم: (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات عہ^۱ میں ہے:	
المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع ^۲ ۔	مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی عہ^۲ میں ہے:

المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف ^۳ ۔	منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اُسی عہ^۳ میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع ^۴ ۔	ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اُسی عہ^۴ میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل فی الفضائل ^۵ ۔	منکر، ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔ (ت)

عہ ^۱ : ذکرہ فی آخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)	باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ^۲ : اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ (م)	باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ^۳ : اول باب البعث ۱۲ منہ (م)	باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ^۴ : قالہ فی اواخر الكتاب تحت حدیث فضل قزوین	
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	

^۱ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۵/۲

^۲ التعقبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل شیخوپورہ ص ۶۲

^۳ التعقبات علی الموضوعات باب الاطعمہ مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل شیخوپورہ ص ۳۰

^۴ التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل شیخوپورہ ص ۵۱

^۵ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل شیخوپورہ ص ۶۰

اُسی عہد میں ہے:

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)	رأيت الذهبي قال في تاريخه "هذا حديث منكر لا يعرف الا ببشر وهو ضعيف انتهي" فعلم انه ضعيف لا موضوع ¹ ۔

اُسی عہد^۲ میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)	حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الایمان فی قلوبکم" علیکم الحدیث بطولہ، فیہ الکدیسی وضاع قلت، قالت البہیقی فی الشعب "ہذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ہذا الطریق، وزاد الکدیسی فیہ زیادۃ منکرۃ، ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواة فالحق بالحدیث انتہی، والجملۃ معروفۃ اخرجہا الحکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع ² ۔

افادہ پنجم: (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

عہ ۱: ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م)
عہ ۲: اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے۔
باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ التتبعات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ بل شیخوپورہ ص ۴

² التتبعات علی الموضوعات باب اللباس مکتبہ اثریہ سانگلہ بل شیخوپورہ ص ۳۳

صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجبِ وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجّاج فی عبور المغفرۃ للحجّاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

لا یتستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان روایہ لم یسم ¹ ۔	صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا:

اور دہ (یعنی ابوالفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحكم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبدالرحمن لم یتہم بکذب، ثم انه ینفرد به بل تابعه اسلعیل بن عیاش وکلاهما یجبران ابہام الذی فی الطریق الاول ² اہ مختصراً۔	اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمن مستمم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسلعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو سند اول میں تھا اہ مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجّاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات عہ میں فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہماً لم یسم	اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے
عہ: باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بال المغفرۃ ۱۲ منہ (م)	یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

¹ المالک المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب الباس مطبعۃ التجاریہ الکبریٰ مصر ۲/۲۶۴

² التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۵

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح، وان كان ضعيفاً فهو عاصد للمسند المذكور ¹ ۔	جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

افادہ ششم: (ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) بھلا جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بدایت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد، مجہول و مبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مر انفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین در بارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولة، وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الی قولہ) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروایات، لم يتابعوا عليها، فقبلهم قوم، ووقفهم آخرون ² ۔	ناقلین کے سات ۷ درجات ہیں، تین ۳ مقبول، تین ۳ متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کر لینے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے، حافظ سیف الدین احمد بن ابی الجعد پھر قدوة الفتن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات^{عہ} والی و تدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب	ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں
عہ: قاله تحت حدیث من قرأية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)	یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

¹ التعقبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سائلک بل شیخوپورہ ص ۲۴

² مقدمہ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر (۵) احادیث (شذیعة) مخالفة للنقل والعقل، (وما) وما لم یصب فیہ اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها، کقوله فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلك الحدیث ممایشهد القلب ببطلانه ولا فیہ مخالفة ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع ولا حجة بانه موضوع سوی کلام ذلك الرجل فی رواته (راویہ) وهذا عدوان ومجازفة^۱ (انتھی)	نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل و نقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالف ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادہ ہفتم: (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں) پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، پر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس اقسامیں فرمائیں:

(۱) کذب: کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے۔

(۲) تہمت: کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔ (۳) کثرت غلط (۴) غفلت (۵) فسق (۶) وہم (۷) مخالفت ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوء حفظ اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

^۱ تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۸/۷۲، التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ بل شیخوپورہ ص ۸

حيث قال الطعن يكون بعشرة اشياء بعضها اشد في القدر من بعض وترتيبها على الاشد فلا شد في موجب الرد¹ اھ ملخصاً۔	الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "فلا شد" کی ترتیب ہے اھ ملخصاً (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اور آخر تعقبات میں ہے:

فيه يزيّد بن ابی زياد وكان يلحق فيتلحق، قلت هذا لا يقتضي الحكم بوضع حديثه²۔	اس میں یزید ابن ابوزیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ ہشتم: (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن عہ^۲ القطان ان البخاری قال كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه³۔	ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

عہ: ۱: كانه رضى الله تعالى عنه كان يتورع عن اطلاق الفاظ شديدة مخافة ان يكون بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحاديث فأصطلح على هذا جمعا بين الامرين ۱۲ منه (م)
عہ: ۲: ذكره في ابان بن جبلة الكوفي ۱۲ منه (م)

گو یا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت درمی لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

ابان بن جبلة الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ شرح نخبية الفكر بحث المرسل المتقى مطبوعه مطبعه علمي اندرون لوباري دروازه لاهور ص ۵۳

² تعقبات باب المناقب مكتبة اثرية سانگه بل شينخو پوره ص ۵۸

³ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی مطبوعه دار المعرفه بيروت ۶/۱

قدمر لنا ان البخاری قال من قلت فيه منكر الحديث فلا يحل رواية حديثه ¹ ۔	پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

بالنہمہ علمائے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات^۲ میں ہے:

قال البخاری منكر الحديث، ففأية امر حديثه ان يكون ضعيفاً ² ۔	بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادہ نہم: (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف عہ^۳ متم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے:

عہ ۱: قاله في سليمان بن داود اليماني ۱۲ منه (م) عہ ۲: باب فضائل القرآن ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه۔ عہ ۳: بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا: حيث قال فالمرتبة الثالثة فلان متهم بالكذب او الوضع او ساقط او هالك او ذاهب الحديث وفلان متروك او متروك الحديث ³ او تركوه ملخصاً اقول: وكان هذا القائل ايضاً لا يقول باستواء جميع ما ذكر في المرتبة بل فيها ايضاً تشكيك عنده و كانه الى ذلك اشار بأعادة فلان قبل قوله متروك الا ان فيه ان ساقطاً ومأبعدة لا يفوق متروكاً ومأبعدة فأفهم ۱۲ منه (م)	سليمان بن داود اليماني کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ امنہ (ت) باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے۔ ۱۲ امنہ (ت) ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متم بالكذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے اقول: گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ امنہ (ت)

¹ میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۲/۲

² تعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سائیکہ ہل ص ۹

³ حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر مراتب الجرح مطبع علمی ص ۱۱۱

اردی عبارات الجرح، دجال، کذاب، او وضع یضع الحديث ثم متهم بالكذب ومتفق علی ترکہ، ثم متروک ^۱ الخ	جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متمم بالکذب ومتفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التذیب میں ذکر مراتب دو روایتیں فرماتے ہیں:

العشرة: من لم يوثق البتة وضعف مع ذلك بقادح واليه الاشارة بمتروك او متروك الحديث او اوهى الحديث او ساقط، الحادية عشر: من اتهم بالكذب "الثانية عشر" من اطلق عليه اسم الكذب والوضع ^۲ ۔	دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا اوهی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیارہواں درجہ یہ ہے" جو متمم بالکذب ہو، اور بارہواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، امام حجر اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ تالی عہ میں فرماتے ہیں:

زعم ابن هبان وتبعه ابن الجوزي ان هذا المتن موضوع، وليس كما قال، فان الراوى وان كان متروكا عند اكثر ضعيفا عند البعض، فلم ينسب للوضع ^۳ اه مختصرا۔	ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصر (ت)

عہ: فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأ طه و یسین قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طہ اور یسین تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

^۱ میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱

^۲ تقریب التذیب مقدمۃ الکتاب مطبع فاروقی دہلی ص ۳

^۳ المالک المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعہ التجاریہ الکبریٰ مصر ۱۰/۱

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ آلی عہ میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر. وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتهم بکذب ولا وضع ^۱ اھ ملخصاً۔	محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متمم بالکذب اور متمم بالوضع نہیں اھ ملخصاً (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ ت) آلی عہ میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر. فان الفضل لم یتهم بکذب ^۲ ۔	اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل متمم بالکذب نہیں۔ (ت)

تتقیات عہ^۳ میں ہے:

اصبح شیعی متروک عند النسائی فحاصل عہ کلامہ "انه ضعیف لا موضوع" وبذلك صرح البیہقی ^۳ ۔	اصبح شیعی ہے، امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

عہ ۱: فیہ تحت حدیثہ ایضاً والذی نفسی ببیدہ ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الابل العربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: فیہ ایضاً تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالیٰ موسیٰ یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ (م)

عہ ۳: ذکرہ فی اول باب صلاة۔

عہ ۴: الکناۃ للذہبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

باب الصلوۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت) اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ المالئ المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱/۱

^۲ المالئ المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۲/۱

^۳ التتقیات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سا نگلہ بل ص ۱۱

حدیث چلہ صوفیہ کرام قدس سرار ہم کہ:

من اخلص لله تعالى اربعين يوماً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه ^۱ ۔	جس شخص نے چالیس ^۲ دن اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "ما فیہم متہم بکذب"^۲ یہ سب کچھ سہی پھر ان میں کوئی مہتمم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث^۳ کی علت بیان کی: بشر بن نمیر عن القاسم متروکان^۴ (بشر مہتمم بکذب نہیں۔ ت) قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں۔ (ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتہم بکذب^۵ (بشر مہتمم بکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ الله ابراهيم خلیلاً" (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمة بن علی الخشني وهو متروک^۶ (اس میں مسلمہ بن علی الخشني منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب^۷ (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "ثلاثة لا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع^۸ (یہ مہتمم بکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت) سبوحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوہابیة قوم یجھلون۔

عہ: یعنی حدیث ابی امامة من قال حین یمسی صلی الله تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لم تلدغه عقرب تلك الليلة ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنہ (م)	اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈے گا ۱۲ منہ (ت)

۱ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد قاتق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

۲ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد قاتق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

۳ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد قاتق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۶

۴ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد قاتق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۶

۵ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۳

۶ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۳

۷ التعقبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۱۷

تمذیل: یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس^{۱۰} برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس^{۱۱} سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ^{۱۲} برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد^{۱۳} سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی^{۱۴} برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، توے^{۱۵} برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کھلتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیق کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وائی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزمی متروک اور عباد بن عباس مستحق ترک اور عزہ کو کبھی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کو فی مجہول اور عائز ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔	هذا غاية ما أبدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افراط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره¹۔ انتھی واللہ الهادی الی سبیل الهدی۔

افادہ دہم: (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) سنت متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قطعیات الدلائل (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔ (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد متواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

¹ زہر التمرین فی حدیث المعمرین للشوکانی

کذب و بطلان پر گواہی عہ مستند اکی الحسن دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہ الفاظ کریمہ حضور افع العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کانہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سید ہم و علیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث: لحمک لحمی و دمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول: انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں "کمانص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد" (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشاد الیہ الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتانہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عہ: زدته لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲

کمانصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

منہ (ت)

بدعوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ^{۱۵} باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلیخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں و لو بسطناً المقال علی کل صورة لطلال الکلام و تقاصی المرام، ولسنا هنالك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محقق یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع، کذاب، ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث میں اسی پر ہزم فرمایا، فرماتے ہیں:

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کا مل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور بالینمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)	مجرد تفرد الكذاب بل الوضع ولو كان بعد الاستقصاء في التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلك بل لا بد معه من انضمام شيعي ماسياني ¹ ۔

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ در بارہ اتخاذ وجاہ کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاهر ان الحديث ضعيف لا موضوع² (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقیل ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدود پھر خاتم الحفاظ نے لالی میں فرمایا:

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقیل ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل	هذا الحديث في فضائل الاعمال والتحريض على الرباط، وليس فيه ما يحيله الشرع ولا العقل، فالحكم عليه بالبطلان بمجرد كونه من رواية ابي عقال لا يتجه، وطريقة الامام احمد معروفة في التسامح

¹ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/۲۹۷

² الاسرار المرفوعة فی اخبار الموضوع حدیث ۱۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام^۱ - میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عہد انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افتراء کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افتراء اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ مستم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن امان یكون لكذب الراوى بان يروى عنه ما لم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعدد	طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عہد اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ
الذالك اوتهمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد يصدق الكذب، والثاني هو المتروك ^۲ اھ ملتقطاً	ملتقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ عہ فی تمیز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحرمة فایاکم والحرمة وکل ثوب فیہ شهرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسنادہ منقطع کذا قال وقوله باطل مردود فان ابابکر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر، وان زادنی	جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ: ذکرہ فی ترجمة رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ (م) رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ القول المسند الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

^۲ شرح نخبہ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۵۹۳

السند رجلا، فغایتہ ان البتن ضعیف اما حکمہ بالوضع فمردود ^۱ ۔	کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

۳ علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوى ^۲ ۔	موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ ۳ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الديك حكم ابن جوزى بوضعها ورد عليه الحافظ بما حصله انه لم يتبين له الحكم بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم هو ضعيف من جميع طرقه ^۳ ۔	روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

۴ اسی میں حدیث ۲ کان لا یعود الابد ثلاث^۴ (سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا:

اورده ابن جوزى فى الموضوعات وتعقبوا ^۵ بانه ضعيف فقط، لا موضوع، فان مسلمة لم يجرح بكذب كما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر	ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

عہ ۱: المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)
عہ ۲: المقصد الثامن من الفصل الاول فى طبعه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ رضى الله تعالى

۱ الاصابه فى تمییز الصحابة القسم الاول ۱۱ حرف الراء ۱۱ مطبوعه دار صادر بيروت ۵۰۰/۱

۲ حاشیہ نزہہ النظر مع نخبة الفكر بحث الموضوع مطبع علمى لاہور ص ۵۶

۳ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع مطبوعه مطبعة عامره مصر ۳/۵۰

۴ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فى طبعه صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعه مطبعة عامره مصر ۷/۵۸

بزخرف القول فقال هو موضوع كما قال الذهبي وغيره ¹ ۔	اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفرد به كذاب او وضع فحديثه موضوع وان كان ضعيفا فالحديث ضعيف فقط ² ۔	مدار سند حدیث پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)

انہیں ابن علی خشنی نے حدیث لیس عیادة الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور مقل نے یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کر دیا، لہذا بیہقی نے موقوف کو "هو الصحيح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحه وقفه لایوجب الحكم بوضعه اذ مسلمة وان كان ضعيفا لم یجرح بکذب، فجزم ابن الجوزی بوضعه وهم ³ اه نقله الزرقانی قبیل مامر۔	اس کی تصحیح کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے، اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیر اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ مستور نے جزا فک دیا کہ ان هذه الحکایة کذب علی مالک۔

¹ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۵۹/۷

² شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۵۹/۷

³ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۵۸/۷

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ ^{عہ} زر قانی نے اُس کے رد میں فرمایا:

هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها أبو الحسن علي بن فهر في كتابه فضائل مالك بأسناد لا بأس به، وأخرجها القاضي عياض في الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن أين أنها كذب وليس في أسنادها وضاع ولا كذاب ¹۔	یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اسکی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں ^۸ امام الثانی و امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا، امام ^۹ آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقبات ^{عہ} ^۲ میں فرمایا:

لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعاً ²۔	اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ مستم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع توجب ہوتی کہ اس کا راوی مستم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی مستم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا یلمی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا مستم بالکذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی مستم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار ^۳ قول گزرے کہ راویوں کے "مجهول"، "مخرج"، "کثیر الخطا"، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات ^{عہ} ^۳ میں ہے:

عہ ۱ المقصد العاشر الفصل الثاني في زيارة قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم منه عہ ۲ باب فضائل القرآن منه عہ ۳ آخر البعث منه	دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت) باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت) باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثاني المقصد العاشر مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۳۴۸/۸

² التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سائنگھ بل ص ۸

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شیئی نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)	حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشیعی، قلت۔ لم یتهم بکذب، واكثر ما فيه ان الحديث ضعيف ¹ ۔

اُسی میں عہ^۱ ہے:

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)	حدیث فیہ عطیة العوفی وبشر بن عمارۃ ضعیفان "قلت" فی الحكم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب ² ۔

اُسی میں عہ^۲ ہے:

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابوعاتکہ منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تهمۃ ³ ۔ طعن نہیں ہے۔ (ت)	حدیث اطلبوا العلم ولو بالصّین، فیہ ابوعاتکہ منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تهمۃ ³ ۔

"اُسی میں عہ^۳ ہے:

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے، لہذا یہ قابل استدلال نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)	حدیث فیہ عمار لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر، تابعه اغلب واغلب شبیه بعمارۃ فی الضعف، لکن لم ار من اتهمه بالکذب ⁴ ۔

علامہ زر قانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: یتصور وضعه ولا کذاب فیہ ولا متهم⁵ اس کا موضوع ہونا

عہ ۱۲ آخر التوحید ۱۲ منہ - عہ ۲۱ اول العلم ۱۲ منہ - عہ ۲۴ باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)	عہ ۱۲ آخر التوحید ۱۲ منہ - عہ ۲۱ اول العلم ۱۲ منہ - عہ ۲۴ باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل ص ۵۳

² التعقبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل ص ۴

³ التعقبات علی الموضوعات باب العلم مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل ص ۴

⁴ التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سائنگھ ہل ص ۵۱

⁵ شرح الزر قانی علی المواہب المقصد الثامن فی انباء الاشیاء المغيبات مطبوعۃ المطبعة العامرہ مصر ۱۲۹۷ھ

کیونکہ تصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متمم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متمم بالکذب پر نہ ہو تو ہر گز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد مفطر ہے یا منطی غلط یا متعصب مغالط واللہ المہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادہ یازدہم: (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ^۱ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کو حکم وضع یا ضعیف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضة کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعیف سے وارد ہے۔ (ت)	ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث "طلب العلم فریضة" قال احمد بن حنبل "هذا كذب" یعنی بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعيفة

امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن الجوزی استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فلیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحاً^۲ (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردودہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

^۱ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسیٰ المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۹

^۲ حصین مقدمہ کتاب نوکسور لکھنؤ ص ۵

اُس کی شرح حرز نمین میں لکھتے ہیں:

صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع "قلت" يمكن ان يكون بالنسبة الى اسنادة المذكور عنده موضوعاً ¹ ۔	ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز وصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للحذر من الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق صحيحاً من وجه آخر ² الخ	جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت)

علامہ زر قانی حدیث احیائے ابویں کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل وهو يفيد ضعفه فقط، وبه صرح في موضع آخر من الروض وايدده بحديث ولان في هذا توجيه صحته لان مراده من غير هذا الطريق، ان وجد، او في نفس الامر لان الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر ³ ۔	سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سنئے حدیث "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك"⁴ (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی سترہ نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو اُجید و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلیٰ و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابوینعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوع

¹ حرز نمین مع حصن حصین تعزیر اہل رسول اللہ عند وفاتہ نوکسور لکھنؤ ص ۴۱۰

² الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ الدافع لملوف لالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

³ شرح زر قانی علی المواہب باب وفاتہ و متعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱۹۶۱

⁴ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۶۷۷

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمرو جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداء و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، بالینہ ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، انه حدیث باطل، هو بالنسبة لما وقع له من طرقه ¹ ۔	یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا (کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی)۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سنی حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح مختارہ و غیر با صحاح و سنن:

ان رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ان امرأتى لا تدفع عه يد لامس قال طلقها قال اني احبها قال استمتع ² بها۔	ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و موثقین احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد"³ (اس روایت کے تمام راوی

عہ ای کل من سألها شيئاً من طعام او مال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)	یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ المقاصد الحسنیہ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳

² سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۹۸/۲

³ مختصر سنن ابی داؤد لحافظ منذری باب النبی عن ترویج من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ ساکنہ بل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے۔ (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ولیس له اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) (کی تبعیت سے لا اصل له (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں:

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلت مطاعہ اور غلبہ تقلید کو واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لائی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)	لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذكر من طرقه الا الطريق التي اخرجهما خلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانه علی ما نقله خلال عن احمد، فأبان ذلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی وغلبة التقليد علیه، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه، ولو عرضت هذه الطرق علی امامه لاعتترف علی ان للحدیث اصلاً، ولكنه لم تقع له فذلك لم ارله فی مسنده، ولا فیہایروی عنه ذکر اصلاً لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سأله عند خلال وهو معذور فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها¹ اه ذکره فی اللالی ع۔

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اواخر النکاح

¹ اللالی المصنوعہ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۳۱۲ھ

(نتیجہ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ "افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ^{۱۵} عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا متم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف "لا یصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی بالکے ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لئے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالابلا گئیں، آگے چلیے وبالله التوفیق۔

افادہ وازدہم^{۱۶}: (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن ^۱ ۔	متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعف یرقی الحدیث الی الحسن ^۲ ۔	طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر^۳ میں فرماتے ہیں:

لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق	اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

عہ ۱ آخر الفصل الثانی، باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة - عہ ۲ ذکر فی مسئلة السجود علی کور العیامة منه (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

^۱ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی صلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳

^۲ الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ احادیث الخیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

و کثرتاً ^۱ ۔	ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

اُسی^۲ میں فرمایا:

جَزَّازٌ فِي الْحَسَنِ أَنْ يَرْتَفَعَ إِلَى الصَّحْتِ إِذَا كَثُرَتْ طَرَقُهُ وَالضَّعِيفُ يَصْبِرُ حُجَّةً بِذَلِكَ لِأَن تَعْدُدَهُ قَرِينَةً عَلَى ثَبُوتِهِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ ^۲ ۔	جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور طریقہ والضعیف یصبر حجة بذالك لان تعدده قرينة على ثبوته في نفس الامر ^۲ ۔

امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ^۳ میں فرماتے ہیں:-

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تأثرة. وبالحسن اخرى، وهذا النوع من الضعيف يوجد كثيرا في كتاب السنن الكبرى للبيهقي التي ألفها بقصد الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال صاحبهم ^۳ ۔	بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں دربارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابو بکر بیہقی سے ناقل:

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا ضم بعضها الى بعض احدثت قوة ^۴ ۔	یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات^۳ میں فرماتے ہیں:

المتروك او المنكر اذا تعددت طرقه ارتقى	یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

عہ ۱ قاله في مسألة النفل قبل المغرب ۱۲ منه

عہ ۲ الفصل الثالث من فصول في الاجوبة عن الامام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ

عہ ۳ باب المناقب حديث النظر على عبادة ۱۲ منه

^۱ فتح القدير صفحہ الصلوٰۃ بحر تجود علی العماد مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۲۶۶/۱

^۲ فتح القدير باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۳۸۹/۱

^۳ المیزان الکبریٰ للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۸/۱

^۴ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

الی درجۃ الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن ¹ ۔	تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادہ سیزدہم ۱۳: (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادہ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لثلاثة اولاد فلم یسم احدہم محمدا فقد جہل ² ۔	حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے محتلط بتایا، امام سیوطی^۳ نے اس کا بھائد، روایت نصر بن شنفی مرسلًا مسند حارث سے ذکر کر کے ابن القطان سے نصر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

هذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول ³ ۔	یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں^۴ فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصار حسنا ⁴ ۔	اس کی اسناد میں جہالت مگر تائید پا کر حسن ہو گئی۔

عہ ۱ لآلی کتاب المبتداء

عہ ۲ تحت حدیث ابنو المساجد و اخر جوا القیامة منها منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ

¹ اتعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اتر یہ سائنگر ہل ص ۷۵

² کتاب الموضوعات باب التسمیۃ بمحمد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۴/۱

³ المآلی المصنوعۃ کتاب المبتداء دار المعرفۃ بیروت ۱۰۲/۱

⁴ تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنو المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۷۰/۱

افادہ چہارم^{۱۲}: (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو^۲ بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسرے میں فرمایا: ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین^۱۔ یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو^۲ سندوں سے آکر قوت پا گئی۔ اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة"^۲ اسنادہ ضعیف لکن یجبہ ماقبلہ فیتعاضدان^۳۔ (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پھر پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو^۲ مل کر قوی ہو جائیں گے۔ جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانہ ورثۃ الانبیاء"^۴ (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو^۲ طریقوں سے ایراد کی، اول: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسرے و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ مابعدہ^۵ (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ^۶ (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشی ہے۔ ت) متنوع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادہ پانزدہم^{۱۵}: (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ عہ میں ہے:

عہ: باب ما علی المومنین المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱ تیسرے شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۴/۱

۲ الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۱/۲

۳ تیسرے شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۴/۱

۴ الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۳/۲

۵ السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۴۰/۲

۶ السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۴۰/۲

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک، فکأن الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اهل العلم، والعلم عند اللہ تعالیٰ کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انه من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفاً، غفر اللہ تعالیٰ له، ومن قیل له غفر له ایضاً، فکنت ذکر التہلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان نووی لاحد بالخصوص، فحضرت طعاماً مع بعض الاصحاب وفيہم شاب مشہور بالکشف، فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکا، فسألته عن السبب، فقال اری امی فی العذاب، فوهبت فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا فضحک وقال انی اراها الآن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحت الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث¹۔

امام سیوطی تعقبات عہ میں امام بیہقی سے ناقل تداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقویۃ للحدیث المرفوع² (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

عہ باب الصلاة حدیث صلاة التسبیح ۱۲ منہ

¹ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی المأموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳

² التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۱۳

کی تقویت ہے) اُسی عہ میں فرمایا:

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله ¹ ۔	معتد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لئے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم^{۱۶}: (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذكورة فی اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات ² ۔	حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

عہ باب الصلاة حدیث من جمع بین الصلاتین من
غیر عذر فقداتی باباً من ابواب الكبائر اخرجه
الترمذی وقال حسین ضعفه احمد وغیره والعمل
على هذا الحديث عند اهل العلم فأشار بذلك الى ان
الحديث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر
واحد³ الخ ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

باب الصلوة کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ
جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے
ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین
نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس
حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس
حدیث نے اہل علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس
کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه

(ت)

¹ اتعقبات علی الموضوعات باب الصلوة مکتبہ اثریہ سائنگد ہل ص ۱۲

² اتعقبات علی الموضوعات باب الصلوة مکتبہ اثریہ سائنگد ہل ص ۱۲

³ شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار ص ۱۰۱

مولانا علی قاری منہج الروضہ میں فرماتے ہیں: الاحاد لاتفیید الاعتماد فی الاعتقاد^۱ (احادیث احاد در بارہ اعتقاد ناقابلِ اعتماد)۔ (در بارہ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ بغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم بغیرہ ہونا چاہئے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا تا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، عہ ۳ رسالہ 'قاری و مرقاۃ و تشریح ابن حجر مکی و تعقبات و آملی امام سیوطی و قول مسدّد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالکل اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب عہ ۴ فی معاملۃ المحبوب

عہ ۱: ای ولا عبرة بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

عہ ۲: الاجماع المذكور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ منہ

عہ ۳: مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشرى العاجله من تحف اجله و رسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الامیر المعاوویہ و رسالہ عرش الاعزاز والاكرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الالهواء الوابیہ فی باب الامیر معاویہ وغیرہ میں ہے وفقننا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لترصیفها وتبیینها ونفع بها وبسائر تصانیفی امة الاسلام بفہمها وبتفہیہا امین بأعظم القدرة واسع الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

عہ ۴ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ

^۱ منہج الروضہ از ہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار والصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۷۷

میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل اصحاب	فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانوڈ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ^۱ و حرز^۲ عہ^۳ نمین^۴ شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

قد اتفق الحفاظ و لفظ الاربعین فدا تفتح العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ^۲ و لفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق ^۳	یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح البین بشرح عہ^۳ الاربعین میں ہے:

لانه ان كان صحيحاً في نفس الامر فقد اعطى حقه من العمل به، واللم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق للغير وفي حديث ضعيف من بلغه عنى ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اكن قلته او كما	یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں اس لئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

عہ^۱ اتحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفہ ۱۲ منہ (م)

عہ^۲ فی شرح الخطبة تحت قول المصنف رحمه الله تعالى اتي ارجوان يكون جميع ما فيه صحيحاً ۱۲ منہ (م)

عہ^۳ فی شرح الخطبة ۱۲ منہ رضى الله تعالى عنه (م)

1 قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱۷۸/۱

2 شرح اربعین للنووی خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ص ۴

3 حرز نمین شرح مع حصن حصین شرح خطبہ کتاب نوکسور لکھنؤ ص ۲۳

قال وأشار المصنّف رحمه الله تعالى بحكاية الاجماع على ما ذكره الى الرد على من نازع فيه¹ الخ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اُس کا اجر اُسے حاصل ہوا اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے۔ الخ

¹ مقاصد حسنہ عہ میں ہے:

قد قال ابن عبد البر البراءهم يتساهلون في الحديث اذا كان من فضائل الاعمال²۔	بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

"امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل الاعمال³۔	یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ⁴ امام ابو عمرو ابن الصلاح و⁵ مقدمہ جرجانیہ و⁶ شرح الالفیۃ للمصنّف و⁷ تقریب النوادی اور اس کی شرح⁸ التدریب الراوی میں ہے:

واللفظ لهما يجوز عنداهل الحديث وغيرهم التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ماسوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه في فضائل الاعمال غيرهما مما لا تعلق له بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذا روينا	محدثین وغیر ہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیر ہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہے وہ فرماتے جب

عہ: ذکرہ فی مسألة تقديم الاورع ۱۲ منہ (مر) صاحب ورع و تقویٰ کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ فتح المبين شرح الاربعين

² المقاصد الحسنة زیر حدیث من بلغه عن الله الخ مطبوعہ در الكتب العلمية بیروت ص ۳۰۵

³ فتح القدیر باب الامامة نوریه رضویہ ستمبر ۳۰۳/۱

ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اہل ملخصاً۔	فی الحلال والحرام شددنا و اذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا ^۱ اہل ملخصاً۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی و غیر واحد (یعنی امام ابن مہدی و غیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں^۲ اشارح نے فتح المغنیث میں امام احمد و امام ابن معین و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو کریا عنبری و^۳ حاکم و^۴ ابن عبد البر کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ^۵ ابن عدی نے کامل اور^۶ خطیب نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ و افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تممیل: کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی^۷ خرم علی رسالہ^۸ دعائیہ میں لکھتے ہیں:

ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است ^۹	فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

^۹ مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ و ایمین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی و غیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے^{۱۰} الخ
^{۱۰} اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: "یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے^{۱۱} الخ"
 افادہ ہفہ ہم^{۱۲}: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے۔^{۱۳} امام شیخ الاسلام ابو کریا نعمنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کتاب^{۱۴} الاذکار المنتخب من کلام سید البرار

عہ۱: نقل هذه العبارات الثلاثة محقق اعصارنا وزینة امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبد القادر البدایونی ادام الله تعالى فيوضه في كتابه سيف الاسلام المسلول على المناع بعلم المولد والقيام ^{۱۵} منه (م) عہ۲: اول الكتاب ثالث فصول المقدمة ^{۱۶} منه (م)	یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبد القادر بدایونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سيف الاسلام المسلول على المناع بعلم المولد والقيام" میں ذکر کی ہیں ^{۱۷} منہ (ت) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ^{۱۸} منہ (ت)

^۱ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

^۲ رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

^۳ مظاہر حق باب السنن و فضائل مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۷۶۶/۱

^۴ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۸۳۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً ^۱ ۔	محمد ثین و فقہاء و غیر ہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی^۲ عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ^۳ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے،^۴ امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر^۵ میں فرماتے ہیں:

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع^۲ (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ^{۳۵} ابراہیم حلبی غنیہ المستملی^{۳۶} فی شرح نئیہ المصلی میں فرماتے ہیں:

(یستحب ان یسح بدنہ بمنذیل بعد الغسل) لماروت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقة یتنشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وهو ضعیف ولكن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل ^۳ ۔	(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا^{۳۶} علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:

الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقاً	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عہ ۱: اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)
 عہ ۲: قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ (م)
 عہ ۳: فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
 فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
 سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۷

^۲ فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۲/ ۹۵

^۳ غنیۃ المستملی شرح نئیہ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة^۱

امام جلیل^{۳۷} سیوطی طلوع عہ الثریا یا ظہار ماکان خفیا میں فرماتے ہیں:

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال^۲۔

علامہ^{۳۸} محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم^۲ میں فرماتے ہیں:

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لایحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل بہ ویستحب لانه مأمون الخطر ومرجو النفع^۳۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمیدیوں کہ فضیلت میں حدیث مروی ہے اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول: وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ ۱: نقلہ بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیبا ج۱۱ حیث روی المصنّف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داؤد حدیث من سئل عن علم فکتبہ الحدیث وللحقق ہنہا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً ونازعہ بہاھو منازع فیہ والوجه مع المحقق فی عامۃ ما ذکرہ والولا خشیۃ الاطالة لاتینا بکلاھما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیر ان شاء اللہ تعالیٰ الی احرم یسیر یظهر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۳

^۲ الحاوی للفتاویٰ خفیا دار الفکر بیروت ۱۹۱/۲

^۳ نسیم الریاض شرح شفاء دیبا ج۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۳۳

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہیں شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدث کے سبب جانب فعل کو مترج مانے کے حدیث کی طرف اسناد محقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس کے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ^{۳۹} شرح عہ نئیہ میں فرماتے ہیں:

الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی	جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء	موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت فعل کے
الاباحة التی لم یتم دلیل علی انتقائها کما فیما	باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ
نحن فیہ اجدر ^۱	ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب عہ^۲ میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذالم ینافہ کتاب اوسنة وان لم یشہد	حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
الہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامة. فانه	اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو
یوجب القبول والعمل لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ	بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول
وسلم کیف وقد قیل ^۲	اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی
	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا
	تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عہ ۱: سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ نہ (م) سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اسی کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۲: فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م) اکتیویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ حلیہ المحلی شرح نئیہ المصلی

^۲ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المبنیہ مصر ۱۷۷۷

امر میں کتاب و سنت و اجماع اُمت کی کچھ مخالف نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول: امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تُو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ در مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے میران میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)	اقول: اما قوله قدس سرہ "یوجب" فکانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحابك حقلک واجب علی فقال فی الدرالمختار ^{عہ} "لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم ^۱ او ان ملحقہ الی ماعلیہ السادات المجاہدون من الائمة و الصوفیة قدسنا اللہ تعالیٰ بأسرارہم الصفیة من شدة تعاہدہم للمستحبات کانہا من الواجبات وتوقیہم عن المکروہات بل وکثیر من المباحات کانہن من المحرمات او ان هذا هو الذہب عنده فأنہ قدس سرہاً فیما نری من المجتہدین وحق له ان یکون منہم کما هو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعة الکبریٰ وان انتسوا ظاہراً الی احد من ائمة الفتویٰ ^۲ کما بیئہ ^{عہ} العارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالیٰ اعلم ببراد اہل العرفان۔

باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عہ ۱: آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
عہ ۲: فی فصل فان قال قائل فهل یجب عندکم علی المقلد الخ وفي فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المپھرة الخ وفي غیرہما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱۱۷/۱

^۲ المیزان الکبریٰ فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۲/۱

افادہ مجدد ہم^۱: (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحات علما در کنار خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعق و تدقق راہ نہ پائے و لکن الوہابیہ قوم یعتدون۔ بگوش ہوش سُنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزو حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاقی میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل محمد بن ابی اسحاق بن محمد بنغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبد البر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فأخذ به إيماناً به ورجاء ثوابه أعطاه الله تعالى ذلك وإن لم يكن كذلك ¹ ۔	جسے اللہ تبارک و تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله ذلك الثواب وإن لم يكن مابلغه حقاً ² ۔	اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں: كان مني أو لم يكن³ (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو) ابن عبد اللہ کے لفظ یوں ہیں: وإن كان الذي حدثه كاذباً⁴ (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو) امام احمد وابن ماجہ و عقیلی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۹۱

² کتاب الموضوعات باب من بلغه ثواب عمل فعمل بہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۳/ ۳

³ کتاب الموضوعات باب من بلغه ثواب عمل فعمل بہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۳/ ۳

⁴ مکارم الاخلاق لابن الشیخ

فرماتے ہیں:

ما جاء كم عني من خير قلته ولم اقله فاني ا قوله وما جاء كم عني من شر فاني لا اقول الشر ¹ ۔	تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

ما قيل من قول حسن فانا قلته ² ۔	جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقلمی کی روایت یوں ہے:

خذوا به حدث به ولم احدث به ³ ۔	اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔
وفي الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم۔ (اس بارے میں حضور اکرم صلى الله تعالى عليه وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضى الله تعالى عنهم سے بھی روایت ہے۔ ت) خلی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:	
رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم في البحر فقلت بآبي انت وامى يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث رجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب وان كان الحديث باطلا فقال اى ورب هذه البلدة انه لمنى و	میں نے حضور رحمتِ عالم صلى الله تعالى عليه وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عز و جل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

¹ مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۳۶۷

² سنن ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلى الله تعالى عليه وسلم الخ مطبوعہ مکتبۃ المصنوعین لاہور ص ۴

³ کنز العمال بحوالہ عن الاكمال من رواية الحديث، حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسة الرسالہ بیروت ۱۰/۲۲۹

انأقلتہ ^۱ ۔	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے سب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله تعالى فضيلة فلم يصدق بهألم يتلها ^۲ ۔	جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو عمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اهل الحديث بجماعتهم يتساهلون في الفضائل فيردونها عن كل وانما يتشددون في احاديث الاحكام ^۳ ۔	تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اسے چاہتے نیک نیتی سے اس پر عمل کر لے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔

فقول الحديث وان لم يكن مابلغه حقا ونحوه انما يعني به في نفس الامر لا بعد العلم به وهذا واضح جدا فتثبت ولا تنزل۔	تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث سے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ "اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم"۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو۔ (ت)

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل و علا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی^۴ (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) (رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و الحاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

^۱ فوائد للتحفی

^۲ مسند ابو یعلیٰ انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القیام للثقافة الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳۸۷/۳

^۳ کتاب العلم لابن عبدالبر

^۴ الصحیح لمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۴/۲



نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معنًا سے روایت کیا۔ (ت) دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے: "فليظن بي ما شاء"¹ (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) آخر جہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثمہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے: "ان ظن خیر اقله وان ظن شر افله"² (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لئے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وانونعیم فی الحلیۃ عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجلہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک وتعالیٰ اکرم الاکریمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والاخرۃ۔

افادہ نوردہم³: (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وبالله التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمر تقی الدین شہر زوری میں ہے:

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی۔	اذ قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یكون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به انه لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور³۔

تقریب و تدریب میں ہے:

کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی	اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح

1 المستدرک علی الصحیحین للی کم کتاب التوبۃ والایمان مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴

2 مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ مطبوعہ بیروت ۳۹۱/۲

3 مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہوا ہوا ملخصاً	اسنادہ علی الشرط المذكور لانه كذب في نفس الامر لجواز صدق الكاذب ¹ اھ ملخصاً۔

(صحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق عہ فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحيح والضعيف انما هو باعتبار السند ظناً امانی الواقع فيجوز غلط الصحيح وصحة الضعيف ² ۔	حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اُسی عہ میں ہے:

ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الامر بل لالم يثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجويز كونه صحيحاً في نفس الامر فيجوز ان يقتزن قرينة تحقق ذلك، وان الراوى الضعيف اجاد في هذا المتن المعين فيحكم به ³ ۔	ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بل کہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون على ان الصحة والحسن والضعف انما هي من حيث الظاهر فقط مع احتمال	محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

عہ ۱: مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

عہ ۱: مسألة السجود على كور العمامة ۱۲ منہ رضى الله تعالى عنه (م)

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۷۵ تا ۷۶

² فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۱/ ۳۸۹

³ فتح القدیر باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۱/ ۲۶۶

کون الصحيح موضوعاً وعكسه كذا افاده الشيخ ابن حجر ^۱ المکی۔	اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجرؒ نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول: (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب، عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم الجلیہ و نور قلوبنا بانوار ہم الجلیہ انہیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زرد و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقیع و جرح و ابانت ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ للہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا تقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاتی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔

کُلُّ جَزِيٍّ بِمَا لَدَيْهِمْ قَرَحُونَ ^۲ وَهُوَ أَعْلَمُ بِأَهْتَدِينَ ^۳	اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان ع مبارک میں حدیث:

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ^۴ ۔	میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پائے گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں:

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين	اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق هذه المیزان ۱۲ منہ (م)

^۱ موضوعات کبیر للمآ علی قاری زیر حدیث من بلغ عن اللہ شیء الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

^۲ القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۲/۳۲

^۳ القرآن ۲۸/۷۶ و ۱۶/۱۲۵ و ۱۱/۷۶

^۴ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰

فہو صحیح عند اہل الکشف^۱۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف عن الغمر عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق، کما یطہر الثوب بالماء، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسه سبعین باباً من الرحمة، والقی اللہ مجلته فی قلوب الناس فلا یبغضه الا من فی قلبہ نفاق، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلاة والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحة وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحهم^۲۔	حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے سترہ دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس نے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاة والسلام، انہوں نے حضور پُر نور سید الانام علیہ افضل الصلاة واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان عہ^۲ شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کما یقال عن جمیع مارواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرت الحق جل وعلا فکذلک یقال فیہا	جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عہ ۱: آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عہ ۲: فصل فی بیان استحالة خروج شیعی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

^۱ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۳۰

^۲ کشف الغمر عن جمیع الایہ فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۵

نقلہ اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة ¹ ۔	اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیاء کے لئے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و علیٰ ہے ولہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علیکم میتاً عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت ² ۔ نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر البواقیت والجواهر آخر المبحث السابع والاربعین۔	تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔ اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب البواقیت والجواهر کی سینتالیس بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیة الشریفة الالہیة المملکیة ونقلہ فی البواقیت هنا ³ ۔	جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیة الشریفة الالہیة المملکیة کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور البواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر⁴ بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان⁴ عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان عہ الشریعة الکبریٰ میں ہے من شاء فلیتشر ف بمطالعة (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ: فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

¹ میزان الکبریٰ فصل فی استحالہ خروج شیء من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۴۵

² البواقیت والجواهر باب الثالث والسابع والاربعین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۹۱

³ البواقیت والجواهر باب الثالث والسابع والاربعین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۸۸

⁴ میزان الکبریٰ فصل فی استحالہ خروج شیء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۴۴

بمناسبت مقام بھرم اللہ تعالیٰ نفع رسانی برادرانِ دین کے لئے حوالہ قلم ہوا لوج دل پر نقش کر لینا چاہے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ے

خلیلی قطاع الغیانی الی الحی

کثیر و ارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم راہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہوت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارتِ عزیزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیل پرائنگی سے شہد میں سلقِ بلیغ کر کے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقلی سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال طباً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں دھوڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاقِ النصح ہاتھ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا پایگا، یعنی یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعِ مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا، هَلْ تَرَبُّصُونَ بِنَا إِلَّا أَحَدًا يَحْسُبُنِي ۱ (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو ۲ خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ بستم ۲۰: (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار متجلیہ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی ضرورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: کیف وقد قیل^۱۔ (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبہ بن عقیبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں"۔ اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی، نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابو نعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)	اقول: وقال صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع مایربك الی مایربيك^۲۔ رواہ الامام احمد و ابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم "وصحاح" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی و ابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول نہیں مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آخر کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے	من اتقی الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي

^۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلیۃ فی المسانۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹

^۲ مسند احمد بن حنبل مسند المہبت رضوان اللہ علیہم اجمعین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۰

حول الحی یوشک ان ترتع فیہ الاوان لكل ملك حی الاوان حی الله محاورمه ¹ ۔ رواه الشيخان عن النعمان بن بشر رضى الله تعالى عنهما۔	رنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رنے کے اندر چرائے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رمنہ وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔ اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

رجوعهما الى شيى واحد وهو النهى التنزيهى عن الوقوع فى الشبهات ² ۔	یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنْ يَكْ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُّكُمْ ³	اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ کرتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ، کے قوت القلوب عہ شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الكتاب والسنة لا يلزمنا ردھا بل فیہا ما يدل علیہا ⁴ ۔	ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں اُن کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط
عہ: فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

¹ صحیح البخاری باب فصل من استبرأ الدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳، مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبهات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

کراچی ۲۸/۲

² فتح المبین شرح اربعین

³ القرآن ۲۸/۴۰

⁴ قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۷۷

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض عہ میں فرمایا:

اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع والنکاح والاطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیہا الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیء من ذلك کہا اذا ورد حديث ضعيف بکراهة بعض البيوع او الا نکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب ¹۔	یعنی محدثین وفقہاء وغیر ہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائیگا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

و یعمل بالضعیف ایضاً فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط ²۔	حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اُس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ عہ میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوة لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا انت فترسل واذا اقبلت فاحدروا جعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر عہ ³ المغرب والشارب من شربہ	یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کر کھانیوالا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

عہ ۱: فی شرح خطبة حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتبہ الحدیث ۱۲ منہ

عہ ۲: فی فصل سنن الصلاة ۱۲ منہ

عہ ۳: قوله فی غیر المغرب هكذا هو فی نسختي الغنية وليس عند الترمذی بل هو مدرج فیہ نعم هو تأویل من العلماء کہا قال فی الغنية بعد ما نقلنا قالوا قوله قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب ومن شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

¹ نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ وفائدہ ممہ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲

² تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱/ ۲۹۹

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العبل به في مثل هذا الحكم ^۱ ۔	اگرچہ ضعیف ^۱ ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

نفیسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلو من الانفسه ^۲ ۔	جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی ثانی^۲ و تعقبات^۳ میں مسند الفردوس دہلی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابي يقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستهانة بحديثي فقلت تبت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه	ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستهانة بحديثي ^۳ (خبردار میری حدیث کو ہلکانہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی،

عہ ۱: امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجهول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: او آخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۳: باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۷۸-۷۹

^۲ اکامل لابن عدی من ابتدی اسمہ عین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۱۳۴۶/۳

^۳ التالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۸/۳

وسلم فانتہبت وقد عافانی اللہ تعالیٰ وذهب ذلک
عنی^۱۔

آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا: ایاک والاستہانۃ بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جانتا) انہوں نے منت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی^۲۔ نالی عہ میں ہے: اخرج ابن عساکر فی

تاریخہ من طریق ابی علی مہران بن ہارون الحافظ الہازی قال سبعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذكرت خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلایلو من الانفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ، فاحتجت فاصا بنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستہانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذهب اللہ ما بی من البرص لم اتہاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذہب اللہ عنی ذلک البرص^۳۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ 'جلیلہ' سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے) مفیدہ (بُدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عہ: تلومأمر ۱۲ منہ (م) نالی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے۔ (ت)

^۱ المالئ المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۹/۳

^۲ المالئ المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۹/۳

^۳ المالئ المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۹/۳

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، ثانی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئی الاکملہ والا برص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کو پناہ دو جہان ود سنگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگادیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا۔ (اھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: "قص الاظفار وتقلیبها سنة رورده النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فالحقه البرص من ساعته فرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهی عنہ، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب ما به فتأب عن مخالفة ما سمع" (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ 'مفیدہ' ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہو جاتا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ نہیں والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی	ورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فتوک، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة، و لم یصح عنده النهی فقصها، فالحقه ای اصابه البرص، فرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك، فقال "یا رسول اللہ لم یصح عندی ذلك" فقال

يكفيك ان تسمع، ثم مسح صلى الله تعالى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعاً، قال ابن الحاج رحمه الله تعالى فجددت مع الله توبة اني لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابداً¹۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں

گا۔ (ت)

سُبْحَانَ اللَّهِ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک بھی وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہیں فوراً تصدیقین ظاہر ہوئیں، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادہ بست^۱ ویکم: (حدیث ضعیفہ پر عمل کے لئے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہر گز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیفہ کسی فعل کے لئے محلِ فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لئے زہارِ زہارِ اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا درودان احکام استحباب و تنزیہ کے لئے ذریعہ کافی ہے، افاداتِ سابقہ کو جس نے ذرا بھی جگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اوّل کلماتِ علمائے کرام میں بالانکہ طبقہ قطعیہ اُس جوش و کثرت سے آئے، اس تعقید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی انھوں ہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار و غیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص تصریح ہے کہ ثبوت استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول: بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میح یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے پچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب و انکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نبی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طالب مکی ہے اس

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار فصل فی البیع مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۲۰۲/۴

میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشہد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں) ہائے علمائے فقہ و حدیث کا عملدرآمد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً: (۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے:

قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیار کم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال^۱۔ حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ (ت)	(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں سہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کر لیں بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:
لیس فی هذا ولا فی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع^۲۔ ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہو جاتا ہے۔	غسل کے بعد استحباب مندی کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

^۱ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۳۰۳

^۲ فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲/ ۹۵

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادہ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے۔

یہ دس باتیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اطناب تاکے۔

رباعاً، قول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و بستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مسامتہ فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں کہما لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، قول: وبالله التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اسل مسألہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصصح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں درود ضعیف صحاح ثابہ کو بھی رد کر دیتا ہے؟ هذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفوع کہ جب مصحح عمل درود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود عدم یکساں پھر معلوم نہ ہونا کہاں! ثالثاً بعبارة آخری اظہر و اجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دوبارہ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهم)	(تحقیق مقام وازاله اوهم)
ثم اقول: تحقيق المقام وتنقيح البرام بحيث يكشف الغمَام ويصَرِّف الاوهام، ان المسألة تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول اما العمل بحديث، فلا يعني به الا امتثال ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاة نظر اليه ولا بد من هذا القيد الاترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للامر به في الصحيح، لا يكون هذا عملا على الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحة انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلولم يسغ في غيرها ايضا لكان ساوها في الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى تجويز المشى على مقتضى الضعاف في مادون الاحكام فأتضح ما استدللنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيدان ههنا رجلي من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بهر اد ولا حقيقا بقبول۔	ثم اقول: اب هم تحقيق مقام اور وضاحت مقصد كيلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتقاد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل کے غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت) ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: حکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول: کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعیف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "والاذکار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

احدہما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ
 حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوہم
 بظاہر کلامہ ان محلہ ما اذاروی حدیث ضعیف
 فی ثواب بعض الامور الثابت استجابہا
 والترغیب فیہ اوفی فضائل بعض الصحابة
 والاذکار الماثورة قال ولا حاجة الی لتخصیص
 الاحکام والاعمال کہا توہم للفرق الظاہر بین
 الاعمال وفضائل الاعمال¹ اھ

اقول: لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق
 لکان کلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من
 الثبوت عینا اوباندرج تحت اصل عام
 ولو اصالۃ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ
 مستحباً ونحن لاننکران قبول الضعاف
 مشروط بذلک کیف ولولاه لکان فیہ ترجیح
 الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقاً، فلواراد
 الفاضل هذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار
 فی قوله والاذکار الماثورة لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ
 بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان
 المحقق انما عول علی هذا المعنی

1 نسیم الریاض تتمیۃ وفاعدۃ مہمۃ فی الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱/ ۴۳

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے شبہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہ پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب پر عمل قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے اہلخصاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں نے یہی مراد لیا ہے تو یہ دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف مافيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط في امر الدين فلم يثبت شي من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرع¹ اہ ملخصاً فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عيناً بخصوصه و يؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها فان ارادة فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها وقد اتاك بعضها۔

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول: (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال میں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترہویںؒ افادہ میں گزر امثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنیٰ شاعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ: ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ماقيل. اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التي هي فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء البارّة في الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري والسيوطي وغيرهم كما لا ينهي على من له اولى مسكة ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ انموذج العلوم للذواني



علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں مخصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے

بیان کے لئے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لئے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث

علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التأم الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئی مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب، فالآن نسألکم عن هذا الرجاء اهو کمثله بحديث صحيح ان وردام دونه، الاول باطل فان صحة الحديث بفعل لايجبر ضعف ماورد في

الثواب المخصوص عليه وعلى الثاني هذا القدر من الرجاء يكفي فيه الحديث الضعيف فای حاجة الی ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان يكون ممايجب الشرع رجاء الثواب عليه وهذا حاصل بالاندر اج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدواني واللہ تعالیٰ اعلم۔ ثانیہما: بعض من تقدم الدواني زعم ان مراد النووی ای بامر من كلامه فی الاربعین والاذکار انه اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقله فی الانموذج لا یخفی ان هذا لا یرتبط بکلام النووی فضلا عن انیکون مراده ذلک، فکم بین جواز العمل واستحبابه و بین مجرد نقل الحديث فرق، علی انه لو لم یثبت الحديث الصحيح و

کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (ت)

اقول: میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ہے لہذا محقق دوانی کا قول "لا سیما مع التنبیہ علی ضعفہ" بجا نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں: اوگ اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی، یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر نیوالے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا یرتبط الخ۔

الحسن فی فضیلة عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیہا، لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ ومثل ذلك فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشہد بہ من تتبع ادنی تتبع¹ اھ

اقول: لاری احدا من ینتہی الی العلم ینتہی فی الغباوة الی حدیچیل روایة الضعاف مطلقاً حتی مع بیان الضعف فان فیہ خرقاً لاجماع المسلمین وتأثیماً بین لجمیع المحدثین وانما المراد الروایة مع السکوت عن بیان الوهن فقول المحقق لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ. لیس فی محلہ والآن نعود الی تزییف مقالته فنقول اولاً هذا الذی ابدیج ان سلم وسلم لم یتمش الا فی لفظ القبول کما اشرنا الیه سابقاً فمجرد روایة حدیث لوکان عملاً به لزم ان یکون من روی حدیثاً فی الصلاة فقد صلی او فی الصوم فقد صام وهکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا کتابین انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار الیه الدوانی بقوله ان هذا لا یرتبط الخ

¹ انموذج العلوم للردانی

وثانیاً: اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحينئذ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامساً مع ماتقدم۔

وثالثاً: اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لايجوز فيها رواية الضعاف اصلاً ولوجود فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم المأمونة ببيان الضعف اماماً دونها كالفضائل فتجوز اذاصح حدیث فيه بخصوصه والا لا الا ببيان وح ماذا يصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لاتعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحيح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلامة۔

اقول: دع عنك توسع المسانيد التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجيم التي توعى كل ما وعى عن شيخ بل والجوامع التي تجمع امثل ما في الباب وردة ان لم يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخارى يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا أبي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جدہ

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لئے "خامساً" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار ہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیف مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب و ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علامة" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اقول: ان مسانید کی وسعت کو چھوڑئے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، ہمیں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی، فرمایا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحيہ تھا اھ۔ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس بن سہلی بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیك، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعیف ہے اور کہا کہ	قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيه¹ اھ فی تہذیب التہذیب للذہبی "خ، ت، ق" ابی بن عباس² بن سہل بن سعد الساعدي المدنی عن ابيه وابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابی فدیك وزید بن الحباب وجاعة³۔ قال الدولابی ليس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منكر الحديث⁴ اھ وكقول الدولابی قال النسائی كما فی المیزان ولم ينقل فی الكتابین توثيقه عن احدوبه ضعف الدارقطنی هذا الحديث لاجرم ان قال الحافظ فيه ضعف عه قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد⁵ اھ قلت فانما الظن بابی عبد الله انه انما تساهل لان الحديث

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہین ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزر الاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

عه قلت واما اخوه المہین فاضعف و اضعف ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منكر الحديث ای فلاتحل الروایة عنه كما مر لاجرم ان قال الذہبی فی اخیه ابی انه واھ ۱۲ منه رضی الله تعالى عنه۔ (م)

¹ صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰۰

² "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

³ خلاصہ تہذیب التہذیب ترجمہ نمبر ۳۲۷ من اسمہ ابی مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۶۲

⁴ میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ نمبر ۲۷۳ من اسمہ ابی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷۸

نوٹ: تہذیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے یہ نقل کیا ہے۔

⁵ تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔

ورابعاً اقول: قدشاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواهد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقاً وان وجد الصحيح باطل صريح وح يرتفع الفرق وينهدم اساس المسئلة المجمع عليها بين علماء المغرب والشرق. لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذين الجبلين الشامخين صحيحى الشيخين فقد تنزلا كثيرا عن شرطهما في غير الاصول قال الامام النووى في مقدمة شرحه لصحيح مسلم عاب عائبون مسلماً رحمه الله تعالى بروايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين في الطبقة الثانية الذين ليسوا من شرط الصحيح ولا عيب عليه في ذلك بل جوابه من اوجه ذكرها الشيخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الى ان قال) الثانى ان يكون ذلك واقعا في المتابعات والشواهد لا في الاصول وذلك بان يذكر الحديث اولا باسناد نظيف رجاله ثقات ويجعله اصلاً ثم اتبعه باسناد اخر واسانيد فيها بعض الضعفاء على وجه التاكيد بالمتابعة اول زيادة فيه تنبه على فائدة فيما قدمه و قد اعتذر الحاكم ابو عبد الله بالمتابعة والاستشهاد في اخراجه من جماعة ليسوا من شرط

بخارى میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صحیحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق مرتفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری و مسلم کی صحیحین کے وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحق بن یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام

بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیف کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

خامسا: ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت، جبکہ کمزور غیر صحیح روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا۔ رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً و خلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن و مشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبدالله بن عمر العمرى والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى¹۔ وقال الامام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة القارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد² اھ

وخامسا قول: مالى اخص الكلام بغير الاصول هذه قناطر مقنطرة من السقام مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وكم منهم التزموا ببيان ما هنا. اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية بالمقرونة بالبيان اللهم الانادر الداع خاص، وقد اكثروا قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء والمجاهيل ولم يعد ذلك قدحا فيهم ولا ارتكابا ماثما وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي الحافظ شيخ البخارى ومن رجال صحيحه قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

¹ المقدمة للامام النووي من شرح صحيح مسلم فصل عاب عابون مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

² المقدمة للعینی صحیح بخاری الثامن فی الفرق بین الاعتبار والمتابعة الخ مطبوعہ بیروت ۸/۱

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اھ۔ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی ایک دو کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی یہ معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحت حدیث کے لئے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا، مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی مل جائے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين¹ اھ
ولوسدت اسماء الثقات الرواة عن المجروحين
لكثر وطال فليس منهم من التزم ان لا يحدث
الا عن ثقة عنده الانزر قليل كشعبة ومالك
واحمد في المسند ومن شاء الله تعالى واحدا بعد
واحد ثم هذا ان كان ففي شيوخهم خاصة لا من
فوقهم والا لما اتى من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان مجرد وقوعهم في السند دليل الصحة
عندهم اذ اصح السند اليهم ولم يثبت هذا
لاحد، وهذا الامام الهمام يقول لابنه عبد الله
لو اردت ان اقتصره على ما صح عندي لم ارم
هذا المسند الا الشيعي بعد الشيعي ولكنك يا بني
تعرف طريقتي في الحديث اني لا اخالف
ما يضعف الا اذا كان في الباب شيعي يدفعه² ذكره
في فتح المغيث³ واما المصنفون

عہ: اواخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی نمبر ۳۴۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۱۳

² فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۹۶

رد کردے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دغوی کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لئے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہانزم ہو جاتا تھا، اہل مکہ "شرفہا اللہ تعالیٰ" کی طرف خط میں لکھا: میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لئے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے صحیح ہیں اھ۔ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

فاذا عدوت امثال الثلاثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوری فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان، وهذا مما لاینکرہ الاجاہل او متجاہل فان ادعی مدع انہم لایستحلون ذلک فقد نسبہم الی افتخار مالا یبیحون وان زعم زاعم انہم لایفعلون ذلک فہم بصنیعہم علی خلفہ شاہدون وهذا ابوداؤد الذی الین لہ الحدیث کمالین لداود علیہ الصلاة والسلام الحدید، قال فی رسالتہ الی اہل مکة شرفہا اللہ تعالیٰ ان ماکان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بیتتہ ومنہ مالا یصح سندہ ومالم اذکر فیہ شیئاً فہو صالح وبعضہا اصح من بعض^۱ اھ۔ والصحیح ما افادہ الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامہ اعم من ان یکون للاحتجاج اول لا اعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فہو بالمعنی الاول وماعداهما فہو بالمعنی الثانی وماقصر عن ذلک فہو الذی فیہ ومن شدید^۲ اھ وهذا الذی یشہد بہ

^۱ مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی آفتاب عالم پریس لاہور ص ۴

^۲ ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر مقدمہ کتاب دار الکتب العربی بیروت ۸/۱

الواقع فعليك به وان قيل وقيل عهـ وقد نقل
عن اعلام سيرا النبلاء للذهبي ان ماضعف
اسناده لنقص

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں
ضعف شدید ہے اھ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی
لازم ہے اگرچہ قبل کے طور پر کیا گیا ہے۔

عہ: ای قيل حسن عنده واختاره الامام المنذرى وبه
جزم ابن الصلاح في مقدمته وتبعه الامام النووي في
التقريب اى وقد لا يكون حسناً عند غيره كما في ابن
الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعي في
نصب الراية عنه ذكر حديث القلتين وتبعه العلامة
حلبى في الغنية في فصل في التوافل وكذلك يقال ههنا
انه قد لا يصح عند غيره بل ولا يحسن واما الامام ابن
الهيتم في الفتح اهل الكتاب وتلميذه في الحلية قبيل
صفة الصلاة فأقتصر على الحجية وهي تشبهها فيقرب
من قول من قال حسن وهذا الذى ذكره الحافظ وتبعه
فيه العلامة القسطلاني في مقدمة الارشاد وختم الحفاظ
في التدريب في فروع في الحسن قال لكن ذكر ابن كثير
انه روى عنه ما سكت عنه فهو حسن فان صح ذلك
فلا إشكال¹ اھ اقول: لقائل ان يقول ان للحسن اطلاقاً
وان القدماء قل ما ذكروه وانما الترمذى هو الذى شهرة
وامره فايد ربنا انه ان صح عنه ذلك لم يرد به الاهذالا
الذى استقر عليه الاصطلاح فأفهم والله تعالى اعلم ۱۲
منه (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے
اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے
تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں
ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قلتین والی حدیث کے
ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی
النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی
اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدير ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں
صفة الصلوة سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات
ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس
نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد
الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم
الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ
جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اھ اقول: (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے
تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام
ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجرا کیا، پس اللہ رب العزت نے
ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے
تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے
واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۸

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اس کے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لئے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لئے نہیں الخ۔ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی نے قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ۔ اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ۔ اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جو زائد احادیث

حفظ اوید فمثل هذا یسکت عنه ابوداؤد غالباً¹ الخ۔ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعه الاحکام وقد قال فی رسالته انما اصنف فی کتاب السنن الا الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل الاعمال وغیرها² الخ۔ وقال الشمس محمد بن السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه الترمذی قول السلفی علی ما لم یقع التصریح فیہ من مخرجها وغیرہ بالضعف، فیقتضی کہا قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة مسکوناً عنه ولم یصرح بضعفه ان یکون صحیحاً، ولیس هذا الاطلاق صحیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیہا الترمذی او ابوداؤد ولم یوجد لغیرهم فیہا کلاماً ومع ذلك فهي ضعيفة³ اھ۔ وقال فی المرقاة الحق ان فیہ "ای فی مسند الامام لمحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ" احادیث کثیرة ضعيفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض⁴ الخ۔ ونقل بعیدہ عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی ما فی الصحیحین باکثر ضعفاً من الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

¹ سیر اعلام النبلاء ترجمہ نمبر ۱۱ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳/ ۲۱۴

² رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التي تعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۱

³ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۱۰۱۰۰

⁴ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد ملتان ۱/ ۲۳

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد فمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لاسيما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابی شيبه وعبدالرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس ببله ان يحتج بشيئ من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعنه يحتج بالباطل وهو لا يشعر¹ اهـ

وقال الامام عثمان الشهزوري في علوم الحديث حكى ابو عبدالله بن مندة الحافظ انه سمع محمد بن سعد البأوردی بمصر يقول كان من مذهب ابی عبدالرحمن النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه. وقال ابن مندة وكذلك ابوداؤد السجستاني يأخذ ماخذه ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب وغيره لانه اقوى عنده من رأي الرجال² اهـ وفيها بعيدة ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لئے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصا سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق۔ کیونکہ ان میں بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے تو اس کے لئے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال کے لئے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہوا۔

اور امام عثمان شہزوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبدالله بن منندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باروردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبدالرحمن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن منندہ نے کہا، اسی طرح ابوداؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و مسلم الذی التزامہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

² مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

رائے و قیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب و تقریب میں ہے اور یہ الفاظ لمخصان دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابوداؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسیٰ، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابویعلیٰ موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کر دیتے ہیں اس قید سے بالاتر ہو کر کہ یہ قابل استدلال ہے یا نہیں الخ اور اس یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کتاب احادیث ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لئے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بہتگی کے لئے ہے۔ اور فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابوعوانہ جو مسلم پر احادیث کا	فی التقریب والتدریب وهذا لفظها ملخصاً۔ اما مسند الامام احمد بن حنبل و ابی داؤد الطیالسی وغیرہما من المسانید کمسند عبید اللہ بن موسیٰ واسحاق بن راہویہ والدارمی وعبد بن حمید وابویعلیٰ البوصلی والحسن بن سفین و ابی بکر بن البزار فہؤلاء عادتہم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ماورد من حدیثہ غیر مقیدین بأن یکون محتجاً بہ اولاً^۱ الخ وفیہ اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیہ الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلك الا قليلاً^۲ وفي البنایة^۳ عہ شرح الہدایة للعلامة الامام البدر العینی الدارقطنی کتابہ مبلوم من الاحادیث الضعیفة والشاذة والمعللة وکم فیہ من حدیث لایوجد فی غیرہ^۳ اھ و ذکر اشد منه للخطیب ونحوہ للبیہقی۔ وفي فتح المغیث^۴ عہ یقع ایضاً فی صحیح ابی عوانة الذی عملہ مستخرجاً علی مسلم احادیث

بسم اللہ کو جسرا پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

عہ ۱: فی مسئلۃ الجہر فی البسملۃ ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: فی الصحیح الزائد علی الصحیحین۔ (م)

^۱ تدریب الراوی شرح التقریب النوادی مرتبہ المسانید من الصحیہ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۱۱ھ

^۲ تدریب الراوی شرح التقریب النوادی اول من صنف مسنداً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۱۱ھ

^۳ البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱۳۸۱ھ

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہیے اہ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے، نہ اسے رد کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لئے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے انہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان	کثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضاً فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضاً¹ اه نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اردنا كاف في ابانة ما قصدنا. وبألجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر، وانما اطيننا ههنا لما شيننا خلافه من كلمات بعض الجلة. والحمد لله على كشف الغمة وتبثيت القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والضعاف قد انعدمت. والسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد روى الضعيف ساكتين في الاحكام ايضاً عند وجود الصحيح فآين الفرق وان لم يوجد فالامرا شد فان التجأ ملتجأ الى انهم يعدون سوق الاسانيد

¹ فتح المغيث الصريح الزائد على الصحيحين دار الامام الطبري بيروت ۱/ ۲۳

قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکتا نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اس کے جواب میں:-

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوٹا روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابو نعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرتا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوٹا روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی۔ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لئے اس پر سکوت جائز نہ تھا۔ ثانیاً: ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

من البیان ای فلم یوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام الموقرنة:

قلت اولاً : هذا شیء قد یبديہ بعض العلماء عذراً من روى الموضوعات ساكتاً علیہا ثم هم لا یقبلون قال الذہبی^۱ فی المیزان کلام ابن مندة فی ابی نعیم فطیع لا احب حکایتہ ولا اقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنباً اکبر من روايتهما الموضوعات ساکتین عنہا^۲۔ وقد قال العراقی^۳ فی شرح الفیثہ ان من ابرز اسنادہ منهم فهو ابسط لعذرہ اذا حال ناظرہ علی الكشف عن سندہ وان کان لا یجوز لہ السکوت علیہ^۴۔

ثانیاً: لا یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الامسندة فهذا البیان لم تنفک عنه احادیث الفضائل ایضاً فبماذا تساهلوا فی هذا دون ذلک۔

عہ ۱: فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے۔ (ت)

اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

^۱ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ نمبر ۴۳۸ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

^۲ تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

ثالثاً: اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذلک اہ زرقاتی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسندہ الخ" کے تحت کہا کہ بسند کا لفظ صرف وضاحت کے لئے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اہ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقاتی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اہ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کا اعلیٰ درجہ پہنچتے ہو گیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلاۃ و سلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل و اصحاب اور باقی مجبین پر۔ (ت)	ثالثاً: لوکان الاسناد وهو البیان المراد لاستحال رواية شیء من الاحادیث منفکاً عن البیان فان الروایة لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة ونحوها واسناد ذلك الی من عزی الیه بتحدیث و اخبار وغیر ذلك¹ اہ وقال عہ² الزرقانی تحت قول المواہب روی عبدالرزاق بسندہ الخ بسندہ ایضاً والافہو مدلول روی² اہ وقال ایضاً عہ² تحت قوله روی الخطیب بسندہ ایضاً فهو عندهم مدلول روی³ اہ واذا انتهى الكلام بنا الی هنا واستقر عرش التحقيق بتوفیق اللہ تعالیٰ علی ماہو مرادنا فلنعد الی ما کنّا فیہ حامدین للہ تعالیٰ علی مننہ الجزیلة الی کل نبیہ ومصلین علی نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ وسائر مجبیہ۔

افادہ بست و دوم^{۲۲}: (ایسے اعمال کے جو از یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا اور بارہ احکام اسے

عہ ۱: اوائل الكتاب عند ذکر خلق نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م) عہ ۲: فی ذکر ولادته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

¹ تدریب الراوی شرح التقریب خطبۃ المؤلف / وفيها فوائد / حد علم حدیث مطبوعہ نشر الكتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۰

² شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۵۵

³ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۱۳۳

حجت بنانا نہیں) جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس "کیف وقد قیل" وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زبور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہر گران مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول:** تاہم ازحاجہ کہ درود ضعیف وہ بھی نہ لذات بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجیح و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہر گز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں دائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول: اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا واللہ شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کامدعی ہو اور ماورائے دماء و فروع و مضار و خباثت تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق و دوائی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے	هذا تحقیق ما سلفنا فی الافادة السابقة عن المحقق الدوائی، وهذا هو معنی مانص علیہ الامام ابن دقیق العید و سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام و تبعهما شیخ الاسلام الحافظ ونقله تلمیذہ السخاوی

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ^۱ شوافع میں سے ہیں، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں اور محقق ومدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے مشنیں حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منہ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے علاوہ میں کیا جائیگا، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علماء کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

فی فتح المغیث وفي قول البديع والسيوطي في التدريب والشمس محمد الرملي في شرح المنهاج النووي، ستهم من الشافعية، ثم اثره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية ذوى الاحكام والمحقق المدقق العلائي في الدرالمختار واقراه هما ومحشو الدر الحلبي والطحطاوي والشماسي فيها وفي منحة الخالق خستهم من الحنفية، من اشتراط العمل بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا حقت ليس بتقييد زائد بل تصريح بمضمون مانصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد والاحكام، كما وضحناه لك وبه ازداد انزهاقا بعد انزهاق ماظن الظانان من ان الكلام في الاعمال الثابتة بالصحيح، كيف ولو كان كذل لما احتيج الى هذا الاشتراط كما لا يخفى والله الهادي الى سوي الصراط۔

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جوازِ تقلیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز، محض مغالطہ و فریب وہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے صد ہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہند ہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابلِ عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ ولكن الوهابية لا يسمعون واذا سبعوا لا يعقلون رب اني اسألك العفو و

العافیۃ اُمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ت)

افادہ بست^۳ و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے) اقول اولاً: جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کیلئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والقیہ^۲ عراقی و شرح^۱ الفیۃ للمصنف میں تھا غیر الموضوع^۱ (موضوع کے علاوہ ہو۔ت) مقدمہ^۴ ابن الصلاح و تقریب^۵ میں ماسوی الموضوع^۲ (موضوع کے سوا ہو۔ت) مقدمہ^۱ سید شریف میں دون الموضوع^۳ (موضوع نہ ہو۔ت) حلیہ^۴ میں الذی لیس بموضوع^۴ (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ت) اذکار^۸ میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعاً^۵ (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ت) یونہی^۹ امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یرونها عن کل^۶ (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زر قانی^۷ شرح مواہب میں ہے عادة المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعاً^۷ (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی^۸ علامہ حلبی سیرۃ^۹ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

عہ ۱: ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت حدیث مناغاة القبر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م) عہ ۲: نقل هذا و ماسیاتی عن عیون الاثر بعض الاثرین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت) عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۳۰۳

^۲ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۳۹

^۳ مقدمہ سیہ شریف

^۴ حلیہ المحلی شرح منیہ المصلی

^۵ الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۷

^۶ کتاب العلم لابن عبد البر

^۷ شرح الزر قانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱/ ۱۷۲

واضح رہے کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

لا يخفى ان السیر تجمع الصحيح والسقيم والضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذا روينا في الحلال والحرام شددنا واذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا¹۔

شیخ محقق^۲ مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ واضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجهت سوء حفظ بعض رواة یا اختلاط یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگرد بتعدد طرق و اگر از جهت اتہام کذب راوی باشد یا شزوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشته باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول^۲ الخ

۱: کلمی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب و ضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان و الجوز جانی و قال البخاری ترکہ یحییٰ و ابن مہدی و قال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوز جانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالکذب و رمی بالرفض^۳ (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

¹ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۱

² شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ص ۱۳

³ تقریب التذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بالینہ عامہ کتب سیر و تفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انہیں بلا تکلیف نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الكلبي سفین وشعبة وجباعة ورضوه في التفسير واما في الحديث فعنده مناكير ¹ ۔	ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب ما یروی عن الكلبي انساب و احوال من احوال الناس وایام العرب وسیرهم وما یجری مجری ذلك مما سمح کثیر من الناس في حمله عن لا یحمل عنه الاحکام و ممن حکى عنه الترخیص في ذلك الامام احمد ² ۔	کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

۱) میزان: (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چننیں و چناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعة علمہ³ (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی رائج ہے۔ کہا افادۃ الامام المحقق فی فتح القدير⁴ (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدير میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالینہ یہ جرح شدید ماننے والے

عہ: حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں عن الواقدي قال كانت بئر بضاعة

¹ میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴ ترجمہ محمد بن السائب الكلبي مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۵۵۸

² عیون الاثر ذکر الاجوبہ عماری بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۴/ ۱

³ تقریب التذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلامی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۱۳- ۳۱۲

⁴ فتح القدير باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹

بھی انہیں سیر ومغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالیحتی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے:

کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار والسیر والمغازی والحوادث وایام الناس والفقه وغیر ذلک ^۱	یہ اخبار واحوال، علم سیر ومغازی، حوادثِ زمانہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔ (ت)

رباعی ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف

طریقاً للماء الی البساتین وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدي. اما عند المخالف فلالتضعیفه ایاہ ^۲ ۱۷۰ وقال فی فصل فی الآسار قال فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفه ومن وثقه ورجح توثیقه وذكر الاجوبة عما قبل فیہ ^۳ ۱۷۱ منه (م)	کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کردی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اہ اور "فصل فی الآسار" میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی پہلے کتاب المغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اہ ۱۷۱ منہ۔ (ت)

^۱ میزان الاعتدال نمبر ۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/ ۶۶۳

^۲ فتح القدر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۹/ ۱ و ص ۹۷

^۳ فتح القدر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۹/ ۱ و ص ۹۷

ہے جس کے بعد بس متم بالوضع ووضاع ہی کا درج ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے واللہ الحجة السامیہ۔

خاصاً: اور سُنیے وضو کے بعد اٹا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضي القضاة شهاب الدين الشهيد بآبن حجر رحمه الله تعالى من هذه الجملة فاجاب بمأنصبه الاحاديث التي ذكرها الشيخ ابوالليث نفع الله تعالى ببركته ضعيفة والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شيى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لامن قوله ولا من فعله ¹ اه	ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ حدیث جن کو امام ابواللیث، "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت)

سادتاً: یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بسلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا کہ بیہقی نے دلائل النبوة، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیثہ باطلہ تدلہ علی کذبہ² (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: هذا حدیث غریب الاسناد

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

² میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۲۸ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/۱۸۱

والبتن وهو فی المعجزات حسن¹ (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بالینمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔
سابقاً: حدیث الدیک الابيض صدیقی وصدیق صدیقی وعد وعدوالله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يبيتة معه في البيت² (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خواہگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر رقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب³ (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا: فیندب لنا فعل ذلك تأسيًا به⁴ جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خواہگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے وهذا الاخیر قد بلغ الغاية وفيها ذكرنا كفاية لاهل الدراية (یہ آخری انتہاء پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لئے کافی ہے۔ ت)

ثامناً: احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان كان الذي حدثه به كاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سبعتہ مراراً يقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)
اقول: (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی، شامی عہ نے فرمایا طحاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

عہ: فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م)	(شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

¹ المواہب اللدنیہ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد الممتن المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۴

² کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴

³ تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/ ۱۲

⁴ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/ ۲

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متمم بالکذب سے خالی نہ ہو۔	شدید الضعف هو الذی لایخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متهم بالکذب ^۱ ۔

یہاں صرف انہیں دو^۲ کو شدتِ ضعف^۳ میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفراد من الکذابين والتهمین بالکذب ومن فحش غلطہ ^۲ ۔	وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متمم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش غلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو^۲ کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ باس لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفراد من الکذابين والتهمین ومن فحش غلطہ ^۳ ۔	حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذا بین اور متممین سے ہو یا وہ فحش غلط ہو۔ (ت)

عہ: وهكذا عزابعض العصریین وهو المولوی عبدالحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحديث الضعیف ثلث شروط علی ماذکره السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع وغیرہما الاول عدم شدة ضعفه بحيث لا یخلو طریق من طرقه من کذاب او متهم بالکذب الخ اقول لکن سنسبعك نص التدریب والقول البدیع فیظہر لك ان وقع ههنا فی النقل عنہما تقصر شنیع فلیتنبه ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکنوی نے "ظفر الامانی" "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا، جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور متمم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزو ہوئی ہے، غور کرنا چاہئے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

^۱ رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۹۵

^۲ تدریب الراوی شرح تقریب النووی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

^۳ نسیم الریاض شرح الشفاء مقدّمہ الکتب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتا دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذا بین و مستمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور و علما و خود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرائے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلیٰ المجید "هذا" (اسے یاد رکھو۔ت)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:	ورأيتني كتبت ههنا على هامش فتح المغيث، كلامًا يتعلق بالمقام احببت ايراده اتمامًا للمرام، فذكرت اولاً ماعن الشامي عن الطحطاوي عن ابن حجر ثم ايدته باطلاق العلماء ثم اوردت ماعن النسيم عن السخاوي عن الحافظ ثم قلت مانصه۔
اقول: وهذا كماتري مخالف لاطلاق مامر عن النووي عن العلماء قاطبة، ولتحديد مامر عن الطحطاوي عن شيخ الاسلام نفسه لكن يظهر لي دفع التخالف عن كلامي شيخ الاسلام بأنه ههنا ذكر المتفرد وفيما سبق قال "لا يخلو طريق من طريقه، فيكون الحاصل ان شديد الضعف بغیر الكذب والتهمة لا يقبل عنده في الفضائل حين التفرد، اما اذا كثرت طريقه فح يبلغ درجة يسير الضعف في خصوص قبوله في الفضائل، بخلاف شديد الضعف بالكذب والتهمة فانه وان كثر طريقه التي لا تفوقه بان لا يخلو	اقول: وهذا كماتري مخالف لاطلاق مامر عن النووي عن العلماء قاطبة، ولتحديد مامر عن الطحطاوي عن شيخ الاسلام نفسه لكن يظهر لي دفع التخالف عن كلامي شيخ الاسلام بأنه ههنا ذكر المتفرد وفيما سبق قال "لا يخلو طريق من طريقه، فيكون الحاصل ان شديد الضعف بغیر الكذب والتهمة لا يقبل عنده في الفضائل حين التفرد، اما اذا كثرت طريقه فح يبلغ درجة يسير الضعف في خصوص قبوله في الفضائل، بخلاف شديد الضعف بالكذب والتهمة فانه وان كثر طريقه التي لا تفوقه بان لا يخلو

آجائے گی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشتر کثرت کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور مہتم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے

علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ اڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالكذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحتاً خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا مؤلف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت) اگر اعتراض کے طور پر تو یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام

شیخ منها عن کذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة. ولا يعمل به في الفضائل. وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقاً ولو بغیر کذب في باب الفضائل موقوفاً على كثرة الطرق، لكنه يخالفه في خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الضعف بالكذب ايضاً كما تقدم، وهو

کما تری مخالف لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووي عنهم كافة. فانهم لم يشربوا للقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان ان لا يكون موضوعاً. فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلاً وان تفرد ولم يكسر طريقه، فافهم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المسئول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليه المرجع واليه الباب اه. ما اردت نقله مما علقته على الهامش۔

فان قلت هذا قيد زائد افاده

کے بیان میں ایک زاید قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرت طرق) کی قید نہ لگانا، دلیل کے زیادہ موافق اور قواعدِ شرح جمیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدہ جلیلہ: (ضعیف حدیثوں کے احکام، اقسام اور انکی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمعِ متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعیف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب و شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

امام فلیحمل اطلاقاتہم علیہ دفعاً للتخالف بین النقلین قلت نعم لولا ان ماذکروا من الدلیل علیہ لایلائم سریان التخصیص الیہ، وکیف نضنع بما نشاہدہم یفعلون یرون شدة الضعف ثم یقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدلیل والالصق بقواعد الشرع الجمیل فنودان یکون علیہ التعویل والعلم بالحق عند الملک الجلیل۔

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة فی احکام انواع الضعیف والجبار ضعفها) هذا الذی اشرت الیه من کلام السخاوی البار المتقدم هو قوله مع متنه فی بیان الحسن، ان یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اکثر اوقوة الضعف بغیرهما فلم یجبر ولو کثرت طرقه، لکن بکثرة طرقه یرتقی عن مرتبة المردود المنکر الی مرتبة الضعیف الذی یجوز العمل به فی الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق التي فیها ضعف یرتقی بحیث لو فرض مجیی ذلك الحدیث بأسناد فیہ ضعف یرتقی کان مرتقیاً بها الی مرتبة الحسن لغیره^۱ ملخصاً۔

^۱ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۸۳

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول: ہماری زائد اسحاق کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ شرکی زیادتی سے شر مزید بڑھتا

ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے "خاتم الحفاظ" بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وہ ہے جس کو متمم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ورائتہی علقت علیہ ہہنا مانصہ اقول: حاصل ماتقرر وتحررہہنا مع زیادات نفیسة منا ان الموضوع لایصلح لشیئی اصلاً ولا یلتئم جرحہ ابداً ولو کثرت طرقہ ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید الشیئی الا شراً، وایضاً الموضوع کالموضوع کالمعدوم والمعدوم لایقوی و لایتقوی، ومنہ عند جمع منہم شیخ الاسلام ماجاء بروایة الکذابین وعند آخرین منہم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتہمین، وسوہما السخاوی بشدید الضعف الا انی لذہابہ الی ان الوضع لایثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد بہ کذاب او وضاع کما نص علیہ فی هذا الکتاب، وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب، اما الضعف بغیر الکذب والتمہة من ضعف شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فهذا یعمل بہ فی الفضائل علی ما یعطیہ کلام عامة العلماء وهو الاقعد بقضية الدلیل والقواعد، لا عند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنہ ومن تبعہ کالسخاوی الا اذا کثرت طرقہ الساقطة عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعہا کطریق واحد صالح له فیعمل بہا فی الفضائل

کارآمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے، مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابلِ عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لئے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ "حسن لغیرہ" کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف	ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغیره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين متعاضدين فتح ترتقى الى الحسن لغیر فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقاً على ما هو ظاهر كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة في الصوالح على ما فهمه السخاوی من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام في النزهة والنخبة المكتفيتين عه

ان کے الفاظ یہ ہیں: جب راوی سوء حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوء حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: حيث قال متى توبع السبيح الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لادونه وكذا المختلط الذي لا يميز والمستور والاسناد المرسل وكذا المدلس اذا لم يعرف المحذوف مند صار حديثهم حسنًا لذاته بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لان كل واحد منهم (اے ممن ذكر من السبيح الحفظ والمختلط الخ) باحتمال كون روايته صوابًا او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لاحدهم رجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين دول ذلك على ان الحديث محفوظ

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے	بوحدة الجابر مع جواز ان تكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو الاوفق بما رأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف بالضعف اليسير اعني ما لم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صار حسنا لغیره. واحتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لانقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور اللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار والرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہۃ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم^۱ اه وانظر كيف اجتزئ في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بأفراد رواية وحكم بالارتقاء الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار من الرد ومع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر لي ان الوجه معهما اعني العراقي وشيخ الاسلام لمابين في النزهة من الدليل لهما منقولا مما علقته على فتح المغيث ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

^۱ شرح نزہۃ الفکر بحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علمی اندرون لوہارگیٹ لاہور ص ۷۳

الاحکام، وهذا اذا كان معه مثله ولو واحدا صار صحيحاً لغيره اودونه ممايليد فلا الا بكثرة انتهي ما كتبت بتخليص۔

جو انہوں نے "النزبة" اور "الذنجة" میں کیا دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائیگا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ "حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لئے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک اور بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، وبالله التوفیق ولہ الحمد۔ الحمد للہ القادر القوی علم ماعلمہ وصلى الله تعالى على ناصر الضعيف وآله وسلم، قبول ضعيف في فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتدائی مسوودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کو ماہ مبارک ربیع الاول ۱۴۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تسییس میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بحمدہ اللہ تعالیٰ نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القابوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسخیل جلیلہ و تفصیل جزیلہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدار سالہ قرار دئے جائیں اور بلحاظ تاریخ عہد **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** (۱۴۱۳ھ) (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وبالله التوفیق ولہ المنة علی مازرق من نعم تحقیق ما کننا لعشر معشار عشرها نلیق والصلاة والسلام علی الحبيب الکریم وآله وصحبہ ہداة

عہ: منقوص محلی بالام سے بھی حذف یا فسخ کلام میں شایع وذایع ہے یوم التلاق، یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

الطریق اُمین۔

افادہ بست^{۲۲} وچہارم: (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نہ خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعف شدید) واللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلماتِ ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قولِ شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی ہاتھ ہاتھ کردہ شود^۱ (یہ احادیث قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب وہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابلِ کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سافاضل، ہاں متکلمان طائفہ و بابیہ اپنی جہالتیں جس کے سرچا ہیں دھریں۔

اولاً خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائلِ اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ہاں تصانیف خطیب و ابو نعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بُستان المحدثین میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء کہ نظیر آں در اسلام تصنیف شدہ ^۲ ۔	ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادر میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اُسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در بار خود ^۳ ۔	خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

^۱ بحالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

^۲ بُستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

^۳ بُستان المحدثین مع اردو ترجمہ کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين وعروتهم في فهم ¹ -	فائدہ بخش لصفین کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد۔
 ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجود اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں:

اصلح هذه الطبعة ما كان ضعيفاً محتملاً ² -	یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعیف قلیل قابلِ تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہو گا ورنہ ان میں بہت احادیث منجرہ حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح، حسان سب کچھ ہیں کماستسمع یعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تُو عنقریب سُنے گا۔ ت)
 رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین عہ فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں:

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب وابن عسا کر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کرده اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشان ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین در اں احادیث تا مل کنند و موضوعات را	جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عسا کر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ مقتدین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمدتاً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تاہل کر کے

عہ: قسم دوم از فصل دوم در شبہات وارقان ۱۲ منہ
 دوسری فصل کی قسم دوم کا تین کے شبہات سے متعلق ہے اس کے
 تحت اس کا بیان ہے (ت)

¹ بستان الحمدین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

² حجۃ اللہ البالغہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبعة الرابعة مطبوعہ المكتبة السلفية لاہور ۱/ ۱۳۵

از حسان لغیر ہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و حسن و متاخران در احادیث خطیب و طبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی و مقاصد حسنہ حسان لغیر ہا از ضعف و مناکیر ممیز نمود خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نموده اند جزاھم اللہ تعالیٰ عن امة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا^۱ اھ ملتقطاً۔	موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کر دیں گے جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطاً۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیر ہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انہیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری و لمسلم و لابن حبان و للحاکم فی المستدرک و للضیاء فی المختارۃ و جمیع ما فی هذه الكتب الخمسة صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فائبة علیہ، و رمزت لابن داؤد و فہا سکت علیہ فہو صالح و ما بین ضعفہ	میں نے حوالہ جات کے لئے یہ رموز وضع کیے ہیں، بخاری، مسلم، حبان، حاکم، مستدرک، ضیاء، مختارۃ، جمیع ما فی هذه الكتب الخمسة صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فائبة علیہ، و رمزت لابن داؤد و فہا سکت علیہ فہو صالح و ما بین ضعفہ

وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

^۱ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے، ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا، ت سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلیٰ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیہ ابو نعیم، ق سے سنن بیہقی، ہب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا (مختصر اگ۔ ت)	لقلته عنه، وللمتذی ت وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجة ه ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبدالرزاق عب ولابن ابی شیبہ ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب والاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیة حل وللبهیقی ق وله فی شعب الایمان هب وهذه فیها الصحیح والحسن والضعیف فأبینه غالباً¹ اه مختصراً۔

دیکھو امام خاتم الحقاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ والرابعہ سب کو ایک ہی مشق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادؔ خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بجا احادیث طبقہ الرابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ سفہ ناسخ تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ الرابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں، تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آغا کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا، ۱۲ منہ (ت)	(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لفظ فما وعلیه کلمة لم تبین فی الكتابة فکتبت مکانها لفظة سکت اذ هو المراد واذ کان لابد من التنبيه نبهت علیه ۱۲ منہ (م)

¹ جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبہ کتاب، دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸، ۱۹

ابو نعیم ودیلی از ابو الدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ الکتاب کفایت مے کند از انچه بیچ چیز از قرآن کفایت نمی کنند ^۱ الحدیث۔	ابو نعیم اور دلیلی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو شیخ و ابن مردودیہ و دلیلی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں عہ ہے:

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کردہ شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحہ الکتاب ^۲ ۔	ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورہ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے:

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ	ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت
عہ: و دریں بعض روایات اقتران دار قطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود ندہد زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال ایں معنی رونماید کہ اسناد باینما مقرون بطبقہ ثالثہ است، ہمچنان ایں امر بر منقضہ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف رایج کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	اور اس میں بعض روایات کے دار قطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

^۱ تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

^۲ تفسیر عزیزی آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

کہ حدیثی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ در شب سی و سہ آیت بخواند اور در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً ^۱ ۔	کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس ۳۳ آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی عہ میں ہے:

روى عہ ^۲ ابن جریر عن مجاهد قال سأل سليمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن اولئك النصارى الحديث ^۲ ۔	ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر وائل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت می کند کہ روزے بخد مت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالاً شخصی می آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکرده است	حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

عہ: ۱: زیر آیه إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى ۱۲ منہ (م)	اس آیت کے تحت ہے
عہ ۲: شاہ صاحب در مجال نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)	۱۲ منہ (ت) شاہ صاحب نے مجال نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص و فضائل سورۃ فاتحہ و سی و سہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۳

۲ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین امنوا والذین هادوا والنصارى مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۷۱

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ (ت)

و شفاعت اُو روزِ قیامت مثل شفاعتِ پیغمبران باشد جابر گوید کہ مملے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند^۱۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں عہ ہے:

شیعہ اور سُنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو جائے، روایات اہلسنت مدارج النبوة، الوفاء، بیہقی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہو گئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض السفرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقة میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

در روایات شیعہ و سُنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود ابر در سرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت پس در مدارج النبوة و کتاب الوفاء و بیہقی و شرح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشته است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بقدربا باستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا ازو راضی شد و در ریاض السفرۃ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکورست و در صل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقة از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرہویں طعن میں ہے جو انہوں نے افضل الصديقين حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: در طعن سبزد مر از مطاعن ملا عنہ بر حضرت افضل الصديقين رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

1 تفسیر عزیزی آخر سورۃ ایل پارہ عم مطبوعہ لال کٹوال دہلی ص ۳۰۶

2 تحفہ اثنا عشریہ طعن سبزد ہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

سابقہ طرفہ تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں بشرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین تو مستدرک سے تو وہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کمالا یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) لطیف ترید ہے کہ خود ہی بستان الحدیث میں امام الشان ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

انصاف آنت کہ در مستدرک قدرے بسیار شرط ایں مردو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے از زیننا بلکہ ظن غالب آنت کہ بقدر نصف کتاب اریں قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر عہ اسناد او صحیح ست لیکن بشرط ایں ہر دو نیست و بقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضی موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام ^۱ انتھی۔	انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتب اس قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لئے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

عہ: لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفظ در تدریب از ذہبی آور نیست لفظش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطہما و جملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما، لعل مجموع ذلک نحو نصف الكتاب وفيه نحو الربع مماصح سندہ، وفيه بعض الشیخی، اولہ علة وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر او واہیات لا یصح وفي بعض ذلک موضوعات^۲ ۱۲ منہ (م)

لفظ "بظاہر" وہ جو امام خاتم الحفظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے، بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شیئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

^۱ بستان الحدیث مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوع کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

^۲ تدریب الرادی عدد احادیث مسلم و تسایل الحاکم فی المستدرک دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۰۶

تنبیہ: بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہو گیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے انہوں نے احتراز کیا انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروکہ سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنی پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کو تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروکہ مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کمابینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ہامشا شاہ صاحب اس کلام امام ذہب کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد بناید کرد مگر از دیدن تلخیص ذہبی ^۱ ۔	اسی لئے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرانہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ست کہ تمام مستدرک ہاتھا معیوب گشتہ ^۲ ۔	امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تا وقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کر لے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہو گئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی اختلاف صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر عہ صحیح ہی ہوں جیسے

عہ: اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال الشيخ الاسلام غالب مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذي ينقد عليه بالنسبة الى	شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

^۲ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹

مستدرک میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہو ناچہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا اعادہ نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پر کھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے۔ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابع بلکہ ثانیاً ثالث سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابو بکر ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق و غیرہا سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفصیص عہ کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ مل و بیکار و اصلماً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل پر فائز ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا طناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لئے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں بکھر کیا ہے ۱۲ منہ (م)

ما لا ینتقد قلیل جداً قال، وفيه من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانه یظن ما لیس بصحیح صحیحاً قال ویتعین الاعتناء بانتقاد کتابین فان الکلام فی تساهلها اعدم الانتفاع بهما الا لعالم بالفن لانه مامن حدیث الا ویسکن ان یکون قد وقع فیہ تساهل^۱ ۱۲ منہ (م)

عہ: ذکرنا نصهما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ (م)

^۱ تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۹

و ابعاد مرام سامنے لہذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ منفردہ^{عہ} اور بلحاظ تاریخ مدارج طبقات
الحديث^{۱۳۱۳ھ} لقب دیا، واللہ المنۃ فیما الہم ولہ الحمد علی ما علم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا
محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بست^{۲۵} و پنجم: (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں) اقوال کتابیں کہ بیان احادیث
موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن
الجوزی و اباطیل جوز قانی و موضوعات صفائی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک
موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب
موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدم
صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح
بھردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد متقین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان
مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی و غیرہ تصانیف علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم
الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقیبات و آتی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسد فی
الذب عن مسند احمد وغیرہ سے بنائیت تفصیل واضح درو شن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود
صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی^{۸۴} حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام احمد، صحیح بخاری^۲ شریف
بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم^۳ شریف، سنن^۴ ابی داؤد، جامع^۵ ترمذی، سنن^۶ نسائی، سنن ابن ماجہ^۷ و م وہ جن کا

عہ: الحمد للہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف و جازت فوائد نفسیہ پر مشتمل اس میں:

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

ثالثاً پھر بہت احاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ نافذ کے کام کی نہ مقلد کو
نافع۔

رباعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد
و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلمات علماء سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ و غیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت
اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تساہلی اور کہیں در باب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح
رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعوٰی کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے واللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصد صرف ایراد موضوعات ۲۳ واقعہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے آلی امام سیوطی یا نظرو تنقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل الآلی امام ممدوح خطبہ مضموعہ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعيف بل والحسن بل والصحيح كما نيه على ذلك الاثمة الحفاظ و طال ما اختلج في ضميري انتقاؤه وانتقاده فأورد الحديث ثم اعقب بكلامه ثم انكان متعقبا بنهت عليه اه ¹ ملخصا۔	ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کا حکم پر کھوں تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذ قد اتينا على جميع ما في كتابه فنشرع الآن في الزيادات عليه. فمنها ما يقطع بوضعه ومنها مانص حافظ على وضعه ولي فيه نظر فاذكرة لينظر فيه ² ۔	اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لئے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لا یصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "رفعه" کی قید زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور نظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کہ لا یخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعیف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

¹ الآلی المضموعہ فی الاحادیث الموضوعہ خطبہ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۱/۲

² الآلی المضموعہ فی الاحادیث الموضوعہ خاتمہ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۲۵۱/۲

ب کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے جانیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)	وقد اذکر مالا یصح اطلاق اسم الموضوع علیہ بل غایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یكون ضعیفاً ضعفاً خفیفاً، وقد یكون اعلیٰ من ذلك والحاصل علی ذکر ماکان هكذا، التنبیہ علی انہ قد عد ذلك بعض المصنفین موضوعات کابن الجوزی فانہ تساهل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ما هو صحیح فضلاً عن الحسن فضلاً عن الضعیف وقد تعقبہ السیوطی بما فیہ کفایۃ، وقد اشرت الی تعقبات^۱ الخ

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں کرتا، کیسی جہالتِ فاحشہ ہے۔

تنبیہ: ہر چند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے تو ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک منسلک پر قبول فی الفضائل میں مغل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان تک موجود ہیں کماتین۔

لطیفہ: اقول حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور ناکافی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیفاء و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم: جعلوا مصنفاتہم مختصۃً بالاحادیث الموضوعۃ^۲ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفغانی وغیرہما۔ اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہر گز تصانیف عہ

عہ: افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی و مقاصد حسنہ حسان لغیر ہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ (م)

^۱ الفوائد المجموعۃ خطبۃ الکتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴

^۲ قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین قسم دوم شہادت الخ مکتبۃ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل، ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی اللسنة¹ (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلاث متفق علیہ² (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسک مسلم فی الزکوۃ من صحیحہ³ (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

طرفہ تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابو حنیفہ وشافعی سے دغوی مساوات ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجۃ الافادات: الحمد للہ کلام اپنے ذر وہ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حد اقصیٰ کو، ان چودہ ۱۴ افادوں نے ماہِ شَب چہار دہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے منقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعب خفیف، اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہاء مقبول و کافی اور ثبوت استحباب عمل کے لئے مفید و وافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لئے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لایام کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادہ بست^{۲۶} و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول: بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز قضاے حاجت کیلئے

¹ المقاصد الحسنۃ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۴

² المقاصد الحسنۃ حرف الہزۃ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۶

³ المقاصد الحسنۃ حرف الہزۃ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۶

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموها السفهاء فانه يدعون بها	یہ تو فوف کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

فیستجابون¹۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ مستم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزره نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: محض لاشیعی کذاب خبیث² ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے۔) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروک و کان حافظاً³ (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔) ذہبی نے میزان میں کہا:

كان من اوعية العلم على ضعفه، وكثرة مناكيره	اس ضعف و کثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

وما اظنه ممن يتعبد الباطل⁴

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفه⁵ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔) امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب عہ میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون کے متروک و مستم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حيث قال قد تغرد به عمر بن هارون البلخي	جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متغرد ہے

عہ: في الترغيب في صلاة الحاجة ۱۲ منہ (م)

(ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

¹ الترغیب والترہیب فی صلاة الحاجة الخ مطبوعہ مصطفى البابي مصر ۱۲۲۸ نصب الراية للحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکرہیہ مطبوعہ المكتبة الاسلامیة لصاحب الحاج ریاض الشیخ ۱۴/ ۲۷۳

² میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۲۲۸

³ تقریب التذیب حرف العین مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲

⁴ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۲۲۹

⁵ تذکرۃ الحفاظ الطبقة السابعة مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۲/ ۳۱۲

اور وہ متروک و مستم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے	وهو متروك متهم اثني عليه ابن مهدي وحده عہ فیما اعلمہ^۱ اھ قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدي ايضاً فقال في الميزان قال

اقول: حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمہ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از اباز ابن غسان از بہر بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے اور مروزی نے کہا ابو عبد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق چھاپا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئی کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سہار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا (خ) پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءۃ حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

عہ: اقول: هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور وثقه قتيبة وغيره اھ في تذكرة الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بهر بن اسد انه قال اری یحییٰ بن سعید حسده قال وساق الخطيب باسنادہ عن ابن عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحديث من ابن المبارك وقال المروزي سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشيئ كتبت عنه كثيرا ففيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع كان قتيبة يطريه ويوثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرحه عن ابن معين وآخرين ثم قال قلت لاريب في ضعفه وكان لبا حافظا في حروف القراءات مات سنة اربعين وتسعين ثلث مائة ۱۲ منہ (م)

^۱ الترغيب والترهيب في صلاة الحاجه وود عارنا مطبوعه مصطفى الباني مصر ۱۱/ ۷۸

ابن مہدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مہدی حسن الرای فی عمر بن ہارون ^۱ اھ فاللہ تعالیٰ اعلم۔ اعلم۔ (ت)	کہ ابن مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

باینتمہ از انجا کہ مستدرک میں تھا:

قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقاً، وقال ابراہیم بن علی الذہبی عہ ^۲ قد جربتہ فوجدتہ حقاً، وقال الحاكم قال لنا ابو زكريا قد جربتہ فوجدتہ حقاً قال الحاكم قد جربتہ فوجدتہ ^۲ حقاً۔	احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی ذہبی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابو زکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہمیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا عہ ^۲ ۔

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل هذا علی التجربة لاعلی الاسناد^۳ (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد
پر)۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ عہ^۳ میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے

عہ^۱: نسبة الی دیبل بفتح الدال المہملۃ
وسکون الیاء المثناة من تحت وضم الباء
الموحدة والآخر لام قصبة بلاد السند کما فی
القاموس ۱۲ منہ (م)
عہ^۲: آخر الكتاب فی الفضائل الثالث عشر فی
صلاة الحاجة من فصول تکمیل الكتاب ۱۲ منہ
(م)

یہ فیصل کی طرف منسوب ہے۔ دیبل داں مہملہ کے فتح کے
ساتھ، یا شتی کے سکون باء موحدة کے پیش کے ساتھ اور آخر میں
لام ہے کہ بلاد سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے
۲ منہ (ت) عہ^۳: قول: بحمد اللہ تعالیٰ اس فقیر نے بھی کئی بار
آزمایا حق پایا بعض قریب تراغہ کو سخت تاسازی تھی طول ہوا
یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے
فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا
پایا واللہ الحمد بیس ۲۰ سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضل الہی
ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ۱۲ منہ (م)
یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نماز
حاجت کے بیان میں تمیل کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

^۱ میزان الاعتماد ترجمہ ۶۲۳ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹

^۲ الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاة الحاجة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۷۸

^۳ الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاة الحاجة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۷۸

بالیقین موضوع کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومشی علی هذا فی الحاوی القدسی فانہ ذکر هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجه من الصلوة المستحبة ¹ ۔	حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علما و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا روی تجرۃ ذلک عن کثیرین² (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادہ بست³ و ہفتم (بالفرض اگر کتب میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے) اقول: بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا

عہ: ہوا آخر حدیث من باب الصلاة فی الموضوعات قال البخاری موضوع، عمر بن ہارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روى له الترمذی وابن ماجہ وقال فی المیزان کان من اوعیة العلم الی آخر مانقلنا قال ووجدت للحدیث طریقاً آخر فذكر ما أسند ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نحوه وسکت علیہ خاتم الحفاظ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیة العلم الی آخر مانقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ الصلی

² خاتمہ مجمع بحار الانوار نوکسور لکھنؤ ۳/ ۱۱۱

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے باپي انت و امی یا رسول اللہ^۱ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی النخعی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۳۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد بن محمد ابن الحاج عبد رى مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا تب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں کُند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی عہ^۱ نے مواہب اللدیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زہد بیان آیہ کریمہ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۱ وَأَنْتَ جَلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۲ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تُو اس میں جلوہ افروز ہے۔) جس میں رب العزت جل و علانے شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک بھی قسم کھائی کہ لَعَمْرَکَ اِنَّهُمْ لَفِی سَکْرَتٍ مِّنْ عَمَلِهِمْ یَعْجَظُونَ ۳ (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۴ مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عز و جل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۵۔ نسیم عہ^۲ کی دلکش عبارت یہ ہے:

عہ ۱: الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ	دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)
(م) عہ ۲: الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)	باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

^۱ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۹۶

^۲ القرآن ۲/ ۹۰

^۳ القرآن ۱۵/ ۷۲

^۴ القرآن ۱/ ۹۰

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته وبحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله بابي انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيله عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ١ -	مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ١ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)

(ت)

مواہب عہ میں ہے:

على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت وامى يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسام بحياتك دون سائر الانبياء ولقد بلغ من فضيلتك عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ٢ -	ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ٢" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

چھٹے مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

عہ: المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس

۱۲ منہ (م)

1 نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۹۶

2 المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبوعہ عامرہ مصر ۱۶/ ۲۷۰

مدارج عہ میں اسے نقل کر کے فرمایا: یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، وایں لفظ درظاہر نظر سخت مے درآید، نسبت بجناب عزّت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک ست کہ غبارے براں نمی نشینند، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزّت جل جلالہ پیچیزے غیر ذات و صفات بود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیزست نزد مردم و نسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ^۱ الخ	یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس خاک پاکی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے، بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام و نشان،
قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یا فعی و روضۃ الاحباب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ ^۲ پس بطریق	شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

عہ: قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

^۱ مدارج النبوة و صل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/ ۶۵

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی

وجہ سے رہ گئی اور اعلیٰ حضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

^۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور اُن سے خرقِ عادت اور تربیتِ الہیہ کے طورِ خوب وغیرہ جسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں، شواہدِ النبوة میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابو بکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہدِ النبوة میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابو بکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لئے بار بار استخارہ کیا ہے الخ (ملقطا ت)	اتم بود و ظہور خرق عوائد و تربیت الہی ایشاں را برویا و ماند آں ازشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم¹۔ در شواہد النبوة از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابو بکر شبیبہ بوحی است زیرا کہ وہ گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرو آمد و بر بام کعبہ² افتاد الخ۔ نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانب من کرد آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیرون خواہد آمدے باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوے الخ و نیز در شواہد از ابو بکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم³ الخ (ملقطا ت)

اُسی میں ہے:

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت	چونوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بردست اودا وقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد و اگر عقل سلیم را اعمال نمایم در امورے کے خلافت انبیاء را می شاید

¹ قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

² قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

³ قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۵

بہتر از حال وے متصور نگر دوزیر اکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم فاروق اعظم^۱ مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مدخل تحریف نمود چنانچہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہ نمود کہ خوب ترازان صورت نگیرد و قال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق^۲ الخ در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زبان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند^۳ اھہ بالتقاط۔

بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کر کے اور نہایت ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند کردئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور دوسرا معاملہ جہاد کا تھا فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہو گیا الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیہ تباہ کئے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھہ بالتقاط۔ (ت)

یوں ہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گناہی کہتا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاهر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی بابی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحفظ جلال الملئ و الدین سیوطی نے مناہل عہ الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

^۱ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۰

^۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۱

^۳ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

ارشاد کیا:

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)	لم اجده فی شیعی من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکرہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس مباہتعلق بالاحکام ^۱ ۔

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست^{۲۸} و ہشتم: (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) اقول اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر یور تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہوتا تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہو انہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصل پر رہے گا اور بہ نیت حسن و مستحسن ہو جائے گا۔

کہا ہو شان المباحات جمیعاً کما نص علیہ عہ فی	جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ
عہ: قال فی الاشباہ من القاعدة الاولى اما المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله ^۲ الخ وعنہا نقل فی اوائل نکاح رد المحتار وفيہ ایضاً من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انها مباحۃ لکن یقصد الشکر تصیر قربۃ فان النبیۃ تصیر العادات عبادات، والمباحات طاعات ^۳ اھ وکلام الانموذج مرفی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)	اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبارت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں ^۱ افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اجر اللہ تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۳۸

^۲ الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

^۳ رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

الاشباہ وردالمختار وانموذج العلوم وغیرہا من معتمدات الاسفار۔	وردالمختار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے۔ (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مل و بے اثر ہے یا نہی و ممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحطاوی و مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول رملی و اما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال¹ فرماتے ہیں:

ای حیث کان مخالفاً لقواعد الشريعة واما لو كان داخلاً في اصل عام فلا مانع منه لاجل جعله حديثاً بل لدخوله تحت الاصل العام ² ۔	یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہو سکتی نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔
اقول: فقد افاد رحمه الله تعالى بتعليله ان المراد جواز العمل بمافي موضوع لالكونه في موضوع وسنلقى عليك تحقيق المقام بتوفيق الملك العلام فانتظر۔	اقول: سید احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے (کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے) عنقریب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علماء کرام حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات و باطل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصر لبسها من علی قال ابن دحیۃ و	خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سر السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

¹ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۱/ ۲۳

² حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱/ ۷۵

وجہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن وحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام^۲ ذہبی امام^۳ شیخ الاسلام سیدنا ہکّاری امام^۴ ابو حیان امام^۵ علاء الدین علائی امام^۶ مغطائی امام^۷ عراقی امام^۸ ابن ملقن^۹ امام ابناسی امام^{۱۰} برہان حلبی امام^{۱۱} ابن ناصر الدین دمشقی یہ بالآخر میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کی جو اُسے ثابت کر گئے۔ (ت)

ابن الصلاح الہ باطل و کذا قال شیخنا، انہ لیس فی شیعۃ من طرقہا ما یتثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورة المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلك وکل ما یروی فی ذلك صریحا فباطل، ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم یتفرد شیخنا بهذا بل سبقہ الیہ جماعة حتی من لبسہا والبسہا کالد میاطی والذہبی والہکّاری وابی حیان والعلائی ومغلطائی والعراق وابن الملکن والابناسی والبرہان الحلبی وابن ناصر الدین هذا مع الباسی اياها لجماعة من اعيان المتصوفة امتثالاً للزامهم لی بذلك حتی تجاہ الکعبۃ المشرقة تبرکاً بذكر الصالحين واقتفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدين^۱ اہ بتلخیص۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین و حملہ شرع مبین بالآخرہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ: یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الغریۃ تالیف فرمایا اُس میں

^۱ المقاصد الحسنیۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۳۱

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک رائج ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ملخصاً صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔ (ت)	اثبتہ جماعة وهو الراجح عندی لوجوه وقد رجحه ايضاً الحافظ ضياء الدين المقدسي في المختارة وتبعه الحافظ ابن حجر في اطراف المختارة ¹

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں: امام ابن حجر نے فرمایا: مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ:

حدثنا جویریة بن اشرس قال اخبرنا عقبه بن ابی الصهباء الباهلی قال سمعت الحسن يقول سمعت علياً يقول قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مثل امتي مثل المطر الحديث ²	جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہباہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث۔ (ت)

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔
اقول: یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں واللہ الحمد۔
(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد ولم يصل على فقد جفاني هو باطل وكذب وكذا من شم الورد الاحمر الخ ^ع زقد كتبت في شان الصلوة على النبي صلى الله تعالى	یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی الخ (ز) میں نے

عہ: الفتنی یکتب ز علی مایزید من عند نفسه
فلعلها رمز للزيادة ۱۲ منه (م)
علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں
غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ الحادی للفتاویٰ رسالہ اتحاف الفرقة دار الفکر بیروت ۱۰۲/۲

² الحادی للفتاویٰ رسالہ اتحاف الفرقة دار الفکر بیروت ۱۰۳/۲

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقیؒ کی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ علي المتقي قدس سره هل له اصل فكتب الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره او غيره بمانصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع في ذلك فلا كراهة عندنا¹ اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں:

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کر اہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شبه الى مكان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من محبته للطيب واكثره منه فتذكر ذلك الخلق العظيم فصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه على كل امته ان يلحظه بعين نهاية الاجلال عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا الاكره في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحبه العلماء لمن رأى شيئاً من آثاره صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من استخصر ما ذكرته عند شبه الطيب يكون كالرأى لشيئ من آثاره الشريفة في المعنى فليسن له الاكثر من الصلاة والسلام عليه صلى الله تعالى عليه وسلم² ح اھ مختصراً۔

¹ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرة علی الاسن نوکشور لکھنؤ ۱۲/ ۵۱۲ و ۵۱۳

² خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرة علی الاسن نوکشور لکھنؤ ۱۲/ ۵۱۲ و ۵۱۳

دیکھو بآئکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح و شام ہے:

انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور پانے و موت اقارب و احباب کے لئے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی عارف کبیر سید محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہوا ملخصاً۔	یشبہما ما یتداولہ اولہ السادة الصوفیة من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرة یدکرون اللہ تعالیٰ یعشق بہا رقبة من قالہا واشتری بہا نفسه من النار ویحافظون علیہا لانفسہم ولم مات من اہالیہم واخوانہم وقد ذکرہا الامام الیافعی والعارف الکبیر المہی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظة علیہا وذكروا انه قد ورد فیہا خبر نبوی لکن قال بعض المشایخ لم ترد بہ السنة فیہا اعلم وقد وقفت علی صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن هذا الحدیث وهو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف فقد اشتري نفسه من اللہ وصورة جوابہ الحدیث المذكور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اه هکذا قال النجم الغیطی وعقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادة وامثالہا لا لقلول من اوصی بہا وتبرکاً بأفعالہم^۱ ملخصاً

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث ہیں دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا امتثال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو واللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق بروحانیت مرحومہ ہمیشہ اوام کلثوم نجوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار برابر روحانیت یکے بخشنند و ہفتاد ہزار دیگر برابر روحانیت دیگرے ازدوستان دعا و فاتحہ مسئول است ^۱	دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمیشہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے۔ (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ عہ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضراتِ اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔ (۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ ^۲	جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کالا کھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انہیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب بوجھ تو برے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اسکو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی^۳ اھ تلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

^۱ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۳ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۹/۲

^۲ الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

^۳ تحذیر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم ان تكون مكروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبابها العلماء الاعلام والمشايع الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء يليق في المقام¹۔	پھر یہ جان رکھ کر اذعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور وہ ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتقاء سے اس کا انتقال لازم آئے کیا لایخفی۔

تنبیہ: اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا گیا مگر عند تحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافاً غایت اسکی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج تجد ما یرشدک الی الحق بسراج وھاج فی لیل داج۔	امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تُو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تریہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بالینمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیعانی الحدیث مولانا عابد سند مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصر الشارو میں اُسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

¹ الاسرار المعرفۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۳۵۳

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متمم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں۔ اھ۔ (ت)	هذا بما تفرد به عبد الله بن ميمون القداح وصرح غير واحد بانه متهم بالكذب والوضع قال السخاوي لا يباح ذكره الا مع ذكر وضعه لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه ورمبالتهم فيه ورميه بالوضع لا يزالون يذكرونه يتدبركون بالتسلسل ¹ اھ

اقول: یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی:

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)	بسندہ الى الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الى ابی الحسن الصقلی بطریقة الى القداح عن الامام جعفر الصادق عن آباءه الكرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی:

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)	بسندہ الى ابی الحسن الى القداح الى امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتهی نہیں متن طریق دوم میں مبالغت عظیمہ ہیں اس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ:

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)	من اضاف مؤمناً فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلاثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ² ۔

¹ ثبت حصر الشارح

² کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخوای وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الاسناد¹ (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرق و متروک مستلزم وضع نہیں،

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن الامیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انہوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے، اس متن میں ضیافۃ میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اہ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے۔ فاقول: یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ کہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحدیث "اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا	کما بیننا فی الافادة التاسعة اماماً اعلمه الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكي المصري المدرس بالجامع الازهر بعد ايراده في ثبته بالمتن الثاني المذكور فيه الاضافة الى تمام العشرة بذلك الملائكة في الضيافة وهم لا ياكلون ولا يشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير² اه كما انبأنا به في جملة مروياتنا شيخنا العلامة زين الحرم السيد احمد بن زين بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمياطي عن مؤلفه الشيخ الامير المالكي. فاقول: ليس بأعجب مما انبأنا السيد حسين بن صالح جمل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السندی المدنی بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابی هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقوم يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني الحديث "وفيه يا ابن آدم استطعنتك فلم تطعني قال يا رب كيف

¹ كثر العمل بحواله ابن الجزرى حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت ۲۶۹/۹

² ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقيتك فلم تسقني الحديث المعروف¹۔

ثم اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بمافی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کیا یظہر مبادی منافی الافادة الحادية والعشرين (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) پانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس سے تہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و تہیب دونوں میں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافهم انکنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً مخدور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر انتہال واعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ع

ماعلی مثلهم یعدّ الخطاء

افادہ بست^{۲۹} و نمم: (اعمال مشائخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغہ اعمال میں تصرف و استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتب ائمہ و علما و مشائخ و اسانذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا

¹ صحیح مسلم باب فضل عیادۃ الریض مطبوعہ مطبع الصحیح المطالع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۳۱۸

باتوں سے مالا مال ہیں انہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے عہ ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسحنا سے قرابا دین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را با آن نور و ختن "دیانور" را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیت را قوت میدہد و احادیث نفس می نشانہ ^۱ اہ ملخصاً۔	اعمال تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطبا قرابا دین سے نسخوں کا استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور واجالے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیت کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اہ ملخصاً (ت)

اس عہ^۲ میں ہے:

چند نوع کرامت از بیچ ولی الاما شاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراق بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر درد عاوری و اعمال تصریفیہ او تا عالم بقیض نفس او متوقع شود اہ ملقطاً ^۲	چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ، کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا و تعویذ، دَم اور اعمال تصریفیہ میں برکت ہے یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اہ ملقطاً (ت)

عزیزو! خدایا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، درودِ سر کے لئے تختہ پر ریتا بچھنا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انہیں آگ، ٹوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیقہ کے لئے

عہ ۱: ہامہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: ہامہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

^۱ ہوامع شاہ ولی اللہ

^۲ ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، اسقاطِ حمل کو کسی کارنگ گندا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا، دروزہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کیلئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کندل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا اُس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطاع النجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا پس پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا ضعیف ہے، ارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر اگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علماء و صلحاء کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیدالمحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت را مے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسماعیل دہلوی تک نے امرِ اعظم دینِ تقریب رب العلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہائی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتہ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ منِ احدث فی امرنا مالم یس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

من کنم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواسته
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاة الاسرار^{۱۳۰۵ھ} میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جانے کا قلع کافی و قلع وانی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقع مبانى الفساد و کتاب
لا جواب اذاقة الاثام لمناعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ^۱ حضرت تاج المحققین الکرام
سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماجی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین سیدی دوالدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا
مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجزل قریہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ
اقامة القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ و غرہا ساکلی و مسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور
والصلوة والسلام علی المنیر النور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور امین۔

افادہ سیم^۲: (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) اقول ہمیں تو اس
عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر
و مکین ہو اللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصى (اللہ ہی کیلئے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر
حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اُس کا
منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کرنے والا، بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی
خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں۔

گر مراند زود و در برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دُور کرنے تو دُور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا) طائفہ جدید کے استاد
رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال
سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدیث کے تماشے ایک ایک ادھر ادھر ہزار ہزار مکابرے، اپنی
جانیں واریں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکر ان ملت ما لم تسبعوا انتم
ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

آباواجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ (ت)

پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل ہے حاصل کہ ارشاداتِ عہدِ علماء کی یہ مراد کہ صرف 'وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث^۲ عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرطِ عہد^۲ مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل^۳ باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہر گز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے، حدیث^۴ ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے علما نے جتنے^۵ اعمال کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہو گئی ہے دلیل^۶ یہ کہ احادیثِ ادعویہ وضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

عہد ۱: اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی (ص ۹۶) مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شبِ برات، عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثوابِ عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں اعلام ان کے آنے کا ہے یہ باب (ص ۹۹) علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات (ص ۹۷) میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی پاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیثِ صوم و رجب و صلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے ص ۹۷ ملے ۱۲ منہ (م)

عہد ۲: انوار ساطعہ میں تھا فقہاء اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین، گردن کا مسح، رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سر تا پا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجادِ ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضلعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدرالمختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی ردالمحتار فارتقی الی مرتبة الحسن ط اقول لکن هذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین اولاً رسالہ او تدلیس او جهالة الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا انتھی^۱۔ ملتقطاً

در مختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق میں راوی کے سوء ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

^۱ براہین قاطعہ مطبع نے بلا ساڈھو ص ۹۸

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیر^۸ ہوں خواہ مواعظ^۹ معجزات خواہ فضائل صحابہ^{۱۰} و اہلبیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالة نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کی روایں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عہ عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات بے سر و پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معذرا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگادی خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہنے فہماور نہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح "کیف و قد قیل" و حدیث صحیح ارتقائے شبہات و احادیث مذکورہ افادہ ۱۸ و غیرہا سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً و لائے کسی

عہ: شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات ص ۹۷ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ ص ۹۶ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا^۱ اھ بالاتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ براہین قاطعہ مطبع نے بلاساڈھور ص ۸۹

طرح دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے:

"مؤلف اپنی خوبی فہم سے معنی قرونِ ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالتاً پس جب کسی نوعِ ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیہ ہو گیا وہ مجموعہ جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو اور وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو کوہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاع نے اُس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور ذکر کرتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو^۱ الخ ملخصاً۔"

اقول: ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہایت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکنِ پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طاغفہ کی برسوں کی مالاجسے چپتی بتی جس کا لقب بجد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں سارے بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً و دلالتاً جزئیہ کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مضر نہیں۔

طاغفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلاثہ کی وہ ہٹ نئے طاغفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

^۱ براہین قاطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلا سا واقع ڈھور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفادہ وہ ہر قرن میں بوجہ شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفتود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نہ ہونے کا گلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جہنم کے ایسے ہی تھے چلو

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے

پسینہ پونچھیں اپنی جبین سے

طرفہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شق کی کون سی صورت، تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ عہ تین حکم شرع کو کافور ہو گئے، اسانڈہ جہانڈہ نے سُجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سُو گئیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ رہے تلقین خجے اسانڈہ

گر ہمیں مکتب و حمیں نانا

کار طغلاں تمام خواہ شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ پُرانوں کی سُنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و زنا و با و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاداً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آکر باجماع طائفہ بدعت حائضہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فوائقہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لتیاؤ میں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اہل الحق القتال والحمد للہ المہمین	اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام تعریف
المتعال والصلاة والسلام علی ذی الافضال	اس باری تعالیٰ کے لئے جو محافظ و بلند ہے

عہ: ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہر گز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔	اور صلوة وسلام اس ذات پر جو صاحب فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔ (ت)

حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وہ تصریح کتب فقہیہ مستحب و مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدما و ترغیب و اراد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہر گز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمید و احسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُس کے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بد مذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی علماء منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کمابینہ المولیٰ المحقق

فی فتح القدر وغیرہ فی غیرہ عجب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الانعام وافضل الصلاة واکمل السلام علی سید الختام قبر التمام والہ وصحبہ الغر الکرام آمین۔	تمام تعریف اللہ کے لئے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلاة اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب پر، جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فولد منشورہ: میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاذ نزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں و بریلی و رامپور و قین عن الشروع و بقین بالسرور (جو شر سے دور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے مُسریں کرائیں تصدیقین لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی نزلی بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر و رئی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) و اہتمام تمام نام مولانا المکرّم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عبد الدین

عہ: یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشتیاق حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: کلد و حواشیہ و آخرین کلہم فی المبیّۃ ۱۲ منہ (م)

¹ فتح القدر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/۷۲

وعمر بہ عمران الدین المتین (اللہ تعالیٰ انہیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھامولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القوافدہ و لنواز ہوا اور ادھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أََمْثَالِهَا**^۱ (تمام تعریف اللہ کے لئے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کر لیا ادھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاویٰ سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائدِ حاضرہ کی تجرید رہ گئی، بعض نے نظریا خاطر میں وقعتِ غابر میں تجلی کی ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبداء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقعِ ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابو اب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل فتنی یا مسائل منشورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضاء بہم یہ فوائد منشورہ بعونہ تعالیٰ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفصیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔
اقول: جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانون سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضعافِ حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الاجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے اور نہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیصِ شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضييع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفصیلی محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کمابیناہ فی کتابنا المبارک مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین^{۱۳۹۷} (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ثبتنا علیہ عرش التحقيق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل اعادہ ہرگز نہ سُنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجرّہ قالوا فما ولت ذلک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الذین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلّمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فهو معارض بالاحادیث الكثيرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضها الاحاد، ولئن سلّمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیته وهو قطعی فلا يعارضه ظنی ^۱ ۔	اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت و جماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

الجملة مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ موافقت و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسوم،

حيث قال ليست هذه المسألة يتعلق بها	ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

^۱ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل ایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/ ۱۰۶

عمل فیلتفی فیہا بالظن الذی ہو کاف فی الاحکام
العلمیۃ بل ہی مسأله علمیۃ یطلب فیہا الیقین

1-

میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ
معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا
ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہم عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں توارخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح
ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متم
بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و توارخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کر لیتے
ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف و سقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر
انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے
ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب و باطلیل بھرے ہیں کمالاً یحقی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد
مذہبی نہیں تو جنوں ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اُس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض
و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن و اہیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام
علیہ و علی آلہ و علیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شانِ رفیع میں رخنہ ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا
مگر گمراہ بد دین مخالف و مضاد حق تمیز آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات توارخ
وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و غیر ہم اہلبیت
و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و ملل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو
سرے سے کذب و وادھ و بہت الحاقات ملعونہ و روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم و ارشاداتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و سلم و اجماعِ اُمت و اساطینِ ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن
کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن
جن کے مدارج تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ و کلام رسول اللہ مالا مال ہیں جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم، امام حجۃ الاسلام
مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدسہ سرہ العالی احياء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لا تجوز نسبة مسلم الى كيدية من غير تحقيق

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان ذلك يثبت متواترا¹۔

حاشا للہ اگر مورخین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملوک مقررین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادت و مولانا آدم صلی اللہ و داؤد خلیفہ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و سلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رد بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شرح و غیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت و ناصحان اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر و تواریخ کی حکایت پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا و شرح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ محقق و غیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کی تعظیم و احترام در حقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہیے اور ان کے لئے دعا و طلب مغفرت کرنی چاہئے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنے والا دلائل قطعہ کا منکر ہے تو کافر و نہ مبتدع و فاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

از جملہ توقیر و برآ خضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم توقیر اصحاب و برایشان است و حسن ثنا و رعایت ادب بایشان و دعا و استغفار مرایشان را و حق است مرکسے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بروے و راضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شوروے و سب و طعن ایشان اگر مخالف اولہ قطعیہ است، کفر والا بدعت و فسق، و ہمچنین امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گزشتہ است و اعراض و اضراب از اخبار مورخین و جملہ رواۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر

¹ احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفة الثامیۃ: اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشرق الحسینی القاہرہ ۱۲۵/۳

اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کر دئے اور ان کے ڈمگما جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کر لیا ہے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اہ مختصراً (ت)	قوادح و زلالت ایساں کنند کہ اکثر آں کذب و افتراست و طلب کردن در آنچه نقل کرده شدہ است از ایساں از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب خارج و عدم ذکر ہیچ یکے از ایساں بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و عمدہ صفات ایساں از جهت آنکہ صحبت ایساں با خضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقینی ست و ماورائے آں ظنی است و کافیت دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایساں را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت دریں باب این است در عقائد نوشتہ اند لاند کہ احداً منضم الابخیر فی آیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است^۱ اہ مختصراً

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: مَا نَقْلُهُ الْمَوْرُخُونَ قِلَّةَ حَيَاءٍ وَادَبٍ^۲ (مورخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں) امام اجل ثقفہ ثابت حافظ متقن قد وہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں عبد اللہ قویری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کن با کثیرا^۳ (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان عہ (اس کا ذکر میزان میں

عہ: فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث قال
فا: مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں "و آیات کا لفظ نہیں ہے
اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۳۱

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۲۰۴

^۳ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۶۹

ہے۔ ت) تفصیل اس بحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن الفضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تحلف جمیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور اہل اسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز ناقابل سماعت نہیں۔ (ت)	جملہ لعن اللہ من تخلف عنها ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة وبعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و در سیر خود ایں جملہ را اور وہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحة وحدیث بے سند نزد ایشان شتر بے مہار است کہ اصلا عہ گوش ہاں نمی نہند ^۱ ۔

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دیے ہیں، فلاس نے کہا میں نے کبھی قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

اقول: یعنی یہ مثال مقام تا باب میں ہے اس کے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الاماقد حشانی فی السیرۃ من الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة. قال الفلاس سبعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذهب. قال الی وہب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ (م)

عہ: اقول: یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

^۱ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

^۲ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۹۷ محمد بن اسحاق دار المعرفۃ بیروت ۱۳/۳۶۹

فائدہ ۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ وہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد متمم ہو تو موضوع، اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشادات حدیث و حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول: یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن طحاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عباس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی۔

ثم اقول: اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسم بتکذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی و غیر ہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نرمی گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہجو مقام بہ بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یجوز علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

عہ: بناء علی ان ما وضع علی غیۃ صلی اللہ

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں ۲۷ افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری

فائدہ میں کردی ہے ۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمر و تقریب میں ہے: الموضوع هو المختلق المصنوع¹ (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت) الفیہ میں ہے نہ

شر الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المختلق المصنوع²

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسی المختلق ³ ۔	موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)
ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزہۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التتبع میں فرماتے ہیں:	
حدیث المطعون بالکذب یسی موضوعاً و	ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)	کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع ظنی" فلاں "کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۲ منہ (ت)
تعالیٰ علیہ وسلم فیقال له الموضوع علی فلان ومطلقہ لایراد به الا الکذب وعلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہ یبتنی مافی الارشاد وان طلقت فانت فی سعتہ منہ کہا ہو ظاہر کلام آخرین ۱۲ منہ (م)	

¹ تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴

² الفیہ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۲۹۳

³ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نزہۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱/ ۱۳

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمدہ جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاح محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع و افتراء کا حکم ظن غالب کی بنا پر ہوگا (ملخصاً) (ت)

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً، فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين هذا لا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم، بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب¹ املخصاً

اقول: مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دینا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع و افتراء ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو شاید زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خوائی نخواستی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام ائمہ الشان محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحییٰ بن قتان نے کذاب کہا،

اخبرني عن ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و	ابن عدی نے ابو بشر دولابی سے اور
عہ: حال التفصی عن هذا فی المیزان بقوله قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعلة سمع منها في المسجد اوسع منها وهو صبي او دخل عليها فحدثته من وراء حجاب، فأى شيعي في هذا وقد كانت امرأة قد كبرت واسنت ² اھ۔	اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہو جاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وہ مجھے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ نہ تھی) اھ (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ لمعات التتبع شرح المشکوۃ فصل فی العداۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/ ۲۷

² میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۷۰

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی

محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افسبث هذا يعتمد على تكذيب رجل من
اهل العلم هذا مردود، ثم قد روى عنها محمد بن
سوقه¹ الخ

اقول: لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدين ربما
يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم، ولقد نرى
قوماً من الائمة يكذبون رجلاً ولا يذكرون من
السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن
فتبدلنا احتمالات شيعي لعل الامر كذا عسى ان كذا
وهي جميعاً مندفعه عندهم نص على ذلك الامام
النووي في مواضع من شرحه صحيح مسلم فقال هنا
قاعدة ننبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء
الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال انما
ابتليج هشام (هو ابن زياد الاموي) يعني انما
ضعفه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثني
يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سبعه من محمده
وهذا القدر وحده لا يقتضي ضعفاً لانه ليس فيه
تصريح بكذب لاحتمال انه سبعه من محمد

پھر کہا: کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو جھوٹا قرار
دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن
سوقہ نے بھی روایت لی ہے الخ

اقول: (میں کہتا ہوں) قائل کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ
ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے
ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے
کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے
نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے
متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے
ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی
جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ
کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے
کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ هشام (ابن زیاد اموی) مبتلا
ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا
جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دطوی
کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف
کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے
اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۷۷ء محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۷۱

ثنی ابو داؤد سلیم بن داؤد قال قال یحیی القطان

وہ کہتے ہیں مجھے ابو داؤد سلیم بن داؤد نے بیان کیا کہ یحیی القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیه فحدث عن یحیی عنه ثم ذکر سباعه من محمد فرواه عنه ولكن انضم الی هذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فيه المبرزین من اهلہ العارفین بدقائق احوال رواته

انه لم یسمعه من محمد فحکوا بذلك لمقامت لدلائل الظاهرة عندهم بذلك وسباق بعد هذا اشياء كثيرة من اقوال الائمة في الجرح بنحو هذا وكلها يقال فيها ما قلنا هنا والله تعالى اعلم¹ اهـ وقال بعد ذلك معنى هذا الكلام ان الحسن بن عبارة كذب فروى هذا الحديث عن الحكم عن یحیی عن علی وانما هو عن الحسن البصري من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وان كان یحتمل كونه جاء عن الحسن وعن علی لكن الحفاظ یعرفون كذب الكاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلك بدلائل قطعية یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی كل هذا² اهـ

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحیی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہو گئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہہ دی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 اھ۔ اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحییٰ از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کی مثل یہ ہے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہو گا اھ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴/۱۳

² شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷/۱۴

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہو گیا۔ (ت)

رہاتیراقول: افسیثلہ ہذا یعمد الخ قول: یہ ان عظیم ائمہ
 پر اسی بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تاکہ یہ واضح
 ہو جائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیا، جس کا
 معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی
 اللہ صوفی کو رد کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان
 کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں اس
 کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی رائج یہی ہے کہ ابن اسحاق ثقہ
 ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

اماقولك افبمثل هذا يعتبد الخ اقول: افترا على هؤلاء الائمة الجلة الاعظم يشهدون جزافا من دون ثبت ثم هذا كله انما ذكرناه ليعرف ان الذهبي كيف يحتال للذب عن قدرى امره قدظهر واذا وقع بسنى اشعرى اوولى الله صوفى صار لايبقى ولايذكر كما بينه تلميذه الامام تاج الدين السبكي رحمه الله تعالى فى الطبقات والافا الراجح عند علمائنا ايضا هو توثيق ابن اسحق كما سنذكره ان شاء الله تعالى والله تعالى اعلم ١٢ منه (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمه ۱۹۷۱ محمد بن اسحاق مطبوعه دارالمعرفه بیهروت ۱۳/ ۴۷۱، الکامل فی ضعف الرجال ترجمه محمد اسحاق دارالفکر بیروت ۱/ ۲۱۱

امام بخاری عہدہ جزء القرۃ خلف الامام میں توثیق عہدہ ابن اسحق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

رأيت علي بن عبد الله يحتج بحديث ابن اسحاق وقال علي عن ابن عيينة ما رأيت احدا يثبتهم محمد بن اسحاق (الى ان قال) ولو صح عن مالك	میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

عہدہ ۱: نقله زيلعي في نصب الراية قبيل كتاب الخنثي ۱۲ منہ (م) جیسے کہ زیلعی نے نصب الراية میں کتاب الخنثي سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

عہدہ ۲: ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ يستحب تعجيل المغرب فرماتے ہیں:

توثيق ابن اسحاق هو الحق الابلج ومانقل عن كلام المالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله هل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو امير المؤمنين في الحديث وروى عنه مثل الثوري وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وبن علي وعباد الوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معين وعامة اهل حديث غفر الله تعالى لهم وقد اطلال البخاري في توثيقه في كتاب القرأة خلف الامام له وذكره ابن حبان في الثقات وان مالكا رجح عن الكلام في ابن اسحاق واصطلح معه وبعث اليه هدية ذكرها¹ ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبدالوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القرۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ حاشیہ فتح القدر فصل فی استجاب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۰۰/۱

محمد بن اسحاق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)

تناوله عن ابن اسحاق فلم بماتكلم الانسان فيرمي صاحبه بشيئ واحد ولا يتهمه في الامور كلها الخ

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ مستم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ میں فرماتے ہیں:

زرکشی نے اپنی مکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع و قولنا لا یصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منه اثبات العدم وهذا یجیی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ قلت وکان نکتہ تعبیرہ بذلک حیث عبرہ انہ لم یلح له فی الحدیث قرینۃ تدل علی انہ موضوع، غایۃ الامر انہ احتمال عنده ان یکون موضوعاً لانه من طریق متروک او کذاب وهذا انما یتم عند تفرد الکذاب او المتهم علی ان الحافظ ابن حجر خص هذا فی النخبۃ باسم المتروک ولم ینظمہ فی مسلك الموضوع²۔

زرکشی نے اپنی مکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے لایصح کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لئے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا مستم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھئے تفرّد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے

¹ نصب الراية لاحادیث الهدایة آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الخارج ریاض الشیخ ۴/ ۴۱۶

² تنزیہ الشریعہ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۰

لایسح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرّد کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول: زرکشی کے الفاظ "خص هذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذاب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لئے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لئے جو واحد و بلند ہے (ت)	اقول: والاشارة في قوله خص هذا انما تلمح الى الاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذاب الراوي فليتنبه هذا كله ماظهر لي والحمد لله الواحد العلي-

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا:

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)	هذا ما يظهر لنا والمحل محل تأمل فليتأمل لعل الله يحدث بعد ذلك امرا-

الحمد لله اب بوجہ کثیر اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام^۱ امام سخاوی کی تصریح کلام^۲ علامہ قاری و علامہ^۳ مناوی ہیں اُس کے نظائر^۴ صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف^۵ امام ابن الصلاح و امام^۶ نووی و امام^۷ عراقی و امام^۸ قسطلانی کا اقتضائے کجج حدیث^۹ سے تائید دلیل عقل^{۱۰} سے تشبیہ کلام امام^{۱۱} بخاری و علامہ ابن عراق^{۱۲} سے تاکید الحمد لله سرا و جہرا فقد حقق رجائی و احدث امرا تمام خوبیاں ظاہر و باطناً اللہ کے لئے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اُس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافہم فلعله حسن وجیہ و لم ارہ لغیرہ فلیحفظ اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ (ت)

فائدہ ۵: (مجهول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا) جرح (بان له راویاً) واحدا (لفظ) دون غیرہ (وہو مجهول العین باصطلاح) کسبعان لیس له راو غیر الشعبی فان المناط العدالة والحفظ لاتعدد الرواة وقیل لایقبل عند المحدثین وهو تحکم^۱ اہ مختصرا۔	اس میں جرح (نہیں کہ) (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً سمعان، ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت راوی وحفظ ہے، راویوں کا متعدد و ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً (ت)

پس در بارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں حجت، ہاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔
 تنبیہ: (غالباً) مطلق مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العین ہے، امام سبکی شفاء القمام^۲ میں فرماتے ہیں:

جہالة العین وهو غالب اصطلاح اهل هذا الشان في هذا الاطلاق^۲۔	محدثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵: (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشنی دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کی دس^۱ نظائر کے پتے دئے سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر^۳ خطیب بغدادی و امام^۴ سہیلی و امام^۵ محب الدین طبری و علامہ^۶ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ^۷ ابن سید الناس و حافظ^۸ ابن ناصر و خاتم^۹ الحفاظ و علامہ^{۱۰} زر قانی وغیرہم نے حدیث احیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف در بارہ فضائل

عہ: فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۳۹/۲

^۲ شفاء القمام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ نے ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السيوطي في سبيل النجاة مال الى ان الله تعالى احياهما حتى اُمنّا به طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف، لا موضوع كالخطيب وابن عساكر وابن شاهين والسهيلي والمحجب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومشى عليه الصلاح الصفدي، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الائمة هذا الحديث ناسخاً للاحاديث الواردة بما يخالفه ونصوا على انه متاخر عنها فلا تعارض بينه وبينها اه وقال في الدرج المنيفة جعلوه ناسخاً ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والبناقب وهذه منقبة هذا كلام هذا: الجهبذ وهو في غاية التحرير¹ اه ملخصاً۔	امام سيوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساكر، ابن شاہین، سہیلی، محجب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لئے ناخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اہ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اہ ملخص (ت)

تنبیہ ضروری: (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول: جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لئے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی ہو کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض متدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وملتعلق بابوہیہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱۱۷۷

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناخ جاناد علوی غناموید و مشید ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از بحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کتر جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاة الموات فی بیان سماع الاموات^{۱۳۰۵} میں سے اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶: (فائدہ ۶ کا متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں بروپر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں برووں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعت بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں برو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعت کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اہ باختصار۔ (ت)	حيث قال ع يذبحي ان يجعلها حيال احد حاجبيه لما روى ابوداؤد من حديث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابيها رضى الله تعالى عنه قال ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلى الى عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله على حاجبه الايمن او الايسر ولا يصعد له صمدا، وقد اعل بالوليد بن كامل وبجهالة ضباعة، لكن هذا الحكم مما يجوز العمل فيه بمثل هذا، لانه من الفضائل^۱ ا باختصار۔

عہ: او آخر کراہۃ الصلاة قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

^۱ غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام^۱ حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام^۲ محقق علی الاطلاق و امام^۳ ابن امیر الحاج و علامہ^۴ ابراہیم حلبی و علامہ^۵ حسن شرنبلالی و علامہ^۶ سید احمد طحطاوی و علامہ^۷ سید ابن عبادین شامی و غیر ہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریش عن جدہ حریش رجل من بنی عذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارہ سترہ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصاً فلیخط خطاً ^۱ ۔	اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیئاً نشد بہ هذا الحدیث ولم یجئ الامن هذا الوجه ^۲ ۔	ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی و غیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف عہ فرمائی باہتمہ ائمہ و علمائے مذکورین عہ: قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار و قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما لہ اہ و عقبہ فی الحلیۃ بما یأتی عنہا من قوله و یظهر ان الاشبه الخ و قال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه و اضطرابه قال ابن حجر صححه احمد و ابن المدینی و ابن المنذر و ابن حبان و غیرہم و جزم بضعفه النووی اہ ملخصاً قلت و هو ان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی و غیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف عہ فرمائی باہتمہ ائمہ و علمائے مذکورین عہ: قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار و قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما لہ اہ و عقبہ فی الحلیۃ بما یأتی عنہا من قوله و یظهر ان الاشبه الخ و قال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه و اضطرابه قال ابن حجر صححه احمد و ابن المدینی و ابن المنذر و ابن حبان و غیرہم و جزم بضعفه النووی اہ ملخصاً قلت و هو ان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱ سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰

۲ سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے،
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول:

قال البيهقي لا بأس بالعمل به وإن اضطرب أسناده في مثل هذا الحكم إن شاء الله تعالى ¹ ۔	امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

يظهر أن الاشبه قول البيهقي ولا بأس بالعمل بهذا الحديث في هذا الحكم إن شاء الله تعالى. وجزم به شيخنا رحمه الله تعالى فقال والسنة أولى بالاتباع ² ۔	اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اشبہ و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائق اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

من جوزه استدلال بحديث أبي داود وتقدم مافيه لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في الفضائل كما مر أنفاً ولذا قال ابن الهمام والسنة أولى بالاتباع ³ اهملخصاً۔	جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزر اور اسی لئے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اھملخصاً۔ (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

ان سلم انه يعنى الخط غير مفيد فلا ضرر فيه مع مافيه من العمل بالحديث الذي يجوز العمل به في مثله ⁴ ۔	اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۴۶

² حلیہ المحلی شرح منیۃ الصلی

³ غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

⁴ غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۹

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث اس سے استدلال کیا: اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا پر امام ابن حمام نے فرمایا: سنت زیادہ لائق اتباع ہے الخ۔ (ت)	يسن الخط كما هو الرواية الثانية عن محمد لحدیث ابی داؤد فان یکن معه عصاً فلیخط خطاً وهو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة اولی بالاتباع¹ الخ۔

تبیین: (فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو برو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال، یہاں سے خیالاتِ باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے واللہ الحمد۔

فائدہ ۷: (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول: لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیث بزار، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تاہل ہے اھ۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات	اقول: لكن قال الامام ابن امير الحاج في الحلية بعد ما ذكر حديث ابن ماجة عن الفاكه وعن ابن عباس والبزار عن ابي رافع رضي الله تعالى عنهم في اغتسال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم العيدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء مانصه، واستثنان غسل العيدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردة فيه يبلغ درجة الحسن، والاندب وفي ذلك تأمل² اھ فقد اشار رحمه الله تعالى الى

¹ ردالمحتار باب ما یفقد الصلوة وما یکره فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۴۷۱

² حلیہ الحلی شرح منیہ المصلی

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لئے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی اور تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علماء سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی، پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شیء نہیں یعنی سنت نہیں اہ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)	ان الضعیف لا یفید الاستئنان و لك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب كعكسه كما صرحوا بهما فیتجه كلام الشامي والقاری وبه يحصل التوفيق بين الروایتين عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستئنان وقد كان متأيذا بما فی الحلیة هل ينوب الخط بين يديه منابها فعن ابی حنیفة وهو احدی الروایتين عن محمد انه ليس بشیء ای ليس بشیء مسنون اه لولا انه زاد بعده بل فعله وتركه سواء¹ انتهی ففیہ بعد بعد فافهم۔

فائدہ ۸: (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنی حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد و نسائی:

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عز و جل قیامت میں ان کے	امرأة اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعها ابنة لها وفي ید ابنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال أتعطین زکاة هذا قالت ایسرك ان یسورك اللہ بهما یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتھما فآلقتھما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ حلیہ الحلی شرح منیہ المصلی

فَقَالَتَ هَذَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۱۔	بدلے آگ کے کنگن پہنچائے، اُن بی بی نے کڑے اتار کر ڈال دئے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جیسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملتن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح^۲ (اس کی سند صحیح ہے) امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیہ^۳ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبهة فی صحته^۴ (اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے فرمایا: لایصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۵ (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہ ہوا) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما والا فطریق ابی داؤد لامقال فیہ^۶ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف هذا الحديث لان عنده فيه ضعيفين ابن لهيعة والمثنى بن الصباح ^۷ ۔ ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة القاری فی المرقاة۔	انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔ اسے امام محقق نے فتح القدير اور مآلی قاری نے مرآۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سنیے حدیث ردّ شمس کہ حضور پُر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۱ سُنن ابی داؤد باب الكنز ما ہو وزکوۃ الخلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۸

۲ فتح القدير بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

۳ فتح القدير بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

۴ فتح القدير بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۵

۵ جامع الترمذی باب ما جاء فی زکوۃ الخلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

۶ فتح القدير بحوالہ المنذر فصل فی الذہب مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

۷ فتح القدير بحوالہ ابن القطان فصل فی الذہب مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

وجہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغطای و امام قطب خیزی و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہو مفصل فی الشفاء و شروحه و المواہب و شرحہا (جیسے شفاء اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زر قانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت) علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)	امام قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق بعض الكذابين والافطره السابقة يتعذر معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن الوضع ¹ ۔

عام تر نیسے امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملتی والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام عہ فی زیادۃ خیر الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوة والسلام میں فرماتے ہیں:

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے۔	ومما يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين بالانكار والاستغراب قد يكون بحسب تلك الطريق فلا يلزم من ذلك رد متن الحديث بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع فانه حكم على المتن من حيث الجملة ² ۔

لطیفہ جلیلہ منیفہ: (لطیفہ جلیلہ منیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہ: فی الباب الاول تحت الحديث الخامس من حج البيت فم يزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م) اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردّ شمس لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۳۲/۵

² شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا یعنی یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی:

یا رسول اللہ من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ^۱ ۔	یا رسول اللہ ! میری توبہ کی تمہاری یہ ہے کہ میں اپنا سارا مالی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتاء بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسٹی بنام تاریخی الامن والعلی لنا عتی المصطفیٰ عہ بدافع البلا^{۱۲۱} ملقب بقلب تاریخی الحال نظامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں اللہ و رسول عہ نے دولتمند کر دیا، اللہ و رسول عہ نگہبان ہیں، اللہ و رسول عہ بے دلیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول عہ مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول عہ زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول عہ کی طرف توبہ، اللہ و رسول عہ کی دوہائی، اللہ و رسول عہ دینے والے ہیں، اللہ و رسول عہ سے دینے کی توقع، اللہ و رسول عہ نے نعمت دی، اللہ و رسول عہ نے عزت بخشی۔ حضور عہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور عہ کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور عہ کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور عہ ساری زمین کے مالک ہیں، حضور عہ سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور عہ تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور عہ کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور عہ کے ہاتھ میں ہیں، نفع کی کنجیاں حضور عہ کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور عہ کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور عہ کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور عہ کے ہاتھ میں، قیامت میں کل اختیار حضور عہ کے ہاتھ میں ہیں، حضور عہ مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور عہ سختیوں کے ٹالنے والے، ابو بکر صدیق و عمر فاروق حضور عہ کے بندے، حضور عہ کے خادم نے بیٹا دیا، حضور عہ کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور عہ کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

عہ ۱: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ ۲ تا عہ ۱۲ جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ ۱۳ تا عہ ۳۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

^۱ صحیح البخاری باب قولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۶۷۵

حضور عہ^۱ کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں، حضور عہ^۲ کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلاؤں اور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں، اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب کچھ مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربِّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ، نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پولو کی قید نہ اماوس پہ چھوڑ، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے۔

اشراک بمذہب ہے کہ تاحق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار^۲ ججز سے بھی کم ہے ایک سو تیس^{۳۰} سے زیادہ فائدوں اور تیس^{۳۰} آیتوں اور ستر^{۴۰} سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس	ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ

عہ ۱ و عہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

نِعَمَتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي ۖ إِنَّنِي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝^۱ والحمد لله رب العلمين ۝	بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تو نے مجھ اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ ۹: (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج^۱ امام مالک^۲ امام احمد^۳ اور افادہ دوم میں یحییٰ بن سعید قطان^۴ و عبد الرحمن بن مہدی^۵ کوگنا، اور انہیں سے ہیں امام شعبی^۶ و یحییٰ بن خالد^۷ و حمیز بن عثمان^۸ و سلیمان بن حرب^۹ و مظفر بن مدرک خراسانی^{۱۰} امام بخاری^{۱۱}۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثني ابو جعفر الدارمي ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذكر الحديث قال) و سألته عن رجل آخر نسيت اسمه فقال هل رأيته في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيته في كتبي^۲۔	ابو جعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انہیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

هذا تصريح من مالك رحمه الله تعالى بان من ادخله في كتابه فهو ثقة فمن وجدناه في كتابه حكمنا بأنه ثقة عند مالك وقد لا يكون ثقة عند غيره^۳۔	یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

^۱ القرآن ۱۵/۳۶

^۲ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹

^۳ شرح صحیح مسلم النووی باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹

میزان میں ہے:

ابراہیم بن العلاء ابوہارون الغنوی وثقہ جماعة و وہاہ شعبۂ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ ^۱ ۔	ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابيہ وعنه شعبۂ لا یعرف لکن شیوخ شعبۂ جیاد ^۲ اقول: لکن قال یزید بن ہارون قال شعبۂ داری وحماری فی المساکین صدقة ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الركوع کما فی البیزان ^۳ و لك التفصی عنه بأن السماع شیعی والتحدیث شیعی، والكلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجهین وسنذكر آخر هذه الفائدة	عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں اھ (ت) اقول: لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لئے اس سے خلاصی کی صورت

^۱ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۳۹

^۲ میزان الاعتدال ۴۷۳ عبد الاکرم مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۲/ ۵۳۲

^۳ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵ ابان ابن ابی عیاش مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۱

یہ ہے کہ سماع اور شیعہ ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لئے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے جب وہ حدیث بیان کرے تو تو اس پر ثابت قدم رہے ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیل نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اھ قلت یہ نقصان وہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور مستم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

ان الامام ربما حمل عن شاء، فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين من قول ابن عدی ان شعبه حدث عن الكلبي ورضيه بالتفسير¹ كما نقله في الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبه نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال ابو حاتم شيخ² اه قلت وهذا لا يضر فقد يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح او مجهول حتى ان من شيوخته الذين وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم، جابر بن يزيد الجعفي ذاك الضعيف الرافضى المتهم قال الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه، ما رأيت فيمن رأيت افضل من عطاء ولا اكذب من جابر الجعفي³ وكذلك كذبه ايوب وزائدة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان وابن مهيدي والنسائي وآخرون۔

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳/ ۵۵۸

² میزان الاعتدال ترجمہ ۷۸۲۲ محمد بن عبد الجبار مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳/ ۶۱۳

³ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۳۸۰

شفاء القام عہ شریف میں ہے:

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیہ) بذلك في الكتاب الذي صنّفه في الرد على البکری بعد عشر کرار لیس منه. قال ان القائلین بالجرح والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم من لم یروا الا عن ثقة عنده کمالک وشعبة ویحیی بن سعید وعبدالرحمن بن مہدی واحمد بن حنبل وکذلك البخاری وامثاله ^۱ اه (ت)	امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابی تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح والتعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحییٰ بن سعید، عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل

تہذیب التذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

خارجة بن الصلت البرجی الکوفی روى عنه الشعبي وقد قال ابن ابی خيثمة اذا روى الشعبي عن رجل وسأه فهو ثقة يحتج بحديثه ^۲ ۔	خارجہ بن الصلت برجی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیشمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائیگا۔ (ت)

تدریب عہ میں ہے:

من لا یروی الا عن عدل کا بن مہدی و یحیی بن سعید ^۳ اقول: ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدورى عن یحیی بن معین عن یحیی بن سعید لولم ار والا عن ارضی ما رویت الا عن خمسة اه	وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اقول: اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت

عہ ۱: فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: فی ترجمة اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

^۱ شفاء القام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

^۲ تہذیب التذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳/ ۷۵

^۳ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالیہ والمستورد انشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۷

فان رضى يحيى غاية لاتدرک وكيف يظن به ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الاخمسۃ وانما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرة۔	کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اھ اور بجلی کے راضی ہونے کی غایت و مقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سليمان بن حرب بن بجيل الازدي الواشجي قال ابو حاتم امام من الائمة كان لايدلس وقال ابو حاتم ايضاً كان سليمان بن حرب قل من يرضى من المشائخ فاذا رأيتہ قدروى عن شيخ فاعلم انه ثقة ^۱ اھ ملتقطاً۔	سليمان بن حرب بن بجيل ازدي واشجي کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا کہ سليمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

تقریب التہذیب ہے:

مظفر بن مدرک الخراسانی ابو کامل ثقة متقن كان لا يحدث الا عن ثقة ^۲ ۔	مظفر بن مدرک خراسانی ابو کامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (ت)
نافع جامعہ: امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:	
تتمۃ من كان لا يروى الا عن ثقة الا في النادر الامام احمد وبقي بن مخلد وحريز بن عثمان	تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر۔ وہ امام احمد،

عہ: فی معرفۃ من تقبل روايتہ ۱۲ منہ (م) | جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳/۸۱۷۸ و ۱۷۹

^۲ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

لقی بن مخلد، حریر بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبد الرحمن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبوت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع و تقویٰ کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاں کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و خاص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

وسلیمن بن حرب وشعبة والشعبي وعبد الرحمن بن مہدی ومالك ويحيى بن سعيد القطان وذلك في شعبة على المشهور فانه كان يتعنن في الرجال ولا يروى الا عن ثبت، والا فقد قال عاصم بن علي سمعت شعبة يقول لولم احدثكم الا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفي نسخة ثلثين وذلك اعتراف منه بانه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، واما سفين الثوري فكان يترخص مع سعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوري الا عن تعرفون فانه لا يبالى عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعيد لا تكتب عن معتمر الا عن تعرف فانه يحدث عن كل¹ اھ

اقول: ما ذكر عن عاصم فيجوز بل يجب حمله على مثل ما قدمنا في كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقاً آخر اخص واضيق كما قال في التدریب ان ابن مہدی قال حدثنا ابوخلدة فقیل له اكان ثقة فقال كان صدوقاً

¹ فتح المغیث شرح معرفة من قبل رواية ومن تردد دار الامام الطبري بيروت ۲/ ۲۲ و ۲۳

وكان مأمونا وكان خير الثقة شعبة وسفين قال وحكى المروزي قال سألت ابن حنبل عبد الوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدري ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان¹ اه فعليك بالثبوت فان الامر جلي واضح۔	کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اہ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول: (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمائیں اس کی شہادت ثابت ہو گئی) انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ النعمان النعم اللہ تعالیٰ علیہ بانعام الرضوان ونعم بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض محتاطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغير پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضى الله تعالى عنه في كتاب الآثار اخبرنا ابوحنيفة ثناليث بن ابي سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قال ليس في مال اليتيم زكوة وليث كان احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره ومعلوم ان اباحنيفة لم يكن ليذهب فياخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه وهو الذي شدد في امر الرواية ما لم يشده غيره على ما عرف² اه۔	امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے اہ (ت)

تنبیه: (قلة المبالة في الاخذ قد حدث من زمن التابعين اخذ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت هذا التوسع وقلة المبالة في	قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعديل الخ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۴۳

² فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱۵/ ۱۲

اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دارقطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اسانہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں! اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابوالعالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الراية میں ذکر کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شئی نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

الاحذ قد حدث في العلماء من لدن التابعين الاعلام اخرج الدارقطني عن ابن عون قال قال محمد بن سيرين اربعة يصدقون من حدثهم فلايبالون ممن يسمعون، الحسن وابوالعالية وحميد بن هلال ولم يذكر الرابع وذكره غيره فسماه انس بن سيرين¹ ذكره الامام الزيلعي في نصب الراية² وقال علي بن المديني كان عطاء يأخذ عن كل ضرب. مرسلات مجاهد احب الي من مرسلاته بكثير وقال احمد بن حنبل مرسلات سعيد بن المسيب اصح المرسلات. ومرسلات ابراهيم النخعي لا بأس بها. وليس في المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابي رباح فانهما كانا يأخذان عن كل احد² وقال الشافعي في مراسيل الزهري ليس بشيء لانانجده يروي عن سليمان بن ارقم³ ذكرها في التدریب۔

قلت ومراسيل الائمة الثقات

عہ: فصل نواقض الموضوع ۱۲ منہ

¹ نصب الراية لاحاديث الهداية كتاب الطهارة واما المراسيل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لصاحبها رياض / ۵۱

² تدریب الراوی شرح تقریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لاہور / ۲۰۳

³ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لاہور / ۲۰۵

ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لئے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں مگر اس سال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بچ نہیں سمجھا، اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لئے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" تو ہمیں ایک یاد دہکے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں تو یحییٰ کو ایک یاد و احادیث جو

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان عطاء والحسن والزهرى منهم وقلة المبالة عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد يأخذ الامام عن شاء ولا يرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلى على بن مديني الذي كان البخارى يقول ما استصغرت نفسي الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازي وناهيك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن في حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا وجدنا له اصلا الاحاديث او حديثين واما على فقال مراسلات الحسن البصري التي رواها عنه الثقات صحاح ما قل ما يسقط منها، واما ابوزرعة فقال كل شيع قال الحسن قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت له اصلا ثابتاً ما خلا اربعة احاديث¹ نقلها في التدریب۔

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتیاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۳

نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں اور شاد باری ہے و فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ سترے سے مروی ہوتی ہے اہ تدرب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجان کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کر سکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اثنان و لعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ
وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ① و نقل فی مسلم الثبوت
عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم
حدثنی فلان فهو حدیثہ ومتی قلت قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعین ②
وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن
قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لم تدركه فقال
یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیعی مأسألتنی عنہ احد
قبلك ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان
کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیعی سمعتنی
اقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فهو عن علی بن ابی طالب غیرانی فی زمان
لا استطیع ان اذکر علیاً ③ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ در بارہ احادیث طبقہ رابعہ) سُفھائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہین

① القرآن ۱۱۲/۷۶

② مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

③ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۱/۲۰۴

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث:

من طاف بالبيت اسبوعاً ثم اتي مقام ابراهيم فرقع عنده ركعتين ثم اتي زمزم فشرب من مائها. اخرجه الله من ذنوبه كيوم ولدته امه ¹ ۔	جوسات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حيث اخرجه الواحدى في تفسيره والجندي في فضائل مكة والديلى في مسنده لا يقال انه موضوع غايته انه ضعيف ² ۔	جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جنیدی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول: وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن ہو نہی صحت محتمل تو
جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کر لینا محض ظلم وجزاف ہے
تو اُن کی حدیث قبل تین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت
وحسن وضع محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی لاجرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے
جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں ہو نہی یہاں بھی کمالاً یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی
نہیں۔ ت) فواتح الرحموت عہ میں ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے:

الراوى انكان غير معروف بالفقاهة ولا بالرواية بل انما عرف بحديث او حديثين فان قبله الاثمة او سكتوا عنه عند ظهور	راوی حدیث اگر فقہت وروایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس سے خاموشی

معرف العدالة کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: فی مسئلة معرف العدالة ۱۲ منہ (م)

¹ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعية حرف المیم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

² الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعية حرف المیم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شیئی کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے۔ (ت)	الرواية او اختلفوا كان كالمعروف وان لم يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم يظهر شيع منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل به في المندوبات والفضائل والتواريخ¹۔

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تیسفیر تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض بہالت و بے رہی یا دیدہ و دانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یجد کسی کو منکر کسی کو ایس ثابت کسی کو لایصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لابس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں، حدیث تقبیل ابہامین انہیں میں ہے جنہیں ہر گز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ	فصل فی تعیین^۱ بعض الاحادیث المشتہرة علی اللسن والصواب خلافها علی نمط ذکرته فی التذکرۃ^۲ فیہ من عرف نفسه عرف ربہ لیس بثابت، ح رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رویۃ المنام او مؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع ع ح ماشہد رجل علی رجل بکفر

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ اقول: هذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۹/۲

ف۱ یہ عبارت مختصر اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالہ کے لئے ص ۵۱۹ تا ۵۱۰ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدهما ضعيف^{عہ} فيه طلب العلم
فريضة على كل مسلم طرقها واهية^{عہ} ح من
ادى الفريضة وعلم الناس الخير كان فضله

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے، اور حدیث مومن دھوکا
کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور مکینہ ہوتا
ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال
البنائوی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق
کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے
جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول: بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور
شیخین وغیرہا نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے
کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور
بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا
کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر
لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو
کافر کہتا ہے تو وہ کفریقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع
کرتا ہے، اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس
سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ
(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو
جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث
الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ: ۱: اقول: بل صحیح من اعلیٰ الصحاح فلما لك
والصحيحين غيرهما عن ابن عمر رضي الله تعالى
عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخيه يا كافر فقد بآء بها
احدهما وللبخاري عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه
رفعاً من قال لاخيه يا كافر فقد بآء بها احدهما ولا بن
حبان عن ابی سعيد رضي الله تعالى عنه بسند
صحيح مرفوعاً ما كفر رجل رجلاً قط الاباء بها
احدهما وفي الباب غير ذلك فان اراد خصوص اللفظ
فقليل الجدوى ۱۲ منہ (م)

عہ: ۲: اقول: والصحيح انه لا ينزل عن الحسن
كما بينته في النجوم الثواقب في تخریج احادیث
الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث، وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے، موجود نہیں۔ اس میں ہے سبائہ انگلیوں کا باطن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاة التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح	على العابد الحديث ضعيف اسنادہ لكنهم يتساهلون في الفضائل. ح الموضوع على الموضوع نور علی نور لم يوجد ع^۱ فيه مسح العينين بباطن السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروی تجرية ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين ضعيف وصلاة التسبيح ضعيف ع^۲ الدارقطني اصح شيئي في فضل الصلوات صلاة التسبيح فيه طعام الجواد واء وطعام البخيل داء في المقاصد ع^۳ رجاله ثقات وفي المختصر منكر في المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف ع^۴ لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد لها دينها صححة ع^۵ الحاكم مثل امتي كالمطر

۱۵: بل اخرجه زرین وان قال المنذري ثم العراقي لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

۲۵: الحق انه حديث حسن صحيح لاشك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته والتفصيل في اللآلی ۱۲ منہ (م)

۳: اقول كذا قال المناوي وبالغ الذهبي كعاداته فقال كذب ۱۲ منہ (م)

۴: اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوي وصححه الامام سفین بن عینیہ والد میاطی والمنذري وابن الجزري ۱۲ منہ (م)

۵: ورواه ابوداؤد وقال المناوي الاسناد صحيح ۱۲ منہ (م)

بلکہ اس کی تخریج زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہوئے ۱۲ منہ (ت)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغيرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل المالکی میں ہے (ت)

اقول: اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول: بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفیان بن عینیہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لئے ہے جس کی خاطر اسے پیایا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لئے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالیٰ ہر سو ۱۰۰ سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے لئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے: میں، ابو بکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لئے شاہد ہے حدیث اویس جو دو ۲ ورقوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندوں میں

لا یدری اولہ خیر ام آخرہ موضوع (عہ) فی الوجیز انا و ابو بکر و عمر خلقنا من تربۃ واحدۃ فیہ مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد فی اویس حدیث فی ورتقین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان لہ طرقا عدیدۃ لا باس ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوماً سندہ ضعیف ولہ شاہد ح یکون فی آخر الزمان خلیفۃ لایفضل علیہ ابو بکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی ہنا ما فی التذکرۃ^۱ اہ ملتقطاً۔

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمر ابن بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: اقول: هذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسنہ وفی الباب عن عمر ان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبدالبر ان الحدیث حسن وقال ابن القطان لانعلم لہ علة قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)

^۱ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتملۃ علی الحسن نوکثور لکھنؤ ۱۳۰۵/۱۹۱۰ء

کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لئے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھم مکتھا۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زماں کا ابطال و ابطال) اقوال: وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اشرعین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلماتِ ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جمہیر فقہاء و نوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہر گز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے، ابونصر السنجرى حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لئے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا	المعضل عبارة عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعداً ومثاله ما يرويه تابعي التابعي قائلًا فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابوبكر وعمر وغيرهما: غير ذاكر للوسائل بينه وبينهم وذكر ابو نصر السنجرى الحافظ قول الراوى "بلغنى" نحو قول مالك "بلغنى" عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للمملوك طعامه وكسوته الحديث وقال اصحاب الحديث يسوونه المعضل قلت وقول المصنفين من الفقهاء

وغيرهم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كذا وكذا" ونحو ذلك كله من قبيل المعضل لما تقدم، وسماه الخطيب ابوبكر الحافظ في بعض كلامه مرسلًا وذلك على مذهب من يسي كل ما لا يتصل مرسلًا كما سبق ¹ اه باختصار۔	کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہاء اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اہ اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وهو ان يقول الراوى قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من غير ان يذكر الاسناد ² ۔	ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)
علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب در مختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم يذكر الواسطة اصلا فمرسل ³ (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت) مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:	
(المرسل قول العدل قال عليه) وعلى آله واصحابه الصلاة (والسلام كذا) وعند اهل الحديث فالمرسل قول التابعي قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله واصحابه وسلم كذا، والمعلق ما رواه من دون التابعي من دون سند والكل داخل في المرسل عند اهل الاصول ⁴ اه مختصرا۔	مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا، اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اہ مختصرا۔ (ت)

¹ مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر بالمعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸

² توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۷۷

³ حاشیہ الوشیع مع التوضیح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۷۷

⁴ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستقصى مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۲۱ھ

پھر باجماع علماء محدثین و فقہاء یہ سب انواع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً ماخوذ و مقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شر الانواع بتاتے اور انہیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلا تکیر منکر و مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ و مرسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسابہت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و مسلم و صحیح مؤطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب عہ میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالک لم یفرد الصحيح بل ادخل فيه المرسل والمنقطع والبلاغات، ومن بلاغاته احادیث لاتعرف کما ذکره ابن عبد البر ^۱ ۔	امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغطائی سے ہے: مثل ذلك في كتاب البخاری^۲ (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔) وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

كتاب مالك صحيح عنده وعند من يقلده على ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع ^۳ وغيرهما۔	امام مالک کی کتاب اور ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)

اسناد کے سنت مطلوبہ و فضیلت مرغوبہ و خاصہ امت مرحومہ ہونے میں کلام ہے محققین قائلین مراسیل و عہ: فی الثانیہ من مسائل الصحيح ۱۲ منہ (م) | مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحيح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۹۰/

^۲ تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحيح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۹۰/

^۳ تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحيح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۹۰/

معاذیل بھی مسانید کو اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نصوص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثربین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید اذاکرت حماد بن زید باحدیث فقال ما جودها لو کان لها اجنحة یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لئے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین لاعموم لها (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لئے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معه سلاح فبای شیعی یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحتاً دربارہ عقائد و احکام ہے۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)	فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجري فيه التشديد والتماكس دون ما جمعا على التساهل فيه۔

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء¹ (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبولِ ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادة الثانية والعشرين (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پُر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بمجمیع اقسامہ اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء کا احتیاطی احتمال والہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لئے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا: لم یظهر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة² (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت) بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہو مناسب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۳۷۲

² الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہر از کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحق ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لئے روزہ رکھے فرمایا تو عبد اللہ نے کہا اے ابواسحق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے، میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواروں کی گردن منقطع ہو جائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)	اخرج مسلم في مقدمة صحيحه قال قال محمد يعني ابن عبد الله بن قهزاذ سمعت ابا اسحق ابراهيم بن عيسى الطالقاني قال قلت لعبد الله بن مبارك يا ابا عبد الرحمن الحديث الذي جاء ان من البر بعد البر ان تصلي لابويك مع صلاتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن من هذا قال قلت له هذا من حديث شهاب بن خراش فقال ثقة عن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقة عن قال قلت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال يا ابا اسحق ان بين الحجاج بن دینار وبين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مفاوز تنقطع فيها اعناق المطى ولكن ليس في الصدقة اختلاف¹۔

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائیگا۔ (ت)	معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا باسناد صحيح²۔

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نام متصل باطل و ملتحق بالموضوع ہو جاتی ہے اور وہ بالا جماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع يعمل به فی الفضائل اجماعاً³ (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

¹ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

² صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

³ مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الروع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۶/۲

عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قرنا فی الکلمات المذكورة (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ت) اور واقعی دربارہ رد و قبول غالب ومحاورات علماء صرف نظربہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محو انظار نجبہ ونزہہ وغیرہا میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں: مقبول ومردود۔ مقبول میں صحیح وحسن کورکھا اور تمام ضعاف کومردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجمالاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ت)

(جمہیر فقہائے کرام ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتسائل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا کرام میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم وشروحه¹ (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ت)

عہ: المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنہم الامام ابوحنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذاکان الراوی ثقة وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلاثہ مطلقاً ومن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتأخرین منهم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الہمام من یقبل من ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان اعتضد بشیعی ام لا ویوقوف فی المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متأخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قسم ۱۲/۴۷

اقول: (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لئے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لئے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثنین پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اس کے لئے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مسابہت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں ہیں، وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد باینمہ امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیر ہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیف کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے اور احتجاج روا،

کہا ذکرنا نصوصہم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادة الحادیة والعشرین۔	جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہوا لہذا جس طرح امام احمد یا بخاری کا هذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمرہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا، یونہی مندری کا مختصر میں ساکت رہنا،
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیر ہم وهو المختار قیل وهو مراد الائمة الثلاثة
والجمهور ولا یقول احد بتوثیق من لیس معرفة فی
التوثیق والتجریح وعلی هذا خلاف ابن ابان فی
عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الثلاثة لزعمة
عدم الحاجة الى التوثیق فی تلك القرون لان الرواة
فیہا كانوا اهل بصيرة فی التوثیق والتجریح^۱ ۱۱ھ من
مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصاً ۱۲ منہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان
کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے
کہ تینوں ائمہ اور جمهور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی
توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو اسی بنا
پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ
ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لئے کہ ان
ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اہ مسلم الثبوت
اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(ت)

^۱ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی رقم ۱۷۴

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى غير ذلك من احكامه واحواله ونعوت جماله وشيون جلاله وصفات كماله صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعلى اله صلى الله تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف ومجد وعظم وكرم آمين۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال کی صفات وشائیں اور آپ کے صفات کمالہ ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین۔ (ت)

الحمد لله کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی اُمید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم و صلوة و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من ان یدع ما بینہما و کان ذلك لليلة الثانیة یوم الاثنين لعلمها الثامنة عشر من الشهر الفآخر شهر ربیع اخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيد البشر صلى الله تعالى عليه واله وصحبه واوليائه اجمعين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين، سبّحْكَ اللهم و بحمْدِكَ. اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب اليک، واللّٰهُ سبّحْهُ و تعالیٰ اعلم و علّٰہ جل مجدہ اتم و احکم۔

نہج السلامة فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة (اقامت کے دوران انگوٹھے پچونے کے حکم میں غمدہ تفصیل۔ت)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸۷): از پرہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی ۲۶ جمادی
الآخری ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاویٰ امدادیہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ
"بولے تو سُننے والا دونوں انگوٹھوں کو پُجوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض
ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب
اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینوا تو جروا۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ در صورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

جواب: اوّل تو اذان ہی میں اگلوٹھے چُومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اُس عبارت کے لکھتے ہیں:

وذكر ذلك الجراحى واطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيىء انتهى ¹ (جلد اول صفحہ ۲۶۷)	جراحى نے اس بحث کا طویل ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں اگلوٹھے چُومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت وبے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضهم ان القهستانی كتب على هامش نسخه ان هذا مختص بالاذان واما في الاقامة فلم يوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع ² ۔	بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منیہ لکھتے ہیں:

قلت واما الموقوف فانه وان كان منقولا لكن مع ضعف اسنادة ليس فيه كون هذا العمل طاعة بل هو رقية للحفظ عن رمد والعوام يفعلونه باعتقاد كونه طاعة ۱۲ منه حاشیہ صاحب فتاویٰ اشرفیہ بر عبارت شامی۔	رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت و طاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دُکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش و موجب تکلیف وہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتاء تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاویٰ امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفع شکوک کا خواستگار ہوں وہی ہذا:

¹ ردالمحتار علی ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

² ردالمحتار علی ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر اُن کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرمز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۴۲، طحاوی^۲ نے شرح مراتی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علیٰ ہذا اسادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانۃ^۳

الطالین علی حل الفاظ الخمین مصری ص ۲۴۷ (فقہ شافعی):

وفی الشنوائی مانصہ من قالین یسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرحباً بحبيبي وقرّة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يقبل ابهاميه ويجعلها على عينيه لم يعمر ولم يرمدا ابد انتهي^۱	شنوائی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشهد ان محمد رسول الله" سن کر کہا "مرحبا بحبيبي وقرّة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کفایۃ^۴ الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدة: نقل صاحب الفردوس ان الصديق رضى الله تعالى عنه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك وقبل باطن انملة السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل مثل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي. قال الحافظ السخاوي ولم يصح. ثم نقل عن	فائدة: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشهد ان محمدا رسول الله" تو آپ نے یہ دہرایا اور دونوں شہادت کی انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لئے میری شفاعت

^۱ اعانۃ الطالین فصل فی الاذان والا قالة مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۳۳

ثابت ہو گئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحباً بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	الخضر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرحباً بحبيبي وقرۃ عيني محمد بن عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمدا ابداً ونقل غير ذلك ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئاً¹ والله تعالى اعلم۔

علامہ^۵ الشیخ علی الصغیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص ۷۰ میں فرماتے ہیں:

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چومے، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفتر نور الدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دورانِ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا: تُو نے اذان کے وقت	(قوله ثم يقبل الخ) لم يبين موضع التقبيل من الابهامين الا انه نقل عن الشيخ العالم المفسر نور الدين الخراساني قال بعضهم لقيته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابهامي نفسه ومسح بالظفرين اجفان عينيه من المآقي الى ناحية الصدغ ثم فعل ذلك عند كل تشهد مرة مرة فسألته عن ذلك فقال كنت افعله ثم تركته فبرضت عيناي فرأيتہ صلى الله تعالى عليه وسلم مناماً فقال لم تركت مسح عينيك عند الاذان ان اردت ان تبرأ عينك فعد الى المسح

¹ کفایت الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی مطبوعہ مصر ۱۶۹

فأستيقظت ومسحت فبرئت ولم يعاودني مرضهما الى الآن انتهى فهذا يدل على ان الاولى التكرير والظاهر انه حيث كان المسح بالظفرين ان التقبيل لهما¹

آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کردئے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہو جائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کردے پھر میں بیدار ہوا اور میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہو گیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئیں انتہی، پس یہ عبارت دلالت کر رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چومنا بھی انہیں کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔ صاحب فتاویٰ اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعویٰ کرتے ہیں والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی در صورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ والسلام بھی باوصف اعلام علام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامہ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجر کم اللہ تعالیٰ بجاء طہ و یس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔ مختار صدیقی

الجواب:

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منید العین فی حکم تقبیل الالبہامین^{۱۳۰۱ھ} لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو

¹ حاشیہ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱۷۰۱

ہدیہ حاضر کر دیتا بعد ملاحظہ پیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی تیج کنی و صفر اٹکنی کو بس ہے لہذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجماعاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے، اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے:

فان مفاهیم الكتب حجة ولو مفہوم لقب علی	عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم
ما صرح به الاصوليون ^۱	لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷:

یفتی به عند السؤال ای لان مفاهیم الكتب	سوال کے وقت اسی پر فتویٰ ہوگا کیونکہ عبارات کتب میں
معتبرة کما تقدم ^۲	مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)

دُر مختار بیان سُنن وضو میں نہر الفائق میں سے ہے:

مفاهیم الكتب حجة بخلاف اکثر مفاهیم	عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے
النصوص ^۳	اکثر مفاهیم معتبر نہیں ہوتے (ت)

احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی هذا فلا یصح رفعه البتہ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔) لکھ کر فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق رضى الله	میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہو نا صدیق اکبر

^۱ رد المحتار باب الاجارة الفاسدة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸/۵

^۲ رد المحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۹/۱

^۳ در مختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۱/۱

تعالیٰ عنہ فیکفی العمل به لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين 1	رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے"۔ (ت)

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا معتبر بہ ولا یکتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائیگا۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا زنی غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قسستانی و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغہ جزم بلا تعصب مذکور و مقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالہ کلیہ کو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قسستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲:

قول المعراج ورأيت في موضع... الخ (ای معزوا الی المبسوط) لا يكتفى في النقل	معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

لجہالتہ^۱۔

نقل میں وہ ناکافی ہے۔ (ت)

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کا کی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الانمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قسستانی ع

بیس تفاوت راہ از کجاست تا کجا

(انتباہ فریق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجئے کہ ع

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ ت) اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو، یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی اکد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا، انہیں علامہ شامی کا کلام سنیے عقود الدرر یہ جلد ۲ ص ۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتویٰ علی قولہما فی جوازها قال الشیخ قاسم فی تصحیحه ما نقله الزیلعی شاذ مجهول القائل ^۲ ۔	زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتویٰ ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے اھ (ت)

دُر مختار میں ہے:

علیہ الفتاویٰ زیلعی و بحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامة قاسم فی تصحیحه بان ما فی المغنی شاذ مجهول القائل فلا یعول علیہ ^۳ ۔	اس پر زیلعی اور بحر کا فتویٰ ہے انہوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہاء نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے، صریح کذب ہے۔

^۱ رد المختار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۹/۲

^۲ العقود الدرر فی تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندہار افغانستان ۱۳۰/۲

^۳ در مختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۷۷/۲

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بجف چراغی ہے شامی میں قسمستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت نفی نہیں، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم فقہانے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) ابنہم بر علم تو غایت درجہ یہ قسمستانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کئی قول نقل کر رہے ہیں اور قسمستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ:

القہستانی کجارف سیل و حاطب لیل خصوصاً واستنادہ الی کتب الزاہدی المعنزی ^۱ ۔	قسمستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا استناد زاہدی معنزی کتب کی طرف۔ (ت)

اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائینی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کردے گا ہم نے پتا بتادیا نہ ملے تو پیش بھی کردیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔
(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قسمستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قسمستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے و بس۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع اُمت کا رد اور غیر سمیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں
نُصِّلَہُمْ جَہَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ مَصِيرًا^۲ کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

^۱ العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۵۶/۲

^۲ القرآن ۱۱۵/۴

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور مسائل حلال میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالف اجماع مردود مخدول، اربعین امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ^۱ ۔	علاء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماع اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت با حدیث مرفوعہ نے صحت بتائی، مّا علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثالثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصول و ہدایت پر بھی چھڑی پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت مجہم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنت، اُن کی بدعت، اُن کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا کہ انہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔) (ت) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں مذکور ہے، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سُن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ^۲ ۔	جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔

جامع الرموز و کنز العباد و غیر ہما میں ہے:

فانه صلى الله تعالى عليه وسلم يكون قاعدا له الى الجنة ^۳ ۔	جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھانہ ہو گا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں، یہ کیا فضیلت و

^۱ شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶

^۲ المقاصد الحسنیۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴

^۳ جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۵/۱

ترغیب نہیں بہر حال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے" ^۱۔ ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیث خلفا کلام قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ^۲ ۔	ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا، ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ (ت)

بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنه کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریف جدید ہے کما بینا فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہر حال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلاثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں کہتے ہیں: "جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو وہ سب سنت ہے اھ" ^۳ تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکر سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

^۱ براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ مسئلہ فاتحہ اعتقادیت ہے الخ مطبوعہ لے بلاسا واقع دھور ص ۹۶

^۲ جامع الترمذی مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۰۷۲

^۳ براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ قرون ثلاثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع دھور ص ۲۸

سنة لعنتهم لعنهم الله وكل نبى مجاب (الى قوله) والتارك لسننى¹ رواه الترمذى عن امر المؤمنين والحاكم عنها وعن على والطبرانى بلفظ سبعة لعنتهم وكل نبى مجاب² عن عمرو بن شعواء رضى الله تعالى عنهم بسند حسن۔	چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المؤمنین سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے"۔ یہ حضرت عمرو بن شعوی رضی اللہ تعالیٰ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم انگوٹھی صاحب سے دریافت کریں یا انگوٹھی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔
 (۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قسمتانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہانے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۴ میں فرمایا: عدم النقل لا ينفي الوجود³ (عدم نقل، وجود کے منافی نہیں۔ ت)
 (۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جا بجا موجود، از انجملہ جلد اول ص ۶۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

قال العلماء هذه الاحاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيامة⁴۔	یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت وبے اصل کی بھی حقیقت سُن لیجئے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

¹ المستدرک کتاب الایمان سنتہ لعنہم اللہ دار الفکر بیروت ۳۶/۱

² المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن شعواء حدیث نمبر ۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴۳/۱۷

³ فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰/۱

⁴ رد المحتار مطلب یجوز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۳/۱

لااصل لها لا يقتضي الكراهة ولذا قال في الدر ما قيل انها بدع اى مباحة حسنة ¹ ۔	یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لئے دُر مختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نوپیدا جائز اچھی بات ہے (ت)

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہاء جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رد و بابیہ میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص ۷۳ میں فرماتے ہیں: "اُس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے²۔ یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہ ہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلا ضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

یروی انه لا تكره الاقامة ايضاً لانها احدى الاذانين ³ ۔	اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عندا تحقیق تنقیح مناط انتقائے خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لئے اشر فعلی کی جنس بھی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے براہین گنگوہی ص ۱۸ میں ہے: "جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو جو خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اُسکی

¹ فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ انجاء ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۰۲

² براہین قاطعہ علی غلام الانوار الساطعہ تحقیق مسئلہ اجرة تعلیم القرآن الخ مطبوعہ بلاسا واقع دھور ص ۷۳

³ الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۴۷

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے¹۔

یہ اُس چار سطری تحریر پر تلک عشرون کاملہ (یہ مکمل بیس دلائل ہیں۔ ت) وہ بھی بنیائیت اختصار، اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علمائے نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انہیں تین صورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افزا ہے علمائے نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحتہً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاپکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف و ضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رمد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگرچہ چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائینگے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھیے:

رضیت باللہ ربّاً وبالا سلام دیناً وبمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیاً ² ۔	میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)

¹ براہین قاطعہ الخ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع دھور ص ۲۸

² المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

حدیث خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہے:

مرحباً بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ¹ ۔	اے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیث سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔ چوتھی روایت میں ہے یوں کہے:

صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہم متعنی بالسمع والبصر ² ۔	اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ (رحمت ہو، یا رسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔ چھٹے میں ہے یوں کہے:

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی ³ ۔	یا سیدی یا رسول اللہ! اے میرے دل کے حبیب، اے میری آنکھوں کے نور و سرور، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہے:

اللہم احفظ حدقتی ونورہما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورہما ⁴ ۔	اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کی نور کی برکت سے۔ (ت)

منیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود، اللہ عزوجل سے دُعا

¹ المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۳

² جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۵/۱

³ المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۳

⁴ المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۵

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دُعا مغز عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دُکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رمد کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لا حول و غیرہ اذکارِ جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل سیوطی و حسن حصین امام جزری و غیرہ کتب حدیث مطالعہ کرے منیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعدو ذب اللہ من الشیطن الرجیم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی آخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبَنَّ مِنْهُمْ سُبُلَنَا ^۱	جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعيم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةُ ^۲	اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلا نا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ^۳	میں کہتا ہوں اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

^۱ القرآن ۲۹/۶۹

^۲ القرآن ۹/۱۱۱

^۳ القرآن ۷۱/۱۰

اور فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِي يَنْزِلُ الْإِسْلَامَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ وَ شَقَّاءٌ ¹	فرمادیتجئے یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔ (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا و صوموا تصحوا و سافروا تستغنوا ² و فی حدیث حُجَّوْا تستغنوا ³ ۔ روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والآخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلًا و وصلہ فی مسند الفردوس۔	جہاد کرو وغنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔ پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسل روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصل مروی ہے۔ (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈرنہ دلائیں قرآن حدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۖ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ نَقَالَ لَيْكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ النَّسْرِ قَبِينَ فَبَشِّرْ الْقَارِئِينَ ۚ وَلَنْ يَفْعَلَهُمْ الْيَوْمَ مَا أَفْعَلَهُمْ أَنَا فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۚ ⁴	جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کر دیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورپ بچھم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم يدع الله غضب عليه ⁵ رواه ابن ابی شیبہ	وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالیٰ

¹ القرآن ۴۱/۴۴

² المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۱۳۴/۹

³ المصنف لعبدالرزاق باب فضل الحج مکتبۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱/۵

⁴ القرآن ۴۳/۴۳

⁵ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۷) فی فضل الدعاء حدیث ۹۲۱۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲۰۰/۱۰

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دُعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمتِ کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)	فی المصنف عن ابی ہریرۃ وبلفظ من لم یسأل اللہ یغضب علیہ^۱ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصحاحہ وللعسکری عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالیٰ من لا یدعونی اغضب علیہ^۲ اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ابدًا امین۔

صاحبِ منیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و قرآن کے تمام اذکارِ جنت و نارِ ترغیب و ترہیب کو لغو و فضول بلکہ اغوا و اضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دُور کر کے منترِ جنت میں لاڈالا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۳۰﴾^۳ (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور سولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعقاد طاعت کرتے ہیں الحمد للہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل و فہم و فضل و علم میں بدرجہا لَد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر و دعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیہ الکرسی و اسمِ الہی نور و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

^۱ جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۳/۲

^۲ کنز العمال بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۶۲/۲

^۳ القرآن ۲۷/۲۶

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالیئوس وابن سینا پر بھروسہ اور کہاں کلام اللہ نور ہڈی و شفاء و اسمائے الہیہ سے توسل و التجاہ، ضرور اطاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے و لکن الخیرۃ لا یعملون (لیکن خیر نہیں سمجھتے۔ ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موبجوع و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو مگر عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، تورات مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے، کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا، بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع و خوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالغرض ہو، جیسے حج میں تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نماز میں کسرت، بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل و علا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مراد شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دُکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب و خاسر، احسن و غادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو ترا منتر بتائے نَسُوا اللہَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ¹ (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو، تو اس نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔ ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہر اور نہ عدم و رد پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزر کر اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام میں ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بد مذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المراق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

ما علی مثله بعد الخطاء

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفين نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اُسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں: "جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو جو خارج اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اوہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں ہو جو خارجی ہو یا نہ ہو اوہ سب بدعت ضلالت ہے"۔ ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہوگی یا نہیں، تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین التثنی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر زامباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی وخلاف اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور ذکر کھتا ہوں^۲۔ کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اڑ گئے ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبیہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان وما یكون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون فیہ^۳ (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ ت)

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفين ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جهة الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افتراء ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے

^۱ براہین قاطعہ علی غلام انوار الساطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

^۲ براہین قاطعہ علی غلام انوار الساطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۹

^۳ صحیح البخاری آخر کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸/۲

اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقاد طاعت ضرور حق اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر ورد المختار میں ہے:

اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد به التقوى على الطاعات او التوصل اليها كانت عبادة ¹ ۔	باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقویٰ یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ (ت)

غزالیوں میں ہے: کل قربة طاعة ولا تنعكس² (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)

یہ اس ڈیڑھ سطر منہ پر تک عشرہ کلمۃ (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے دلیل نہیں دربارہ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب سُنِّ فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارہ اقامت اگر ورد نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء و تہمت ہے، رد المختار جلد ۱ ص ۲۸۳:

لا يلزم منه ان يكون مكروهاً الا بنهي خاص لان الكراهة حكم شرعي فلا بد له من دليل ³ ۔	اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہوگا مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

البحر الرائق جلد ۲ ص ۱۷۶:

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل خاص ⁴ ۔	ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورد خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء اٹھانا۔ رد المختار جلد ۵ ص ۴۵۵:

ليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات	احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر افتراء میں حرمت و

¹ الاشباہ والنظائر القاعدة الاولى من الفن لاول ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچي ۳۲/۱

² شرح غزاليون البصائر مع الاشباہ من الفن لاول ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچي ۳۲/۱

³ رد المختار مطلب بيان السنة والمستحب الخ مطبوعه مصطفى الباني مصر ۴۸۳/۱

⁴ البحر الرائق باب العیدین مطبوعه ايم سعيد کمپنی کراچی ۱۶۳/۲

الحرمة او الكراهة اللذين لا بد لهما من دليل بل في القول بالاباحة التي هي الاصل ¹ ۔	کراہت ثابت کرنے میں جن کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً و دلیل تعظیم و محبت ہے اور امور ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

في حال على المعهود حال قصد التعظيم ² ۔	تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال الله يُشْكِرُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُهُمْ وَأُوْنُوهُمْ لِيَوْمٍ ۖ ۝۳	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر بجا لاؤ۔ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ، زیادات امام عتباتی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۷۹۳ میں ہے:

ان المطلق يجرى على اطلاقه الا اذا قام دليل التقييد نصاً او دلالة فاحفظه فانه للفقهاء ضروري ⁴ ۔	مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحۃً یا دلالتاً دلیل قائم ہو اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ فقیہ کے لئے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیائے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا امور دپر مقتصر رہے گی باقی اسی اصل حکم پر شرک و بدعت و حرام ٹھہرے گی فلذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھر اس پر، قہر و دلش

¹ رد المحتار کتاب الاثریۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۲۶/۵

² فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴۹/۱

³ القرآن ۹/۴۸

⁴ رد المحتار فصل فی البیع من کتاب المحظر مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۷۲/۵

"صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدترست از استغراق در خیال گاؤ¹ و خر خود، الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا وقابلہا۔	"نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانے سے کئی درجے بدتر ہے" آخر کلام ملعون تک، اللہ تعالیٰ اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)

ولہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے
قصد معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں دُور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت
بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لئے بجالائے خواہ وہ یعنہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب
و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشادِ
الہی و تعزیر وہ و توفروہ میں داخل اور امتثال حکم الہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس
قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح
القدیر امام محقق علی الاطلاق و منسک متوسط و فتاویٰ علمگیریہ وغیرہا میں ہے:

جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہوتا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)	کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا²۔

امام ابن حجر مکی "جوہر منظم" میں فرماتے ہیں:

1 صراط المستقیم ہدایت نامہ در ذکر مخلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۸۶

² المسلك المقسط في المنك المتوسط مع ارشاد الساري ما زاد سید المرسلین صلی الله علیه وسلم مطبوعه دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۶

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر گز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجميع انواع التعظیم التي ليس فيها مشاركة الله تعالى في الألوهية امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم¹۔

تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں، اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلوة والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوة والتحیہ ہو جیسا کہ بعض مجاہدین سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔



1 الجوہر المنظم الفصل الاول مطبوعہ ادارۃ المרכזیۃ و اشاعۃ القرآن لکھنؤ لاہور ص ۱۲

ایذان الاجرفی اذانہ القبر^{۱۳۰۷ھ}

(دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ ۳۸۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ امان، دلوں کا سکون، غموں کا ازالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کاملہ تامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطبہ اور اذان کو	الحمد لله الذي جعل الاذان علم الايمان وسبب الامان وسكينة الجنان ومنافاة الاحزان و مرضاة الرحمن والصلاة والسلام الاتمان الاكملان على من رفع الله ذكره واعظم قدره فبذكره زان كل

زینت بخشی اور آپ کی آل و اصحاب پر جو موت و حیات، وجدان و فوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ حنّان و مَنَّان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انس و جن کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب پر اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، خیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے حوضِ کوثر سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کر دے جو موت و حیات میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الہ الحق آمین۔ (ت)	خطبة واذن وعلى آله وصحبه الذاكرين اياه مع ذكر مولاه في الحيوة والموت والوجدان والفوت وكل حين وأن واشهد ان لا اله الا الله الحنان المنان وان محمدا عبده ورسوله سيد الانس والجان صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه المرضين لديه ما اذن اذن لصوت اذان قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السنّي الحنفى القادري البركاتى البريلوى سقاه المجيب من كاس الجيب عذبا فراتا وجعله من الذين هم اهل الايمان والصلاة والاذان احياء وامواتا آمين الہ الحق آمين۔

الجواب:

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی و علامہ خیر الملة والدین رملی استاذ صاحب دُر مختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:

سُنّی نے اپنے فتاویٰ اور شرح العباب میں نقل کیا اور اس نے معارضہ کیا، رملی نے حاشیہ البحر الرائق میں نقل کیا اور اسے کمزور کہا۔ (ت)	اما المکی ففي فتاواه وفي شرح العباب وعارض واما الرملی ففي حاشية البحر الرائق ومرض۔

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے ہر گز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے، پھر بھی مقامِ تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنہیں بقانونِ مناظرہ اسانید تصور کیجئے **فاقول**: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق۔

دلیل اول: وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوالِ نکیرین ہوتا ہے شیطانِ رجیم (کہ اللہ عزوجل

صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کا ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجه العزیز الکریم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفین ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں:

اذا سئل البيت من ربك ترائى له الشيطان في صورت فيشير الى نفسه اى اناربك ¹ فلهذا ورد سوال التثبيت له حين يسئل۔	یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں، اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (ت)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ويؤيده من الاخبار قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند دفن البيت اللهم اجره من الشيطان فلولم يكن للشيطان هناك سبيل مادعا صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك ² ۔	یعنی وہ حدیثیں جو اسکی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الہی! اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دُعا کیوں فرماتے۔ (ت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اذن المؤذن ادبر الشيطان وله حصاص ³ ۔	جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوزناں بھاگتا ہے۔ (ت)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے⁴۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا⁵ اخرجه الامام ابو القاسم سليمان بن احمد

1 نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

2 نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

نوٹ: یہ دونوں عبارتیں اعلیٰ حضرت نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر و تبدل ہے، پہلی عبارت درست کردی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے: فلولم یکن للشیطان هناک سبیل ماکان لیدعولہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بان یجیرہ من الشیطان۔

3 الصیح لمسلم باب فضل الاذان و مر ب الشیطان عند سماعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۷/۱

4 الصیح لمسلم باب فضل الاذان و مر ب الشیطان عند سماعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۷/۱

5 معجم اوسط حدیث نمبر ۷۴۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۲۱۰/۸

الطبرانی فی اوسط معاجیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبانی ان الاذان یحول الوباء (صبح کی خوشگوار ہوا اس بارے میں کہ اذان سے وبادور ہو جاتی ہے۔ ت) میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں، اور جب ثابت ہو لیا کہ وہ وقت عیاداً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشادِ شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

دلیل دوم: امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول تنجیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)	قال لمادفن سعد بن معاذ (زاد فی روایۃ) وسوی علیہ سبوح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلاً ثم کبر وکبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبرہ حتی فرج اللہ تعالیٰ عنہ¹۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ (ت) اھ	ای ما زلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجہ اللہ² اھ۔

اقول: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، غایت یہ

¹ منہ احمد بن حنبل عن منہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۳۷۷-۳۶۰

² مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/۱۱۱

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مستنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تلبیہ اجلہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمر و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا ینبغی ان یخل بشیئ من هذه الکلمات لانه هو المنقول فلا ینقص عنه، ولو زاد فیها جاز لان المقصود الثناء و اظهار العبودیة فلا یمنع من الزیادة علیه ^۱ اھ ملخصاً۔	یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اھ ملخصاً (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ، نے اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیٰدین^۲ و غیر ہا رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی۔

دلیل سوم: بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ^۲ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی سعید الخدری و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و کالنسائی عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	اسے احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے مسلم کی طرح حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی کی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقہً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

^۱ الہدایۃ باب الاحرام مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲۱/۱

^۲ سنن ابی داؤد باب فی التلقین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۸/۲

یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں ان کے سوال تین ہیں 'من ربک تیرا رب کون ہے؟' 'مادینک تیرا دین کیا ہے؟' 'ما کنت تقول فی هذا الرجل' تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشدھن ان لا الہ الا اللہ اشدھن ان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب سکھائیں گے ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشدھن ان محمدا رسول اللہ اشدھن ان محمدا رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حجی علی الصلاة حجی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن و ستون ہے کہ الصلاة عماد الدین² تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح متواتر مذکور میں فرمایا، اب یہ کلام سماع موتی و تلقین اموات کی طرف مخبر ہوگا فقیر غفر اللہ تعالیٰ خاص اس مسئلہ میں کتاب مبسوط مسمیٰ بہ حیاة الموات فی بیان سماع الاموات تحریر کر چکا جس میں پچھتر حدیثوں اور پونے چار سو³ اقوال ائمہ دین و علمائے کاملین و خود بزرگانِ منکرین سے ثابت کیا کہ مردوں کا سُنا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر اہل سنت و جماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غبی جاہل یا معاند مبطل، اور اُسی کی چند فصول میں بحث تلقین بھی صاف کر دی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دلیل چہارم: ابو یعلیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اطفؤا الحریق بال تکبیر³ (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ) ابن عدی حضرت عبداللہ بن عباس اور وہ اور ابن السنی وابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا رأیت الحریق فکبروا فانه یطفیئ النار ⁴ ۔	جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

1 مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مجتہبائی دہلی ص ۲۵

2 کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کتاب الصلاة مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲۸۳/۷

3 معجم اوسط، حدیث نمبر ۸۵۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۲۵۹/۹

4 الکامل فی الضعفاء الرجال از من اسمہ عبداللہ بن لہیع مطبوعہ مکتبۃ اثریہ سانگلہ بل ۱۳۶۹/۴

علامہ مناوی تیسرے شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

"فکبروا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو۔ (ت)	فکبروا ای قولو اللہ اکبر، اللہ اکبر وکدروہ کثیراً ^۱ ۔

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں:

اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الہی کے بھجانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔	التکبیر علی هذا لاطفاء الغضب الالہی ولہذا اورد استحباب التکبیر عند رؤیة الحریق ^۲ ۔

وسیلۃ النجاة میں حیرۃ الفقه سے منقول:

اہل قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اذا رأیتہ الحریق فکبروا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بھجانے کی طاقت نہ رکھتے ہو، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائیگی چونکہ عذاب قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بھجانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)	حکمت در تکبیر آنست بر اہل گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذا رأیتہ الحریق فکبروا چون آتش در جائے افتد و از دست شمار نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بہ برکت آن تکبیر فرو نشیند چون عذاب قبر باتش ست و دست شمار نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش دوزخ خلاص یابند ^۳ ۔

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرود سنت ہے، تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل پنجم: ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے	قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعہا فی

^۱ التیسیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱۰۰/۱

^۲ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

^۳ وسیلۃ النجاة

اللحد قال بسم الله وفي سبيل الله فلما اخذ في تسوية اللحد قال اللهم اجرها من الشيطان ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا مختصر ¹ ۔	ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفي سبيل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان يقولوا اللهم اعذه من الشيطان الرجيم ² ۔	یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔"

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خشیہ سے راوی:

كانوا يستحبون اذا وضعوا الميت ان يقولوا بسم الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله اللهم اجره من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشيطان الرجيم ³ ۔	مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔"

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاداً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اڈل سے واضح کہ اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

دلیل ششم: ابو داؤد و حاکم و بیہقی امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه قال استغفروا	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

¹ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال الميت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

² نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

³ المصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع الميت فی قبره مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۲۹/۳

لاخیکم وسلوا له بالتثبیت فانه الان یسأل ¹ ۔	کرتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ماسوی علیہ فیقول اللہم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظہرہ اللہم ثبت عند المسألة منطقة ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقة لہ بہ ² ۔	یعنی جب مُردہ دفن ہو کر قبر درست ہو جاتی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے الہی! ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا، الہی! سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعائنت ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسکین ایک لشکر تھا کہ آستانہ شہابی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کیلئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑے ہو کر دعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میت کی مشغول کا ہے کہ اُسے اُس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے³ نقلہ المولی جلال الملیہ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الصدور (امام جلال الدین سیوطی نے اسے شرح الصدور میں نقل کیا ہے۔ ت) اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استحباب دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو۔ امام آجری فرماتے ہیں:

یستحب الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للمیت ⁴ ۔	مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میت کے لئے دعا کریں۔

اسی طرح اذکار امام نووی وجوہہ نیرہ ودر مختار وفتاویٰ عالمگیری وغیرہا سفر میں ہے، طرفہ یہ کہ امام غسانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائتہ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و

¹ سنن ابوداؤد باب استغفار عند القبر لمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۳/۲

² الدر المنثور زیر آیت ویشب اللہ الذین امنوا الخ مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ، قم ایران ۸۳/۳

³ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

⁴ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

بحر الرائق و نہر الفائق و فتاویٰ عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنت سے ثابت ہے اور براہِ بزرگی اتنا نہ جانا کہ اذان خود دُعا بلکہ بہترین دُعا سے ہے کہ وہ ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دُعا، تو وہ بھی اسی سنتِ ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنتِ مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل دُعا ذکر و کل ذکر دُعا^۱ (ہر دُعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: افضل الدعاء الحمد لله^۲ (سب دعاؤں سے افضل دُعا الحمد لله ہے)

اخرجه الترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے (ت)	صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے آواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لاتدعون اصم ولا غائباً انکم تدعون سبیحاً بصیراً^۳ (تم کسی بہرے یا غائب سے دُعا نہیں کرتے سبیح بصیر سے دُعا کرتے ہو) دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دُعا اور فرد مسنون ہونے میں کیا شک رہا۔ دلیل ہفتم: یہ تو واضح ہو لیا کہ بعد دفن میت کے لئے دُعا سنت ہے اور علماء فرماتے ہیں آدابِ دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے، امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے:
آدابِ دُعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو اور ذکر الہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہئے مسلم، ترمذی، ابوداؤد۔ (ت)	آداب الدعاء منها تقدیم عمل صالح و ذکرہ عند الشدة^۴ مرتد۔

1 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التسمیۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۲/۵

2 جامع الترمذی باب ماجاء ان دعویٰ المسلم مستجابہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۴/۲

3 التسمیۃ المسلم باب خفض الصوت بالذکر قدیمی مکتب خانہ کراچی ۳۴۶/۲

4 حصن حصین آداب الدعاء نوکسور لکھنؤ ص ۱۴

علامہ علی قاری حرزِ نمین میں فرماتے ہیں: یہ ادب حدیثِ ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ ابوداؤد و ترمذی، ونسائی وابن ماجہ وابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی۔

دلیل ہشتم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثنتان لاترد الدعاء عند النداء وعند البأس ¹ ۔ اخرجه ابوداؤد وابن حبان والحاكم بسند صحيح عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه۔	دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو۔ اسے ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سهل بن سعد ساعدي رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا نادى المندى فتحت ابواب السماء واستجيب الدعاء ² ۔ اخرجه ابويعلى والحاكم عن ابى امامة الباهلى وابوداؤد الطيالسى وابويعلى والضياء فى المختارة بسند حسن عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنهما۔	جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ روایت ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور ابوداؤد طیالسی اور ابو یعلیٰ اور ضیاء الدین نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسبابِ اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارعِ جل و علا کو مقصود تو اُس کے اسبابِ اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

دلیل نہم: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يغفر الله للمؤذن منتهى اذانه ويستغفر له	اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کیلئے

1 المستدرک علی الصحیحین لایرد الدعاء عند الاذان وعند البأس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۸/۱

2 المستدرک علی الصحیحین اجابۃ الاذان والدعاء بعده مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۴۶/۱

کل رطب ویابس سمع صوته¹۔ اخرجه الامام احمد بسند صحيح واللفظ له والبخار والطبرانی فی الكبير عن عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونحوه عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجة وابن خزيمة وابن حبان من حدیث ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصدره عند احمد والنسائی بسند حسن جيد عن البراء بن عازب والطبرانی فی الكبير عن ابی امامة وله فی الاوسط عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	اُتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر و خشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لئے استغفار کرتی ہے۔ اسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ تخریج کیا اور یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور بخار طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور اس کی مثل احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حدیث حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اس کا ابتدائی حصہ احمد اور نسائی نے سند حسن اور جید کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعث مغفرت ہے اور بیشک مغفور کی دُعا زیادہ قابل قبول و اقرب باجابت ہے، اور خود حدیث میں وارد کہ مغفوروں سے دُعا منگوانی چاہئے، امام احمد مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومرة ان يستغفر لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له²۔	جب تُو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لئے استغفار کرا کہ وہ مغفور ہے۔

پس اگر اہل اسلام بعد دفن میت اپنے میں کسی بندہ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکم احادیث صحیحہ ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کے لئے دعا کرے کہ مغفور کی دُعا میں زیادہ جائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہوا بلکہ عین مقاصد شرع سے مطابق ہوا۔

¹ مسند امام احمد بن حنبل عن مسند عبد اللہ بن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۶۲

² مسند امام احمد بن حنبل مرویات عن مسند عبد اللہ بن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۸/۲

دلیل وہم: اذان ذکر الہی اور ذکر الہی دافع عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ ^۱ رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل وابن ابی الدنیا والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔ اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد، جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے، طبرانی معاجم ثلثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اذن فی قریة امنہا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم ^۲ وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے اور اس کی شاہد وہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

اور بیشک اپنے بھائی مسلمان کے لئے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل وعلا کو محبوب و مرغوب، مولنا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں: فان الاذکار کلہا نافعة له فی تلک الدار^۳ (کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشنے ہیں۔ ت) امام بدرالدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں:

واما مصلحة البيت فمثل ما اذا اجتمعوا	میت کے لئے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی

^۱ مسند احمد بن حنبل مرویات معاذ بن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۹/۵

نوٹ: ابن ابی الدنیا اور بیہقی کے الفاظ عبداللہ ابن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل سے یوں مروی ہیں: ما عمل آدمی عملا قط انجی له من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

^۲ المعجم الکبیر مرویات انس بن مالک حدیث ۷۴۶ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۵۷/۱

^۳ شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحیۃ والمؤلفۃ مطبوعہ امرت پریس لاہور ص ۳۳۲، شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحیۃ والمؤلفۃ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۶

عندہ لقراءة القرآن والذکر فان البیت ینتفع به ¹ ۔	قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے (ت)

یارب مگر اذان ذکر محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔
 دلیل یازدہم: اذان ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔
 اذان حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطاء پھر امام قاضی عیاض وغیرہ ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ² میں فرماتے ہیں:

جعلتك ذكراً من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرني ³ ۔	میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الہی بلاشبہ رحمت اُترنے کا باعث، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں:

حفتهم الملكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة ⁴ ۔ رواه مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ وابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	انہیں ملانکہ کھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی ڈھانپ لیتی ہے اور اُن پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔ اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ہاں ہر محبوب خدا کا ذکر محل نزول رحمت ہے، امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة⁵ (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی اترتی ہے)
 ابو جعفر بن حمدان نے ابو عمر و بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا: فرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الصالحین⁶ (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)

¹ عمدۃ القاری شرح البخاری باب موعظۃ المحدث عند القبر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۸۶/۸

² القرآن ۴/۹۳

³ نسیم الریاض شرح الشفاء زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۵/۱

⁴ صحیح المسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲

⁵ اتحاف السادة المتقين الفالدة الثانية المختص بالعزیز علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۰/۶

⁶ اتحاف السادة المتقين الفالدة الثانية المختص بالعزیز علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۱/۶

پس بلاشبہ جہاں اذان ہوگی رحمت الہی اترے گی اور بھائی مسلمان کے لئے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو شرع کو پسند ہے کہ نہ ممنوع۔

دلیل دوازدهم: خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نئے مکان تنگ و تاریک میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اَلَا مَا رَجِمَ رَجِيٌّ ط اِنَّ رَجِيَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾^۱ مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَتَطَكَّرُ اِنَّ الْقُلُوْبَ ﴿۳۷﴾^۲ (سُن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل) ابو نعیم وابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل ادم بالهند فاستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلوة والسلام فنادی بالاذان ^۳ الحدیث۔	جب آدم علیہ الصلوة والسلام جنت سے ہندوستان میں اترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلوة والسلام نے اتر کر اذان دی۔ (الحدیث)

پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفعِ تو حش کو اذان دیں تو کیا بُرا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بے کس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه ^۴ ۔ رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ و الحاکم عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔ اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجتہ و	جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی

^۱ القرآن ۵۳/۱۲

^۲ القرآن ۲۸/۱۳

^۳ حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملانی نمبر ۲۹۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۰۷/۲

^۴ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲

من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة ¹ - رواه الشيخان وابوداؤد عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما -	حاجت روائی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس پر سے دور فرمائے گا۔ اسے بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

دلیل سیزدہم: مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے
مروی:

قال رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فبر بعض اهلك یؤذن فی اذنک فانه درء الهم ² -	یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے، اذان غم وپریشانی کی دافع ہے۔

مولیٰ علی اور مولیٰ علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا: فجر بته فوجدته کذلک (ہم نے اسے
تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) ذکرہ ابن حجر کما فی المرقاة (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا کہ مرقاۃ میں ہے۔ ت)
اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ خاص عباد اللہ اکابر اولیاء
اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحبا بحبيب جاء علی فاقاة (خوش آمدید اس محبوب کو جو بہت دیر سے آیا۔ ت) فرماتے ہیں، تو
اس کے دفع غم و الم کے لئے اگر اذان سنائی جائے کیا معذور شرعی لازم آئے حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ
عز وجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔ طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم ³ -	بیٹک اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

¹ صحیح البخاری باب لا یظلم المسلم المسلم الخ، من ابواب الظالم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۰

² مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۳۹

³ المعجم الکبیر مرویات عبداللہ بن عباس حدیث ۱۱۰۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۷۱

انہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان موجبات المغفرة ادخالك السرور على اخيك المسلم ¹ ۔	بیشک موجبات مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا۔

دلیل چہارم: قال اللہ تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ ذِكْرًا كَثِيرًا ² ۔	اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون ³ ۔ اخرجه احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صححه الحاکم وحسنه الحافظ ابن حجر۔	اللہ کا ذکر اس درجہ ذکر بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔ اسے احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذکر اللہ عند کل حجر وشجر ⁴ ۔ اخرجه الامام احمد فی کتاب الزهد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کر۔ اسے امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم یفرض اللہ علی عبادہ فريضة الا جعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها في حال	اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اُس کے لئے ایک حد معین کر دی پھر عذر کی

¹ المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۳۱ و ۳۸ و ۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸۵، ۸۳/۳

² القرآن ۴۱/۳۳

³ مسند احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱، ۶۸/۳

⁴ المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۵۹/۲۰

العذر غير الذکر فانه لم يجعل له حدا انتهی الیه ولم یعذر احدا فی ترکہ الامغلوباً علی عقله وامرهم به فی الاحوال کلها ¹ ۔	حالت میں لوگوں کو اُس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

اُن کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں: الذکر الکثیر ان لایتناهی ابدأ² (ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو)

ذکر ہما فی المعالم وغیرہا (معالم وغیرہ میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ ت) تو ذکر الہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے جس سے ہر گز ممانعت نہیں ہو سکتی جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکر خدا ہے پھر خدا جانے کہ ذکر خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ درخت کے پاس ذکر الہی کریں، قبر مومن کے پتھر کیا اس کے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکر خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور بتصریح ائمہ دین مستحب و لہذا امام اجل ابو سلیمان خطابی در بارہ تلقین فرماتے ہیں:

لانجدله حدیثاً مشهوراً ولا بأس به اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ تعالیٰ قولہ وکل ذلک حسن ³ ۔	ہم اس میں کوئی مشہور حدیث نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے۔

دلیل پانزدہم: امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں:

يستحب ان يقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها، ويشغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للبيت والوعظ وحكايات اهل الخير، واحوال الصالحين ⁴ ۔	مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہو کر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اُس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لئے دُعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت میں مشغول رہیں۔

1 تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن، زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۶۵/۵

2 تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن، زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۶۶/۵

نوٹ: تفسیر معالم التنزیل سے حوالہ دیا گیا ہے الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم یہی ہے جو علی حضرت نے بیان کیا ہے۔ نذیر احمد۔

3 امام اجل سلیمان خطابی

4 الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار باب ما یقول بعد الدفن مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۱۷۷

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں:

قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر مسئلة من المسائل الفقهية ¹	یعنی بتحقیق میں نے بعض علماء سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعۃ لمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزول رحمت ست (نزول رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: اگر ختم قرآن کنند اولیٰ و افضل باشد² (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ و بہتر ہے۔ ت) جب علمائے کرام نے حکایات اہل خیر و تہذکرہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں امید نزول رحمت تو اذان کہ بشادات احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیونکر جائز بلکہ مستحب عہ نہ ہوگی۔

بھم اللہ یہ پندرہ¹⁵ دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو محض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے مکمل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو دلیل کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالہنمع

لا شك ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہلے کرنے والے کے لئے ہے۔ ت)

عہ بالجمہ بھم اللہ تعالیٰ ان دلائل جلائل نے کائنات میں فی وسط السماء واضح کر دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظر عمومات شرع بوجہ کثیرہ فرد سنت ہے شاید وہ بعض علماء جنہوں نے اس کے سنت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فرد سنت ہے نہ کہ فرد سنت و لہذا مناسب ہے کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اوہام عوام معنی ثانی کی طرف جاتے سمجھیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ من رحمہ اللہ تعالیٰ (م)

¹ لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب اثاب عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲۰۰۱

² اشعۃ لمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب اثاب عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰۱۱

ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنہوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاءہم اللہ عنا وعن الاسلام والسنة خیر جزاء وشکر مساعیہم الجمیلة فی حباية الملة الغراء ونکایة الفتنة العوراء وهنأهم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلى الله تعالى عليه سيدنا ومولنا محمد وآله وصحبه الاطائب الکرماء آمین۔

تنبیہات جلیلہ تنبیہ اول: ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمن اُس میت اور ان احیاء کے لئے کتنے منافع ہیں، سات ۶ فائدہ میت کیلئے:

(۱) بحولہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ۔

(۲) بدولت تکبیر عذابِ نار سے امان۔

(۳) جواب سوالات کا یاد آجانا۔

(۴) ذکر اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا۔

(۵) بدبرکت ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت۔

(۶) بدولتِ اذان دفعِ وحشت۔

(۷) زوالِ غم و سرور و فرحت۔

اور پندرہ احیاء کے لئے، سات ۷ تو یہی، سات ۶ منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفعِ رسانی جدا احسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم دس ۱۰ نیکیاں، پھر نفعِ رسانی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے۔

(۸) میت کے لئے تدبیر دفعِ شیطان سے اتباعِ سنت۔

(۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباعِ سنت۔

(۱۰) دعاء عند القبر سے اتباعِ سنت۔

(۱۱) بقصدِ نفع میت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنت۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن و حدیث مالا مال۔

(۱۳) ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا۔

(۱۴) مطلق دُعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغفرت عبادت فرمایا۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منتائے آواز تک مغفرت اور ہر تر و خشک کی استغفار و شہادت

اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ۷ ہی ہیں اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، اور مکررات کو گنیے تو پندرہ^{۱۵} ہوتے ہیں، میت کے لئے وہ سات ۷ فائدے اور احیا کے لئے پندرہ^{۱۵}، انہیں سات ۷ اور پندرہ^{۱۵} کے برکات ہیں، والحمد للہ رب العالمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت و احیا کو ان فوائدِ جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ ^۱ ۔ رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہیں نہ ہو ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے واللہ الموفق۔
تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نیت المؤمن خیر من عمله^۲ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔
 (۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔
 (۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

^۱ الصحیح لمسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۲

^۲ المعجم الکبیر مرویات سهل الساعی، حدیث ۵۹۴۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۱۸۵

- (۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں
- (۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔
- (۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔
- (۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔
- (۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہبِ مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کر لے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔
- (۸) امر الیٰ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ^۱ (اپنی زینت لوجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امتثال کو جاتا ہوں۔
- (۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔
- (۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔
- (۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔
- (۱۲) علماء کی زیارت۔
- (۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔
- (۱۴) دوستوں سے ملاقات۔
- (۱۵) مسلمانوں سے میل۔
- (۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکثادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔
- (۱۷) اہل اسلام کو سلام۔
- (۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔
- (۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔
- (۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔
- (۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔
- (۲۳ و ۲۴) دخول و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا اللّٰھم صلّ علی سیدنا

^۱ القرآن ۳۱/۷

محمد و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا محمد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دؤں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے

نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پاچا کافقذ و قہ آجر کا علی اللہ^۱ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتیٰ الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلنے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰ ع) راہ میں جو لکھا ہو اکاغذ پاؤں کا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرہ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے

ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس^{۲۰} حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا

چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس^{۲۰} نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے

والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے

میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا

بجالاتا ہوں الی غیر ذلک مباہیستخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری

نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت) بہت لوگ اذان تو دیتے

ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھیس^{۲۱} علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ^{۲۲} فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲

منہ

فانما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى¹ (اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت)

تنبیہ سوم: جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لئے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ گوش مغنوم میں اور دفع وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور سچے کے کان عہ میں اذان دینا سنا ہی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم: شرع مطہر کی اصل کٹی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات ممانعت ذمہ مانع، معہذا اصل اشیاء میں اباحت تو قائل جواز متمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لئے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم و زبردستی ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل و نقل سے خروج اور مطمورہ² و جہل میں کامل دلوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلیٰ درجہ پر طے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافعہ بدلیعہ کی تنقیح بالغ و تحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حمۃ اللہ فی الارضین معجزہ

عہ: بعض احمق جاہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موت مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نماز جنازہ جس طرح قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے ایک نماز روز محشر صرف سجد سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے جس دن کشف ساق ہوگا اور مسلمان سجدے میں گرے گئے منافق سجدہ نہ کر سکیں گے جس کا بیان قرآن عظیم سورہ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (م)

¹ مشکوٰۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مکتبۃ نبی دہلی ص ۱۱

² بیوقوفی اور جہالت کے گڑھے میں مکمل طور پر داخل ہونا ہے۔

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین سید العلماء سند اکمل تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقابرہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانئ الفساد وکتاب لاجواب اذاقة الاثام لمناعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن^{۱۲۹۹ھ} عن القیام لنبی تہامہ ورسالہ منیر العین فی حکم^{۱۳۰۲ھ} تقبیل الالبہامین ورسالہ نسیم الصبائی^{۱۳۰۲ھ} ان الاذان یحول الوباء وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین بالآئکہ ہزار ہا بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ہمت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس کے انوارِ باہرہ و لمعاتِ قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی روشنیوں و دلکشا تجلیوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دمکیں و باللہ التوفیق وهو المعین۔ والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بسمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت بالخیر





مآخذ و مراجع

نام	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس ۴۱۶
۲۔	الاجتناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی ۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی ۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی ۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم ۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم باین نجیم ۹۷۰
۹۔	اشعة المعانی	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی ۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البرزدوی ۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا ۹۴۰
۱۲۔	آکامہ المرجان فی احکام الجنان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی ۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی ۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی ۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الائمة الشافعیہ	امام یوسف الارودی بلی الشافعی ۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا ۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران ۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی ۳۶۴
۱۹۔	القاب الروات	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی ۴۰۷

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۲۰۔	بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۲۱۔	البداية (بداية المبتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم ہابن نجیم	۲۲۔	البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۲۳۔	الدرہان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	۲۴۔	بستان العارفین
۵۰۵	حمید الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۲۵۔	البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۲۶۔	البنایۃ شرح الہدایۃ
۱۲۰۵	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۲۷۔	تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی ہابن عساکر	۲۸۔	تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۹۔	تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۳۰۔	التجنیس والزیید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۳۱۔	تحریر الاصول
۵۳۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۳۲۔	تحفۃ الفقہاء
۷۳۰	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۳۳۔	تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۳۴۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۳۵۔	التعریفات لسیّد شریف
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری	۳۶۔	تفسیر ابن جریر (جامع البیان)
۶۹۱	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۳۷۔	تفسیر البیضاوی
۹۱۱-۸	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	۳۸۔	تفسیر الجلالین
۱۲۰۳	سلیمان بن عمر العجمی الشیرازی	۳۹۔	تفسیر الجمل
۶۷۱	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۰۔	تفسیر القرطبی
۲۶	امام فخر الدین الرازی	۴۱۔	التفسیر الکبیر

۷۲۸	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	التفسیر للنیشابوری	۴۲
۹۱۱	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	تقریب القریب	۴۳
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبي	التقریر والتحבیر	۴۴
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	التفسیر للمناوی	۴۵
۷۴۳	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	تبیین الحقائق	۴۶
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	تقریب التہذیب	۴۷
۸۱۷	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	تنویر المکیاس	۴۸
۱۰۰۴	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمر تاشی	تنویر الابصار	۴۹
۲۹۴	محمد بن نصر المروزی	تعظیم الصلوة	۵۰
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	تاریخ بغداد	۵۱
۷۷۳	عمر بن اسحاق السراج الہندی	التوشیح فی شرح الہدایۃ	۵۲
ج			
۲۷۹	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	جامع الترمذی	۵۳
۹۶۲	شمس الدین محمد الخراسانی	جامع الرموز	۵۴
۲۵۶	امام محمد بن اسماعیل البخاری	الجامع الصحیح للبخاری	۵۵
	امام محمد بن حسن الشیبانی	الجامع الصغیر فی الفقہ	۵۶
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	الجامع الصحیح للمسلم	۵۷
۵۸۶	ابونصر احمد بن محمد العتابی	جامع الفقہ (جامع الفقہ)	۵۸
۸۲۳	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	جامع الفصولین	۵۹
۳۴۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الکبیر	۶۰
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جوابر الاخلاطی	۶۱
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد الماکلی	الجوابر الزکیۃ	۶۲
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جوابر الفتاوی	۶۳
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیسی	الجوبرة النيرة	۶۴
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعديل فی رجال الحدیث	۶۵
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغیر فی الحدیث	۶۶

ح

۶۷	حاشیہ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸	حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹	حاشیہ علی الدرر	عبدالکلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰	حاشیہ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱	حاشیہ علی المقدمة العشماویہ	علامہ سفطی	۰
۷۲	الحاشیہ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ آفندی	۹۴۵
۷۳	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمديہ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴	الحاوی القدیمی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القاضی الحنفی	۶۰۰
۷۵	حصار المسائل فی الفروع	امام ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷	حلیۃ المجتبیٰ	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸	خزانة الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹	خزانة الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰	خزانة المفتبین	حسین بن محمد السمعانی السیقانی	۷۳۰ کے بعد
۸۱	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲	خلاصة الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴	الدراية فی تخريج احادیث الهدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶	الدر المختار	علاء الدین الحسکفی	۱۰۸۸
۸۷	الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱

٩٠٥	يوسف بن جنيد الجبلي (چلبى)	ذخيرة العقبي	٨٨-
٦١٦	برهان الدين محمود بن احمد	ذخيرة الفتاوى	٨٩-
٢٨١	عبدالله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي	ذم الغيبة	٩٠-
			ز
		الرحمانية	٩١-
١٢٥٢	محمد امين ابن عابدين الشامي	رد المحتار	٩٢-
٤٨١	ابو عبدالله محمد بن عبد الرحمن الدمشقي	رحمة الامة في اختلاف الائمة	٩٣-
٢٣٩	ابو مروان عبد الملك بن حبيب السلمي (القرطبي)	رغائب القرآن	٩٣-
٩٤٠	شيخ زين الدين بابر بن نجيم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	٩٥-
٢٨٠	عثمان بن سعيد الدارمي	رد على الجهمية	٩٦-
			ز
	شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسمي جاني المتوفى اواخر القرن السادس	زاد الفقهاء	٩٤-
٨٦١	كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الممام	زاد الفقير	٩٨-
تقريرا ١٠١٦	محمد بن محمد التمر تاشي	زواجر الجواهر	٩٩-
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	زيادات	١٠٠-
			س
٨٠٠	ابو بكر بن علي بن محمد الحداد البميني	السراج الوهاج	١٠١-
٢٤٣	ابو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجة	السنن لابن ماجة	١٠٢-
٢٤٣	سعيد بن منصور الحر اساني	السنن لابن منصور	١٠٣-
٢٤٥	ابوداؤد سليمان بن اشعث	السنن لابن داؤد	١٠٣-
٣٠٣	ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي	السنن للنسائي	١٠٥-
٣٥٨	ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي	السنن للبيهقي	١٠٦-

۳۸۵	علی عمر الدار قطنی	السنن لدار قطنی	۱۰۷
۲۵۵	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	السنن لدارمی	۱۰۸
		ش	
	شمس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	الشافی	۱۰۹
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۰
۱۱۰۶	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۱
۹۷۸	علامہ احمد بن الحجازی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۲
۱۰۹۹	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	شرح الاشباہ والنظائر	۱۱۳
۵۹۲	امام قاضی خاں حسین بن منصور	شرح الجامع الصغیر	۱۱۴
۱۰۶۲	شیخ اسمعیل بن عبد الغنی النابلسی	شرح الدرر	۱۱۵
۱۰۵۲	شیخ عبد الحق المحمّد الدہلوی	شرح سفر السعّادۃ	۱۱۶
۵۱۶	حسین بن منصور البغوی	شرح السنۃ	۱۱۷
۹۳۱	یعقوب بن سیدی علی زاوہ	شرح شرعۃ الاسلام	۱۱۸
۴۸۰	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسیجانی	شرح مختصر الطحاوی للاسیجانی	۱۱۹
		شرح الغریبین	۱۲۰
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	شرح المسلم للنووی	۱۲۱
۳۲۱	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	شرح معانی الآثار	۱۲۲
۹۲۱	عبد البر بن محمد ابن شحّہ	شرح المنظومۃ لابن وہبان	۱۲۳
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابد بن الشامی	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	۱۲۴
۹۵۶	شیخ محمد ابراہیم الحلبي	شرح المنیۃ الصغیر	۱۲۵
۱۲۲	علامہ محمد بن عبد الباقي الزرقانی	شرح مواہب اللدنیۃ	۱۲۶
۱۲۲	علامہ محمد بن عبد الباقي الزرقانی	شرح مؤطا مامر مالک	۱۲۷
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	شرح المہذب للنووی	۱۲۸
۹۳۲	مولانا عبد العلی البرجندي	شرح النقایۃ	۱۲۹
۷۴۷	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	شرح الوقایۃ	۱۳۰

۱۳۱-	شرح الهداية	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲-	شريعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابى بكر	۵۷۳
۱۳۳-	شعب الايمان	ابو بكر احمد بن حسين بن على البيهقي	۴۵۸
۱۳۴-	شرح الجامع الصغير	احمد بن منصور الخنفي الاسييجاني	۴۸۰
۱۳۵-	شرح الجامع الصغير	عمر بن عبد العزيز الخنفي	۵۳۶
ص			
۱۳۶-	صالح الجوبري	اسماعيل بن حماد الجوبري	۳۹۳
۱۳۷-	صحيح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸-	صحيح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق ابن خزيمة	۳۱۱
۱۳۹-	الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	تقريباً ۶۹۰
ط			
۱۴۰-	الطحاوى على الدر	سيد احمد الطحاوى	۱۳۰۲
۱۴۱-	الطحاوى على المراق	سيد احمد الطحاوى	۱۳۰۲
۱۴۲-	الطريقة المحمدية	محمد بن بمر على المروف بمركلي	۹۸۱
۱۴۳-	طلبة الطلبة	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	۵۳۷
ع			
۱۴۴-	عمدة القارى	علامه بدر الدين ابى محمد محمود بن احمد العيني	۸۵۵
۱۴۵-	العناية	اكمل الدين محمد بن محمد البابرقي	۷۸۶
۱۴۶-	عناية القاضى	شهاب الدين الخفاجي	۱۰۶۹
۱۴۷-	عيون المسائل	ابو الليث نصر بن محمد السمرقندي	۳۷۸
۱۴۸-	عقود الدرر	محمد بن ابن عابدين الشامي	۱۲۵۲
۱۴۹-	عدّة	كمال الدين محمد بن احمد الشير بطاشكبرى	۱۰۳۰
۱۵۰-			

غ

۱۵۱	غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملاحسرو	۸۸۵
۱۵۳	غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن میسرۃ البغدادی المعروف بثرم	۲۳۰
۱۵۴	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی النکئی	۱۰۹۸
۱۵۵	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۹۵۶

ف

۱۵۷	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الممام	۸۶۱
۱۵۹	فتاویٰ النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰	فتاویٰ یزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن یزاز	۸۲۷
۱۶۱	فتاویٰ حجۃ		
۱۶۲	فتاویٰ خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳	فتاویٰ سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴	فتاویٰ عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵	فتاویٰ غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶	فتاویٰ قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷	فتاویٰ ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸	فتاویٰ ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹	فتاویٰ الولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰	فتاویٰ الکبریٰ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۹۲۸	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۱۷۳- فتوح المعین شرح قرۃ العین
۶۳۸	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۱۷۴- الفتوحات المکیة
۱۲۲۵	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۷۵- فوائد الرحوت
۴۱۴	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۱۷۶- الفوائد
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۷۷- فوائد المخصصة
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	۱۷۸- فیض التذکر شرح الجامع الصغیر
۲۶۷	اسماعیل بن عبد اللہ الملّقب بمویة	۱۷۹- فوائد مسویة

ق

۸۱۷	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۱۸۰- القاموس
۹۲۸	علامہ زین الدین بن علی الملباری	۱۸۱- قرۃ العین
۶۵۸	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۱۸۲- القنیة
		۱۸۳- القرآن

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	۱۸۴- الکافی فی الفروع
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۱۸۵- الکامل لابن عدی
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	۱۸۶- الکبریٰ الاحمر
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۷- کتاب الآثار
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۸- کتاب الآثار
	ابو المحاسن محمد بن علی	۱۸۹- کتاب الالہام فی آداب دخول الحمام
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۱۹۰- کتاب السواک
۱۰۵۰	عبدالرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد الحمادی	۱۹۱- کتاب الهدیۃ لابن عماد
	لابی عبید	۱۹۲- کتاب الطہور
۳۲۷	ابو محمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۱۹۳- کتاب العلل علی ابواب الفقہ
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۹۴- کتاب الاصل
	ابوبکر بن ابی داؤد	۱۹۵- کتاب الوسوسة

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷۔	کشف الرموز	علاء المقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴۔	الکواکب الدیاری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التیمی	۳۵۴
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۹۸
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدین القزحی	۴۸۱
۲۰۸۔	کتاب الزبد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۲۱۰۔	لبعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدبوی	۱۰۵۲
۲۱۱۔	لقط المرجان فی اخبار الجآن	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱
۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳۔	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الانمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقى الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۶۱۶	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	المحیط البرہانی	۲۱۹
۶۷۱	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	المحیط الرضوی	۲۲۰
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	مختارات النوازل	۲۲۱
۶۶۰	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	مختار الصحاح	۲۲۲
۶۴۳	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	المختارۃ فی الحدیث	۲۲۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	المختصر	۲۲۴
۷۳۷	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	مدخل الشرع الشریف	۲۲۵
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مراق الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	۲۲۶
۱۰۱۴	علی بن سلطان لما علی قاری	مرقات شرح مشکوٰۃ	۲۲۷
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	مرقات الصعود	۲۲۸
	ابراہیم بن محمد الخفنی	مستخلص الحقائق	۲۲۹
۴۰۵	ابو عبداللہ الحاکم	المستدرک للحاکم	۲۳۰
۷۱۰	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	المستصفی	۲۳۱
۱۱۱۹	محب اللہ البساری	مسلم الثبوت	۲۳۲
۲۰۴	سلیمان بن داؤد الطیلسی	مسند ابی داؤد	۲۳۳
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۲۳۴
۲۴۸	حافظ اسحاق ابن راہویۃ	مسند اسحاق ابن راہویۃ	۲۳۵
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۲۳۶
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالحق البرزازی	مسند البزار	۲۳۷
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	مسند عبد بن حمید	۲۳۸
۵۵۸	شہر دار بن شیرویہ الدیلمی	مسند الفردوس	۲۳۹
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۲۴۰
۷۱۰	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	المصنفی	۲۴۱
۲۳۵	ابو بکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبۃ	۲۴۲
۲۱۱	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبدالرزاق	۲۴۳
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	مصباح الدجی	۲۴۴

۲۳۵	معرفة الصحابة	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصبهاني	۴۳۰
۲۳۶	المعجم الاوسط	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۷	المعجم الصغير	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۸	المعجم الكبير	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۹	معراج الدراية	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	۷۴۹
۲۵۰	مشكوة المصابيح	شيخ ولي الدين العراقي	۷۴۲
۲۵۱	المغنى في الاصول	شيخ عمر بن محمد النجاشي الحنفي	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السيد المطرزي	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوري	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي	۴۲۸
۲۵۴	مفاتيح الجنان	يعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني	۵۰۲
۲۵۶	المقدمة العشماوية	ابو العباس عبد الباري العشماوي المالكي	
۲۵۷	الملتقط (في فتاوى ناصري)	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نور الدين علي بن ابى بكر السبتي	۸۰۷
۲۵۹	منآقب الكردى	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزار	۸۲۷
۲۶۰	المنتقى (في الحديث)	عبد الله بن علي ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقى في فروع الحنيفه	الحاكم الشير محمد بن محمد بن احمد	۳۳۲
۲۶۲	منحة الخالق	محمد امين ابن عابدين الشامي	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبد الله التمر تاشي	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقى الابحر	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	۹۵۶
۲۶۵	منهاج	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرين	مظفر الدين احمد بن علي بن ثعلب الحنفي	۶۹۴
۲۶۷	المبتغى	شيخ عيسى بن محمد ابن ايتاج الحنفي	
۲۶۸	المبسوط	عبد العزى بن احمد الحلواني	۴۵۶
۲۶۹	مسند في الحديث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	۵۱۰

۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	المسند الكبير	۲۷۰
۷۰۵	سید الدین محمد بن محمد اکاشغری	منیة المصلی	۲۷۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	موطا امام مالک	۲۷۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر الشیخی	موارد الظمان	۲۷۳
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	مشکلات	۲۷۴
۴۷۶	ابی اسحاق ابن محمد الشافعی	مہذب	۲۷۵
۹۷۳	عبدالوہاب اشعری	میزان الشریعة الکبری	۲۷۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	میزان الاعتدال	۲۷۷
۴۱۰	احمد بن مولیٰ ابن مردویہ	المستخرج علی الصحيح البخاری	۲۷۸
۳۶۷	محمد بن جعفر الخرائطی	مکارم اخلاق	۲۷۹
ن			
۷۶۵	عبداللہ بن مسعود	النقایة مختصر الوقایة	۲۸۰
۷۶۲	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	نصب الراية	۲۸۱
۱۹۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	نور الايضاح	۲۸۲
۷۱۱	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	النهاية	۲۸۳
۶۰۶	محمد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	النهاية لابن اثیر	۲۸۴
۱۰۰۵	عمر بن نجیم المصری	النهر الفائق	۲۸۵
۶۰۱	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	نوازل فی الفقہ	۲۸۶
۱۹۳۱	محمد بن احمد المعروف بنشأ نجي زاده	نور العین	۲۸۷
۳۷۶	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	النوازل فی الفروع	۲۸۸
۲۵۵	ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	نوازل الاصول فی معرفة اخبار الرسول	۲۸۹

و

۷۱۰	عبداللہ بن احمد النسفی	الوافی فی الفروع	۲۹۰
۵۰۵	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	الوجیز فی الفروع	۲۹۱
۶۷۳	محمود بن صدر الشریعہ	الوقایۃ	۲۹۲
۵۰۵	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	الوسیط فی الفروع	۲۹۳

ھ

۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	۲۹۴

ی

۹۷۳	سید عبدالوہاب الشعرانی	الیواقیت والجوہر	۲۹۵
۷۶۹	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	ینابیع فی معرفۃ الاصول	۲۹۶



ڈائمنڈ اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ ڈائمنڈ اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمنڈ اردو بکس ٹیم

شاہ زر خاں 03176699066

ایڈمنسٹریشن 03415008107 cool

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے